

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
وَيُنَبِّئُكَ أَنَّكَ أَبْرَأَ إِلَهُكَ مِنْ دُونِ اللَّهِ  
وَأَنَّكَ أَبْرَأُ إِلَهُكَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

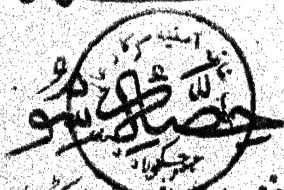
بفضل خداوندی الجلال الاکرم تکریم جامه ملولیا و عظماء صوفیه

کرام زید و اسلام تاقون و هم

السَّامَاءُ

CHECKED

# عظمت



جناب الاناسید عبد الغنی صاحب فی الحسنت اکوئٹ جبل سرکار عالی نظام  
و ترجمہ کتاب بوذا اسف و بلوہر و کلر الروحانیہ و مصنف مفتی حقوق نسوان نے  
عالمہ انی غوث العصر فی امام عبدالمکاب شعرانی کی مشہور و معتبر و مستند کتاب  
انبیاء الکبری سے جو عربی زبان میں مصنف سلیس و آسان و آرد و پرن ترجمہ کیا

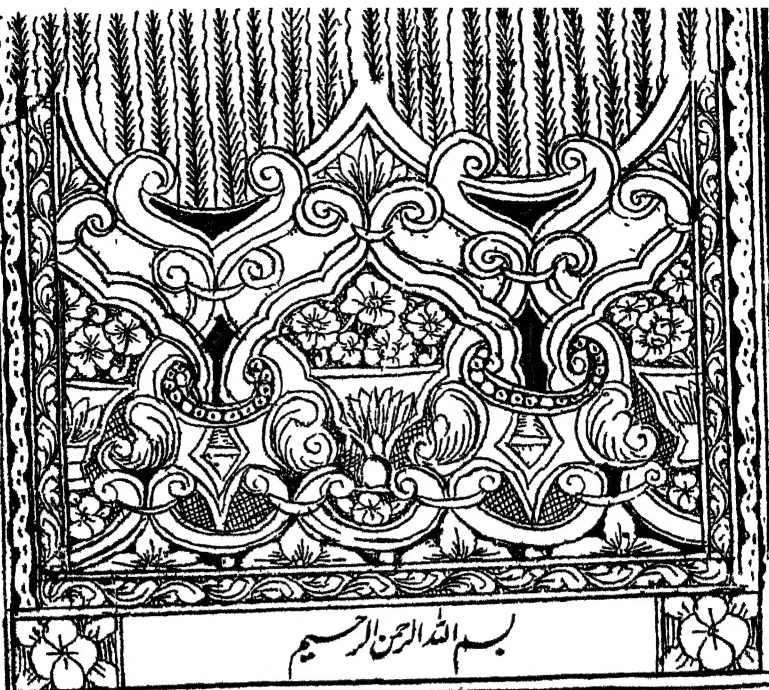
مجلد اول  
بشیر بخانہ ہتم شمس الرہین

# فهرست اسما و بزرگان طریقت که تذکره آنها

در حصه سوم درج است به ترتیب حروف تہجی

باب الالف		نام	صفحه
۹	۳۲۳	حسن شیخ مسلمیہ حسین آدمی	۸
۳۲۴-۳۲۵	۲	حسین ابو علی حسین جاکلی	۱۰-۳۲۳
باب باء المعجمه		۸-۷	۲۳-۷۱
۲	۳۲۳-۳۲۴	خضر کردی	۷۱-۳۲۳
باب تا و سثناة فوقانیہ		نام	صفحه
۳-۴	۷۳	تاج الدین بن عطاء اللہ اسکندری	۷۳
باب حاء و جملہ		۷۳	۷۳
۱	۲۶۰-۲۶۱	عبد اللہ منونی مالکی	۲۶۰-۲۶۱

نام	صفحہ	نام	صفحہ
علی بن محمد وفا	۲۶۳-۶۸	موسی المکتبی بہ ابو عمران	۵۵-۶۲
علی سردار	۹	(جد پنجم مولف کتاب)	
عمر کروسی	۳۳۲-۳۳۱	باب الیاء المثناة	
باب المیم		التحتانیہ	
محمد ابوالموہب شاذلی	۳۲۳-۲۶۰	یا قوت عرشى - -	۶۳-۶۱
محمد بن ہارون	۶-۴	یحییٰ ضافی - -	۶
محمد عمری	۳۲۶	یوسف عجی کورانی - -	۲۶۸-۲۶۴
محمد وفا	۶۸-۶۵		



نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

(۳۰۱) شیخ عبد اللہ منوفی مالکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 نیکو کار عابد زاہد و یکتا سے روزگار تھے۔ ان کی کراستین بہت تھیں اور بہت سے امام ان کے  
 شاگردوں میں تھے۔ ساتویں رمضان کو ۸۴۷ھ سات سوار تالیس ہجری میں راہی ملک بقا  
 ہوئے۔ اور سلطان قایت بانی کی قبر کے سامنے جو اسوقت میدان میں ہے دفن ہوئے  
 ان کی وفات کے دن دفع و بار کی دعا کیلئے لوگ اوس میدان میں جمع ہوئے تھے  
 اس لئے تیس ہزار آدمی کے قریب ان کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ ان کے شاگرد  
 شیخ خلیل رضی اللہ عنہ نے ان کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔





## (۳۰۲) شیخ حسین جاکي رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جامع جاکي کے امام و خطیب۔ یہ نیکو کار و اعظمتے لوگوں کو نصیحتیں کرتے تھے اور ان کے کلام سے لوگ فائدہ اٹھاتے تھے۔ سلطان کے پاس انکو وعظ کئے سے روکنے کیلئے ایک مجلس منعقد ہوئی اور بیان کیا گیا کہ یہ غلطیان کرتے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ نے ممانعت کا فرمان جاری کیا۔ انہوں نے اسکی شکایت اپنے شیخ ایوب کٹناس (جلوب کش) سے کی ایک دن بادشاہ بیت الخلا میں تھا کہ شیخ ایوب اپنے کاندھے پر چھاڑو لئے ہوئے بڑے سے شیر کی صورت میں دیوار سے اس کے سامنے نکلے اور منہ کھول کر سلطان کو نگل جانے کا ارادہ کیا۔ یہ دیکھ کر سلطان کا بدن کپکپانے لگا اور وہ غش کھا کر گر پڑا۔ اور جب اس سے ہوش آیا تو شیخ ایوب نے اس سے کہا کہ شیخ حسین کو وعظ کئے کا حکم دے ورنہ میں تجھے ہلاک کر ڈالوں گا۔ یہ کہہ کر وہ پھر دیوار میں چلے گئے اور بادشاہ شیخ حسین کے پاس آیا۔ اور اس نے شیخ ایوب سے ملنا چاہا مگر انہوں نے اجازت نہ دی شیخ حسین نے ۳۳۷ سال سو تیس ہجری میں وفات پائی اور باب النصر کے باہر شیخ ایوب کے تکیہ میں دفن ہوئے ان کی قبر ظاہر ہے اور ہر چار شنبہ کی رات اور اس کے صبح ہو کر لوگ اسکی زیارت کیا کرتے ہیں۔

## (۳۰۳) شیخ خضر کرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الملک الظاہر بیبرس کے چرن کی نیت ابو الفتوحات تھی۔ کثرت سے لوگ انکے پاس آتے تھے۔ اور صوفی صاحب کشف و صاحب ہمت و مدد تھے۔ بادشاہ کثرت سے

ان کی زیارت کو آیا کرتا اور اپنے رازان سے کہا کرتا اور اپنے سفر میں انکو ساتھ رکھا کرتا تھا آخر حلال زادوں نے ان کے اور بادشاہ کے درمیان لگائی بھائی کی۔ آخر بادشاہ نے برہم ہو کر انکو قید کر دیا۔ اسکے بعد ہی سلطان کی بیٹی میں پہوڑا نکلا جس سے اوسکی بیٹیہ گلنا شروع ہوئی۔ تب اس نے شیخ کو رہا کر دیا اور معذرت کہلا بھیجی۔ شیخ نے کہا کہ میری موت سلطان کی موت کے قریب ہی واقع ہوگی چنانچہ تھوڑے ہی دن کے فصل سے دونوں نے وفات پائی۔ اور شیخ خضر نے ۶۵۷ھ چہ سو پچتر ہجری میں بادشاہ سے کئی دن پیشتر سفر آخرت اختیار کیا۔ اور یہ چار سال قید میں رہے۔ اور با این ہمہ بادشاہ انکے لئے قید خانہ میں نفیس کھانے بھیجا کرتا تھا۔ ان کا قول ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی سے خاصہ کرنا چاہے تو پہلے سے باتیں سوچکر نہ رکھے کیونکہ جو کلام بنایا ہوا ہوتا ہے وہ درست نہیں رہتا یہ اپنے ہی تکیہ میں ملک الظاہ کی جامع کے روبرو جو مصر میں خلیج حاکمی پر واقع ہے دفن ہوئے۔ اور ان کی قبر ظاہر و زیار نگاہ ہے۔

### (۳۰۴) شیخ شرف الدین کروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قاہرہ کے باہر حسینیہ میں مدفون ہیں۔ انکا مقام بہت بڑا اور انکی کرامتیں بہت ہیں۔ اور ہر چار شنبہ کی شب کو ان کا ایک خاص وقت ہے۔ یہ طریقت میں شیخ خضر کے بھائی اور شیخ ابوالسعود میں ابی العشار (جن کا ترجمہ سابق میں گذرا) کے اصحاب میں

سے تھے۔ دونوں کی مناقب مشہور ہیں۔ اور دونوں نے شہرِ ہمسرہ سے  
ہجری میں تضاک۔

### (۳۰۵) شیخ محمد بن ہارون رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورحمہ

یہ شہر سنہور کے تھے جو غری دریا پر واقع ہے۔ یہی بزرگ حضرت ابراہیم و سواقی  
کے والد کو دیکھ کر جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تھے کہڑے ہو جایا کرتے  
اور کہتے تھے کہ انکی پشت میں ایسا ولی ہے جس کی شہرت پورب اور بچم تک پہنچے  
گی۔ اور انکے وطن شہر سنہور کے ویران ہو جانے کا سبب یہ ہوا کہ ان کو کشف ہوا  
کہ اس شہر پر آسمان سے بجلی گریے گی جو اسکو مع باشندوں کے جلا دے گی۔ اسلئے  
انکے حکم سے تیس گائیں ذبح ہوئیں اور اذکار گوشت پکا کر انکے تکیہ میں رکھا گیا۔ اور انہوں نے  
تکیہ کے مستغلوں سے کہہ دیا کہ جب کا جتنا جی چاہے اس میں سے کھائے یا لیجائے  
چنانچہ لوگوں نے کھایا اور جانتا کہ ان سے ہو سکا اوٹا لیا۔ اتنے میں میلہ اچھلا بکھرے  
ہوئے بالوں والا۔ ستر کو لے ہوئے ایک فقیر آیا اور اس نے کہا کہ مجھے کھانا  
کھلاؤ۔ چنانچہ لوگ اسکو کھلاتے کھلاتے تھک گئے مگر اسکو سیر نہ کر سکے آخر لوگوں نے  
اسکو مٹا دیا اور وہاں سے نکال دیا۔ کہ اتنے میں شہر پر بجلی گری۔ یہ بزرگ اپنی بیوی بچوں  
اور اپنے پیروؤں کو ساتھ لیکر شہر سے باہر نکلے اور وہاں کے سارے باشندے

عس۔ اس میں بعید تئید ہی ہے۔ لیکن بعید واحد ہوتا چاہیے اسلئے کہ خود انہوں نے شیخ ابوالحدود

کی وفات ۶۴۵ھ میں اور شیخ خضر کی ۶۵۰ھ میں لکھی ہے۔ (دیکھو ترجمہ ۲۸۶-۳۰۳) مترجم

بازاروں اور اپنے گھروں میں مکر رہ گئے۔ تب شیخ نے منتظم سے کہا کہ میان تم نے یہ کیا کیا ایک شخص سیر ہو کر ہمارے شہر سے بلا کو دو کر نا چاہتا تھا مگر تم نے اوس کو سیر نہ کرنے دیا۔ چنانچہ وہ شہر اس وقت تک ویران پڑا ہے اور لوگوں نے اوس کے مقابل جانب کو آباد کیا ہے۔ وہ شہر بہت بڑا تھا لوگوں نے دیکھا تھا کہ وہاں سیہ کی چتین تھیں اور اندر بوریوں کی جگہ ریشمی چٹنگیریاں تھیں۔ اور ہمارے شیخ سیدی علی انخاص نے مجھ سے نقل بیان کی کہ ایک مرتبہ مداری کے ایک لڑکے نے شیخ محمد بن ہارون کی حالت سلب کر لی۔ اور اسکا واقعہ یہ تھا کہ جب یہ جمعہ کی نماز پڑھ کر باہر نکلتے تھے تو شہر والے انکے پیچھے پیچھے انکے گھر تک جاتے تھے۔

بس ایک جمعہ کو اسی طرح سے یہ جارہے تھے کہ مداری کے ایک لڑکے کے پاس سے گزے۔ وہ لڑکا ایک دیوار کے نیچے اپنی گذری میں سے جو مین نکال رہا اور پلوں پہیلانے تھا۔ اس پر شیخ کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ لڑکا بے ادب ہے مجھسا شخص جارہا ہے اور یہ ٹانگیں پہیلانے بیٹھا ہے۔ اس خیال کا ولین آنا تھا کہ فوراً ان کی حالت جاتی رہی اور جتنے لوگ ساتھ تھے سب انکے پاس سے بہاگ گئے۔ اب انہوں نے لوٹ کر اوس لڑکے کو جو دیکھا تو وہ نہ ملا۔ تب شہر بشہر اوسکو ڈھونڈنا شروع کیا اور آخر ملک مصر کے مسیلہ میں اوس کو اس طرح سے پایا کہ بڑے مداری نے جو تماشہ سے فارغ ہو کر کھڑا تھا ان کو آواز دیکر اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ تمہارا جیسے شیخ کے ولین یہ خیال گذرے کہ وہ صاحب مقام ہے اور اوس کی قدر ہر اسی لڑکے نے تمہارا حال سلب کر لیا تھا۔ اسلئے اسکا یہ مصیب ہے کہ تمہارے سامنے پاؤں پہیلا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے یہ باعتبار تمہارے زیادہ تر قریب ہے۔

شیخ نے کہا کہ میں نے تو یہ کی۔ تب او اس نے ان سے کہا کہ سنو، شہر پہونچ کر اوسی دیوار کے پاس جاؤ جہاں یہ جوئین نکال رہا تھا اور اس عورت کو پکارو جو وہیں ایک ڈرائمن رہتی ہے اور او اس سے کہو کہ قرمان مجھ سے خوش ہو گیا تو میرا حال مجھے پیر دے۔ چنانچہ جب یہ وہاں پہونچے اور آواز دی تو او اس عورت نے نکل کر انکے چہرہ پر پہونک دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی پہلی سی حالت کر دی۔

### (۳۰۶) شیخ یحییٰ صافی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بڑے صاحب مکاشفہ۔ عالم نیکو کار تھے۔ تمام اطراف سے لوگ ان کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ ۸۸۷ سال سو بہتر ہجری میں راہی دار آخرت اور شیخ ابو العباس بصیر کے مقبرہ واقع قرائن میں دفن ہوئے۔ اور ان کے جنازہ کی شہرت ہوئی اور جب یوسف عجمی رضی اللہ عنہ بلا وعجم سے مصر پہونچے تو او انہوں نے شیخ یحییٰ سے شہر میں آنے کی اجازت چاہی اور او انہوں نے اجازت دی اور کوئی دلی مصرتین داخل نہ ہوتا تھا اگر ان کی اجازت سے۔ شیخ رضی اللہ عنہ نے اس مضمون کے شعر پڑھے تھے

مین صرف ہوں کیا نہیں چاہتے	محکم ہے میرا دل مین زرا دلیسا
کوئی قلب ہے اور کسی مین ہر کوٹ	مین کہوئے کو کرتا ہوں تاکر کہدا
تپا کر کیا ہے تجھے مینے صاف	تو کنہن ہے اب اور بے غش طلا

## (۳۰۷) شیخ ابو العباس بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کو کشفِ تام اور قبولیتِ عام حاصل تھی۔ اور یہ شیخ ابو السعود بن ابی العساکر کے معاصر تھے۔ شیخ آخر الذکر اپنے تکیہ سے جوبل کے دروازہ پر واقع تھا۔ پتھروں کے ذریعہ شیخ ابو العباس سے اس طور پر اسلمت کیا کرتے تھے کہ جس زمانہ میں دریا بحر نیل کو جوش ہوتا اور اوسکا پانی باب الخرق تک پہنچ جاتا جہاں ان کا تکیہ تھا اس زمانہ میں وہ پتی پر لکھ کر اوس کو پانی میں ڈال دیتے تھے اور جب وہ یہاں پہنچ جاتی تھی تو شیخ ابو السعود کی پتی نکال لی جاتی اور شیخ ابو العباس کی پانی میں ڈال دی جاتی تھی وہ سید ہی دریا میں چلی جاتی اور ہسکتی نہ تھی۔ حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بیس سال تک شیخ ابو السعود کی خدمت کی اور میں اون سے سوال کرتا رہا کہ میری بیعت لیجئے مگر وہ مجھ سے یہی کہتے رہے کہ تو میری اولاد میں نہیں ہے تو میرے بھائی ابو العباس کی اولاد میں ہے جو عنقریب ملک مغرب سے آنے والے ہیں۔ چنانچہ جب یہ مصر آئے تو حضرت ابو السعود نے حاتم رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور اون سے کہا کہ آج رات کو تمہارا پر اگیا جاؤ بولا قین اوس سے ملو۔ اس لئے اہل مصر میں سے جو شخص سب سے پہلے ان سے اکر ملا وہ حاتم رضی اللہ عنہ تھے۔ اور جب انہوں نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا تو انہوں نے کہا کہ آؤ میرے بچے حاتم اللہ میرے بھائی ابو السعود کو جزائے خیر دے لگا لکیرے آنے تک تیری حفاظت کی۔ نقل ہے کہ ابو السعود رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ایک بڑے امیر

کے یہاں سے شادی کی تقریب میں بلاوا آیا۔ اور اس بیچاری کے پاس پہننے کو  
گڈری کے سوا کچھ نہ تھا بیوی نے اپنے میان سے مشورہ کیا کہ جاؤن یا نہ جاؤن  
میان نے اجازت دی تو بیوی نے کہا کہ کیا یہی گڈری لگاے جاؤن۔ انہوں نے کہا  
کہ ہاں۔ چنانچہ وہ وہی گڈری پہنے گئیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اوس کو ایسا کامدار بخشی لباس  
بنا دیا کہ اوس میں اس قدر انمول جواہرات جڑے ہوئے تھے کہ بادشاہوں کے  
خزانوں میں بھی نہ نکلتے۔ یہ بیان اونکے لباس کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئیں اور کہنے لگیں  
کہ فقیر کی بی بی کے پاس ایسا لباس کہاں سے آیا۔ اور ایک بی بی نے کہا کہ ہزار  
دینار دیتی ہوں اس میں کا ایک ٹک مجھے دیدو۔ مگر شیخ کی بی بی راضی نہ ہوئیں اور  
کہنے لگیں کہ مجھے اس کی اجازت نہیں ہے اور انہوں نے گہرا پس اگر شیخ  
سے یہ ماجرا بیان کیا تو شیخ نے مسکرا کر کہا کہ بیشک اللہ اپنے بندوں میں سے  
جس کی چاہتا ہے ستر پوشی فرماتا ہے۔ اور شیخ ابو العباس کی وفات کے  
بعد اونکا ایک مرید عبدالرحیم قنوی کے پاس آیا اوس وقت یہ ہمسے لوگوں کی جو  
وہاں حاضر تھے معیت لے رہے تھے آخر انہوں نے شیخ ابو العباس کے اس  
مرید کی طرہ ہی ہاتھ بڑایا۔ بس اوس وقت دیوار سے شیخ ابو العباس کا ہاتھ نکلا  
اور شیخ عبدالرحیم کے ہاتھ کو اوس نے روک دیا۔ اس پر شیخ عبدالرحیم نے کہا کہ میرے  
بائی ابو العباس پر خدا رحمت بھیجے اون کو اپنی اولاد کی غیرت حالت زندگی و  
حالت موت دونوں میں ہے۔



## (۳۰۸) شیخ حسن شیخ مسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بڑے سردار تھے۔ ۶۴۲ھ سات سو چوٹھ سبھی مہجری مین جامع قبلہ واقع رصد سے عالم  
بالاسد ہارے اور قرقہ کبریٰ واقع مصر مین شیخ ابو النجہ اقطع کی قبر کے قریب جو دلیہ  
کے نزدیک ہے دفن ہوئے۔

## (۳۰۹) شیخ علی سدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ اپنے تلبیین جو حارۃ الروم مین دروازہ نزویہ کے قرب مین ہے مدفون  
ہین پہلے بیر کی پتیاں بچا کرتے تھے بعدہ خانہ نشین ہوئے اور لوگ ان کی زیارت  
کو آیا کرتے تھے۔ اور ۸۱۲ھ سات سو اٹھ سبھی مین اس دارقانی سے عالم جاویدانی کو  
سد ہارے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے ہندی مانگی تو انہوں نے بیر کی  
پتیاں دین۔ اوس شخص نے واپس کر دین اور کہا کہ یہ بیر کی پتیاں ہین مجھے تو دوا  
کے لئے ہندی چاہئے انہوں نے کہا کہ پہلے پر تلو بیر ہی کی پتیاں درکار ہونگی  
تم کو ہندی کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ آخر شب کو دولے نے فضا کی اور وہی  
پتیاں اوس کے غسل مین کام آئیں۔



## (۳۱۰) شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انکا نام علی بن عبداللہ بن عبدالحجاز شاذلی (شین و ذال سے جو دونوں نقطہ دار ہیں) ہے۔ اور شاذلہ افریقیہ کے ایک گاؤں کا نام ہے۔ یہ بقیہ زائد مقیم اسکندریہ اور سلسلہ شاذلیہ کے شیخ الطائیفہ۔ عالی مقدار مشہور دیار و امصار تھے۔ ان کی عبارتیں رموز سے مامور ہیں۔ ابن تیمیہ نے اپنا تیراں پر چلایا تھا لیکن انہوں نے اسکو اوسى پر لوٹا دیا۔ شیخ نجم الدین اصفہانی اور ابن ہشیش وغیرہ کی صحبتوں میں رہے۔ اور کئی حج کئے اور حج ہی کے ارادے سے جا رہے تھے کہ عیذاب کے صحرا میں عادم ملک عدم۔ اور ۱۵۷ھ چہ سو چہین ہجری کے شہر ذیقعدہ میں اوسى جگہ دفن ہوئے۔ شیخ تاج الدین بن عطار اللہ اور اسکے شاگرد ابو العباس نے ان کے حالات میں مستقل کتاب لکھی ہے۔ اور میں جو کچھ لکھوں گا وہ اوسیکا خلاصہ ہوگا۔

۱۔ اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ انہوں نے کتاب لطائف المنن میں شیخ ابوالحسن رضی اللہ عنہ کے حالات اسطور پر لکھے ہیں کہ اپنے زمانہ کے قطب اپنے وقت میں اہل عیان کے علم بردار گروہ صوفیہ کی محبت سید ہی راہ پر چلنے والوں کے لئے سہارا۔ عارفوں کی زینت۔ بڑے بڑے لوگوں کے پیر۔ نغمہ اسرار۔ معدن انوار۔ قطب غوث جامع ابوالحسن علی شاذلی رضی اللہ عنہ جیسا کہ علوم ظاہرہ کے مناظرہ کے لئے مستعد ہوئے اس گروہ کی راہ میں داخل نہ ہوئے۔ اور شیخ ابو عبداللہ بن نعمان نے ان کی قطبانیہ کی گواہی دی تھی۔

اور اس طریقہ میں یہ عجیب و غریب باتیں لائے۔ شیخ تقی الدین ابن دقین العید رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں نے کسی کو شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اللہ کا عارف نہ پایا۔ ذیل میں اونکے کچھ کلام درج کئے جاتے ہیں۔

استغفار کو اپنے اوپر لازم کر لو گو کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار سے نصیحت حاصل کرو کہ اپنے پہلے اور پچھلے گناہوں کی بخشائش کی نسبت یقین ہو جانے اور بشارت آ جانے کے بعد ہی آپ آمرزش چاہا کرتے تھے۔ اور جب معصوم کا جو کبھی گناہ کے پاس ہی نہ پھسکے یہ حال تھا تو جو لوگ کسی وقت عیب و گناہ سے خالی نہیں ہیں اونکا کیا پوچھنا ہے۔

جب تمہارا کشف کتاب سنت کا معارض ہو تو کتاب و سنت پر جے رہو اور کشف کو ترک کرو اور اپنے نفس سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت میں میرے لئے بچنے کی ضمانت فرمائی ہے اور کشف الہام اور نیز مشاہدہ کی جانب میں اسکی ضمانت نہیں فرمائی ہے۔ علاوہ برین اس پر اجماع ہے کہ کشف یا الہام یا مشاہدہ پر عمل کرنا مناسب نہیں ہے مگر کتاب و سنت سے ملا لینے کے بعد۔

صحراے عیناب میں خضر علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے کہا کہ اے ابوالحسن اللہ تعالیٰ کا لطف جمیل تیرے ساتھ ہے اور وہ سفر و حضر میں تیرے ہمراہ ہے۔

جب حق کے ہاتھ تجھے کنہیچین تو دیکھو خبردار غیبی حقائق کے لئے محسوسات سے دلیل نہ طلب کرنا اور اون کو رد نہ کرنا ورنہ جاہل رہو گے اور اس سے بچتے رہنا کہ ان میں سے کسی میں عقل کے ذریعے داخل ہو۔

جب تجھے کوئی ایسی حالت پیش آئے جو تجھ کو اللہ سے روکے تو ثابت قدم رہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”مسلمانوں جب کسی فوج سے تمہاری مشہ بہتر جو بایا کرے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ“

جس علم سے تمہارے دلیں خطرات پیدا ہوں اور نفس کا میلان اور اس کی طرف ہو اور طبیعت کو اوس میں مڑا آتا ہو اور اسکو ہسکے گو وہ حق ہو اور اللہ کے اوس علم کو جس کو اوس نے اپنے رسول پر اتارا تھا اور رسول و خلفاء و اصحابہ و تابعین کا جو اونکے بعد ہوئے اور اون امان ہادی کا اقتدار جو نفسانی خواہش اور اسکی پیروی سے مبرا تھے تو گمان و شک و وہم اور اون جو بڑے دعووں سے بچو گئے جو سید ہی راہ اور اوس کے حقائق سے گمراہ کر دینے ہیں۔ اور اگر تم خدا کے بندہ ہو اور تمہاری پاس نہ علم ہے نہ عمل تو تمہیں کچھ پرواہ نہیں ہے۔ علم میں سے وحدانیت کا علم اور عمل میں سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اوس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابہ کی محبت اور جماعت کی نسبت حق ہونے کا اعتقاد میں کرتا ہے۔ ایک شخص نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ تو آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے اوس کے لئے کون سا سامان جمایا ہے اوس نے کہا کہ کچھ ہی نہیں مگر اتنی بات ہے کہ میں اللہ اور اوس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ ”اومی اوسی کے ساتھ رہیگا جس سے اوس کو محبت ہے“

ع۔ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْقِيَامُ فَتَنَّا شَتَوَا أَوْ أَذْكُرُوا ۖ اللَّهُ كَشَفَ لَكُمْ تَغْلِبُونَ

پارہ دوم رکوع دوم (سورہ انفال کی پینتالیسویں آیت)۔

جب تجھے کثرت سے خطرات و وسوسے گذرین تو یہ پڑھا کر سُبْحَانَ الْمَلِكِ  
 اَخْلَقَ اِنْ يَشَاءُ يَدْهَبْكُمْ وَيَا تَنْجِلْنِيْ جَدِيْدٌ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ  
 رپاک ہے بادشاہ سب کا پیدا کرنے والا اگر چاہے تو تم کو مٹا کر نئی خلقت کو  
 لے آئے اور یہ خدا پر کچھ دشوار نہیں ہے)

جب تک کہ یہ نہو کہ تمہارے قلب میں تمہارے علم اور تمہارے جد و جہد کے ساتھ  
 کوئی تعلق باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے ناامید نہ ہو جاؤ اور اس وقت  
 تک تمکو نہ روحانی راحت پہنچے گی نہ مدد اور نہ مردوں کا مقام نصیب ہو گا۔  
 گناہوں کی بلا میں پڑنے سے بچنے کے لئے سب سے مضبوط قلعہ استغفار ہے  
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”اور خدا ایسا نہیں ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جو رہا ہو اور وہ  
 ان کو عذاب دے اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ لوگ معافی مانگتے رہیں اور وہ انکو  
 عذاب دے۔“

جب تیری زبان پر ذکرِ گران گذرے اور تیری گفتگو میں لغو کی کثرت ہو اور تیری  
 نفسانی خواہشوں میں تیرے اعضا کو انبساط حاصل ہو اور تیرے مصالح میں غور  
 فکر کا دروازہ بند ہو جائے تو سمجھ لے کہ یہ تیرے بھاری گناہوں یا تیرے دلیں  
 نفاق موجود رہنے کے سبب ہے اور تیرے لئے کوئی تدبیر نہیں ہے مگر حقیقت

ع ۵ و مَا كَانَ لِلّٰهِ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَتٰهُمْ مِّنْ اَمَامٍ مَّكَانَ اللّٰهِ مَعَذِّبَهُمْ وَهُمْ لَا يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ ۵

پارہ ۹ نم رکوع ہیچیم (سورہ انفال کی تیسویں آیت) ۱۲

واصلاح اور اللہ کا سہارا پکڑنا اور اللہ تعالیٰ کے دین میں خلوص برتنا کیا تو اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا ہے اَلَّذِينَ تَابُوا وَاصْلَوْا وَاعْتَصَمُوا بِاللّٰهِ وَأَحْلَسُوا ذُرِّيَّهُمْ كَاُولَئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ھا اور ”من المؤمنین“ نہ فرمایا اگر صاحب علم ہو تو اسپر غور کرو۔ اپنے پروردگار کے ساتھ جھگڑا کرنے سے باز آؤ مؤحد ہو جاؤ گے۔ ارکان شرع پر عمل کرو سنی ہو جاؤ گے۔ اور دونوں کو جمع کرو محقق ہو جاؤ گے۔

مجھے کہہ گیا کہ اے علی رو سے زمین پر فقہ کی کوئی مجلس عز الدین بن عبدالسلام کی مجلس سے اور علم حدیث کی کوئی مجلس شیخ عبدالعظیم مستدری کی مجلس سے اور علم حقائق کی کوئی مجلس تیری مجلس سے زیادہ پر رونق نہیں ہے۔ جو شخص اس امر کو دوست رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مملکت میں اس کا گناہ نہ کرے وہ یہ پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت ظاہر نہو اور نہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ظہور ہو۔

جب تک کہ تم دنیا و اہل دنیا سے پرہیز و زہد نہ کرو گے ولایت کی خوشبو نہ سونگھو گے۔

قبض کے اسباب تین ہیں گناہ جب کا ارتکاب تم نے کیا ہو یا دنیا جو تم سے

گرجن لوگوں نے تو یہی اور اپنی حالت درست کر لی اور اللہ کا سہارا پکڑا اور اپنی دین کو خدا کی واسطے خالص کر لیا تو یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہونگے۔ (پانچواں پارہ اٹھارہواں رکوع) سورہ نساء کی ایک سو چالیسویں (۱۴۷) آیت - ۱۲ - مترجم

ع - حالت و امید و بیم سے ترقی کر نیچے بعد کی ”قبض و بسط“ دو حالتیں ہیں پس عارف کیلئے قبض و بسط ہی ہر جیسا مستان کے لئے سقوط۔ اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ خوف و حیران امید و بیم آئندہ کے کردہ یا محبوب امر سے متعلق ہوتا ہے۔ اور قبض و بسط امر موجود فی الوقت کے متعلق ہوتا ہے جو عارف کے قلب پر غالب ہو یعنی وار و غیبی - مترجم۔

۵۰ - دیکھو ہر آدمی میں ہے کہ ”لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہونگے“ یہ نہیں ہے کہ وہ مسلمان بنیں۔ مستتر

چلی گئی ہو یا کوئی شخص جو تمکو تمہاری جان یا آبرو کی نسبت اذیت دیتا ہو۔ پس اگر تم نے گناہ کیا ہے تو استغفار کرو۔ اگر تم سے دنیا چلی گئی ہے تو اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔ اور اگر تم نے ظلم کیا ہے تو صبر و تحمل کرو وہ تمہاری دوا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تمکو قبض کے سبب پر مطلع نہ فرمائے تو اجراے احکام الہی کے نیچے ٹھہرے رہو وہ چلتا ہوا بدل ہے

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ متابعت کی حقیقت کیا ہے آنحضرت نے فرمایا کہ ہر شے کے نزدیک ہر شے کے ساتھ اور ہر شے میں متوجع کا دیکھنا۔  
پیروہ ہے جو تمکو راحت کی راہ دکھائے نہ وہ جو مصیبت کی۔

جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کی جس صورت سے رسول اللہ صلیہ وسلم بلا تے تھے بلایا وہ بدعتی ہے۔

بڑے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے والے کے آداب میں سے یہ ہے کہ اونکے مخالفوں سے کٹنا رہ کر کش رہے اور اونہیں کی طرف مائل رہے اور اونہیں سے محبت و خصوصیت رکھے اور اونکے عقائد کی تفتیش سے باز آئے۔

جب تم علماء کے ساتھ بیٹھو تو اون سے باتیں نہ کرو مگر علوم منقولہ و روایات صحیحہ کی اس طرح سے یا تم اونکو فائدہ پہنچاؤ گے یا وہ تمکو اور اون سے غایت درجہ کا نفع یہی ہے اور جب تم عایدن و زاہدون کے ساتھ بیٹھو تو اون کے ساتھ تم بھی زہد و عبادت کے مصلے پر بیٹھو اور جس چیز کے وہ عادی ہوں او سکواونہیں کرنے دو اور جس چیز کو وہ دشوار سمجھتے ہوں او سکواون پر آسان کردو اور معرفت

مین سے جس چیز کا مزا اونہو نے نہ چکھا ہو وہ اونکو چکھا دو۔ اور جب تم صدیقوں کے ساتھ بیٹھو تو جو کچھ تم جانتے ہو اسکو چوڑ دو تو علم کمینوں تک پہنچ جاؤ گے۔  
جب فقیر نے اپنے نفس کی بچ کی اور اوس کی طرف سے جواب دیا تو وہ اور مٹی دونوں یکساں ہیں۔

جو فقیر سچ وقتی نمازون میں حضور جماعت کا برابر پابند نہواوس کا اعتبار نہ کرو۔  
جس شخص پر اپنے ارادہ کا شہود غالب ہو گا اوسکی عزیمتیں مراد کی سرعت و کثرت اور اوس کے انواع کے اختلاف کی وجہ سے نسخ ہو کرین گی۔ اور کونسا وسیع وقفہ اوس کو ملے گا کہ وہ ارادہ باندھے گا یا توڑے گا یا اپنے امور میں سے کسی کا عزم کرے گا یا نیت کرے گا کیونکہ اوسکے ارادے متعدد اور اوسکے صفات مضحمل ہونگے۔ تمکو اوس شخص کے نور سے کیا نسبت جنہوں نے اپنے رب کے نور سے نظر کی اور وسعت حاصل کی اور منظور الیہ نے اونکو اُس سے باز نہ رکھا جس کے ذریعے نظر کی تھی چنانچہ اونہوں نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شے نہ ہوئی اور کوئی شے نہو گی مگر میں نے اوس کو دیکھا ہے الحدیث۔

جب تم کو اپنے احوال باطنہ یا ظاہرہ میں سے کوئی اچھے معلوم ہوں اور تم کو اوس کے زائل ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ماشاء اللہ لا قو کا لا یا اللہ پڑھا کرو۔  
محققین کا درد ہوا کا درد کرنا اور مولیٰ کی محبت سے اور محبت نہیں چاہتی کہ عاشق کو معشوق کے سوا کسی کے کام میں لگائے۔ اور اک دوسری روایت میں ہے کہ محققین کا درد تمام وقتوں میں حق کے ذریعے نفس کا باطل سے پھیرنا ہو۔  
عالم کے لئے اس گروہ کی راہ میں چلنا کمال کو نہ پہنچیکا مگر یہ اصل صحیح پیر نامح

کی صحبت میں۔

ایک وقت کی عبادت کو دوسرے وقت پر بٹالاکر دو روزہ اوسکے یا اوس کے مثل کے فوت ہو جانے کی سزا میں گرفتار ہو گئے کیونکہ تم نے اوس وقت کو ضائع کیا حالانکہ ہر وقت کے لئے ایک خاص حصہ ہے پس حق بندگی ربوبیت کے حکم سے اپنے حق کو چاہتا ہے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ جو درمیں آخر شب تک دیر کرتے تھے تو یہ اون کی عادت جاریہ اور سنت ثانیہ تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے اونکے لئے اُسی وقت لازم کر دیا تھا مگر اس شرط کے ساتھ کہ اوس کی نگہداشت کریں اور تلوکیہ بات کہان نصیب ہو سکتی ہے تمہارا میلان تو آرام و راحت کی طرف اور رجحان شہوت کی طرف ہے اور مشاہدات سے غفلت ہے بیعتات ریجھات ہیجھات۔

یہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص دونوں جہان کی عزت چاہے اوس کو چاہئے کہ دو دن بھی ہمارے مذہب میں آجائے۔ اس پر ایک شخص نے انے کہا کہ میں کس لئے اسکی کیا صورت ہے اونہوں نے کہا کہ تم بیٹن کو اپنے دل سے نکال دو اور دنیا سے اپنے بدن کو آسائش دواؤ اس کے بعد جس طرح چاہو رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اوس بندہ پر عذاب نہیں کرتا جو فروتنی کے ساتھ مکان سے آرام لینے کے لئے پاؤں پھیلائے وہ تو اوس کو عذاب دیتا ہے جس کے پاؤں پھیلائے میں تکبر ظاہر ہو۔

یہ راہ نہ رہبانیت کی ہے اور نہ جو اور جو سا کہانے کی یہ تو اوامر پر مبرا اور ہدایت کی نسبت یقین سے طے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَجَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً

عائیسویں پارہ کا سولہواں رکوع (سورہ سجدہ کی چوبیسویں آیت) اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے تھے کہ ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے جبکہ وہ ایمانوں پر مصر کرتے رہے اور ہماری آیتوں کا یقین بھی رکھتے



يَهْدُونَ بَاغْرًا لَنَا مَصْنُوفًا وَكَانُوا بِالْبَيْتِ كُفْرًا ۝

جس کے علم سے عمل (یعنی اپنے پروردگار کی طرف احتیاج اور خلق کے ساتھ تفریق) نہ بڑا وہ ہلاک ہونے والا ہے۔

پاک ہے وہ جس نے بہت اہل صلاح کو اپنی مصلحت سے اور سب طرح جدا کیا جس طرح مفسدون کو اپنے فساد سے۔

مومنوں کی جماعت کو یہ چھوڑ دو گو وہ گنہگار بدکار ہی کیوں نہ ہوں اور ان پر حدود قائم کرو اور اگر ان کو چھوڑ دو تو ان پر رحم کر کے نہ کاؤں سے اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر اور اپنی سزائش کے خیال سے۔

بدکار مسلمانوں کے یہاں کا کمانا کمانا اور مشرکوں کے یہاں کا نہ کھاؤ اور حجر اسود کو دیکھو کہ وہ سیاہ نہیں ہوا ہے مگر مشرکوں ہی کا ہاتھ لگنے سے یہ مسلمانوں کا۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک ہاتھ کو سنا کہ وہ کہتا ہے کہ کتنا تم اکر لے والوں کے ساتھ اکر لے گے حالانکہ میں سننے والا قریب ہوں اور میرا بچا لیتا ہی تجھے اولین و آخرین کے علم سے بے پروا کر دینگا سو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم کے۔

ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے پیروں میں تو انہوں نے کہا کہ پہلے میں اپنے آپ کو شیخ عبدالسلام بن مشیش کی طرف منسوب کیا کرتا تھا مگر اب کسی کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ دس دریاؤں میں تیرا کرتا ہوں محمد ابو بکر عمر عثمان علی جبیر مل میکائیل عزرائیل اسرافیل اور روح الکبیر۔

شیخ ابوالعباس مری کا قول ہے کہ شیخ عبدالسلام بن مشیش رضی اللہ عنہ بلاؤ

مغرب میں قتل ہوئے انکو ابن ابی الطواجن نے قتل کیا۔

اور شیخ ابوالحسن شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت علم یقین اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری وقعت کی ایک نشانی یہ ہے کہ جس کام سے تو خدا تعالیٰ کے نزدیک ذلیل نہو اور کجراہ لوگ او سکوبرا سمجھتے ہوں او سکے کرنے میں تجھے خلق سے عار نہ آئے مثلاً بازار سے اپنا سودا سلف اور کھانا پکانے کو کھڑے یا چنکر اور اپنے سر پر کہہ کے لے آنا اور کسی ضرورت کے لئے اپنی بیوی کے ساتھ پیادہ یا بازار جانا اور اس کے پیچھے گدھے پر تمہارا سوار ہونا وغیرہ اور جو کام ایسے ہیں کہ اون سے خلق کی آنکھوں میں تمہاری ذلت ہو اور شرع کو اس پر اعتراض ہو وہ علم یقین میں سے نہیں ہے اسکا ارتکاب نہیں چاہیئے۔

اگر تو بہمن صاحب یقین ہے تو سب کو دشمن قرار دے جیسا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا تھا کہ ”یہ سب میرے دشمن ہیں مگر رب العالمین“  
سچے صاحب یقین کو اگر روئے زمین والے جہلمائین تو اس سے او سکی تمکین میں زیادتی ہی ہو۔

جو شخص کرامات کا طالب ہو تا اور اپنے دل میں اونکا خیال لاتا ہے او سکو نہیں ملتی اور نہ اس کو جو اون کی طلب میں اپنے نفس سے کام لے یہ تو اوس کی عطا ہوتی ہیں جو نہ اپنے نفس پر نگاہ کرتا ہے اور نہ اپنے عمل پر اللہ تعالیٰ کی محبت میں مشغول او سکے فضل پر نگاہ رکھنے والا اپنی ذات اور اپنے عمل سے نا اسید ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسے شخص سے بھی کرامت ظاہر ہوتی ہے جو اپنے ظاہر پر مستقل رہتا ہے گو اس

ع۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَٰٓأُولَٰئِیَہِ الْغَٰلِبِیْنَ

کے باطن میں نفس کی چوریان ہوں جیسا کہ اوس عابد کو واقع ہوا تھا جس نے پانچ سو برس تک جزیرہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو اوس سے کہا گیا میری رحمت سے میری جنت میں داخل ہو۔ اس پر اوس نے کہا کہ نہیں بلکہ اپنے عمل سے۔

ایمان اور سنت کی متابعت سے بڑھ کر ایمان کوئی گرامت ہی نہیں ہے اور جس کو یہ دو باتیں عطا ہوں اور وہ ان کے سوا اور باتوں کا مشتاق ہو وہ ہوٹا مسفتری بندہ یا صواب کے علم میں برسخر خطا ہے اور اوس کی مثال ویسی ہی ہے کہ جس شخص کو بادشاہ کے حضور میں جانے کی عزت ملی وہ چار باتوں کے درست کر نیک مشتاق ہوا۔ جس گرامت کے ساتھ اللہ سے اور اللہ کی جانب سے رضامندی اور اللہ کے لئے اور اللہ سے محبت نہ ہو ایسی گرامت والا صاحب استدراج مغرور یا ناقص ہلاک ہونے والا ہے۔

قطب کے لئے پندرہ گرامتیں ہیں پس جو شخص انکے یا ان میں سے کسی کا دعویٰ کرے اوسکو چاہیے کہ یہ وہ کلمات ہیں کہ اوسکو رحمت بھمت - خلافت و نیابت کی مدد کرنے والوں اور حاملان عرش عظیم کی مدد کرنے والوں سے مدد پہنچتی ہے۔ اور حقیقت ذات اور احاطہ صفات کا اوسکو کشف ہوتا ہے اور وہ اس گرامت سے سرفراز ہے کہ دونوں وجود اور اول سے انفصال اول اور جو اوس سے انتہا تک متصل ہے اور جو اوس میں قائم ہے اوس کے درمیان حکم جاری کرتا اور فیصلہ دیتا ہے۔ اور وہ حکم ماقبل و حکم مابعد اور اوس شخص کے حکم سے واقف ہے۔ جبکہ نہ قبل ہے اور نہ بعد۔ اور اوسکو علم الہیہ حاصل ہے اور یہ وہ علم ہے جو ہر علم اور ہر معلوم محیط ہے اور ستر اول سے شروع ہو کر منتہا سے ستر تک پہنچا اور اوس کی طرف لوٹا ہے۔

میں نے غیب کی آواز سے سنا کہ اگر تو میری بخشش و عنایت چاہتا ہے تو میری طاعت کی پابندی اور میری نافرمانی سے روگردانی اپنے اوپر لازم کرے۔

ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں اللہ عزوجل کے سامنے کھڑا ہوں اور اس نے کہا کہ کسی چیز میں میرے کمر سے بیغم نہ ہو گویں تجھے امن بھی دوں کیونکہ احاطہ کرنے والا مسیحا علم کا احاطہ نہیں کر سکتا اور اسی طرح لوگوں نے مراتب میں ترقی کی ہے۔ کسی علم یا کسی مدد کی طرف مائل نہ ہو اور اللہ کے ساتھ رہ اور اس سے بچا رہ کہ تو اپنے علم کو اس غرض سے پھیلائے کہ لوگ تیری تصدیق کریں بلکہ اپنے علم کو اس لئے پھیلا کر اللہ تعالیٰ تجھے سچا سمجھے۔

دلہن میں علوم اسی طرح ہیں جس طرح روپے پیسے ہاتھوں میں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس سے تمکو نفع پہونچاے اور اگر چاہے تو ضرور پہونچاے۔

یہ کہتے ہیں کہ ایک شب کو میں یہ آیت پڑھ کر سو گیا <sup>عَلَّامُ الْغُیُوبِ</sup> اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَآتِلِیْکَ بِمَا فِیْ سِرِّیْ (اور اون لوگوں کی خواہشوں پر نہ چلو جن کو علم نہیں اللہ کے مقابلے میں یہ لوگ تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکتے) تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو جانتے ہیں مگر اللہ کے مقابلے میں تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔

جو شخص کمال کے درجوں پر پہونچنے کے قبل پورے طور سے خلق کی طرف جھکا وہ اللہ تعالیٰ کی نظر سے گرا اس لئے اس بھاری بیماری سے پرہیز کر و کیونکہ بہت سے لوگ اس میں پھنسے اور مشہور ہو جانے اور ہاتھ کو چومے جانے پر قانع ہو گئے اس لئے

ع۔ پچیسویں پارہ کا اٹھارہواں رکوع (سورہ جاثیہ کی آیت ۱۸ و ۱۹)

اللہ کے سہارے پر رہو اللہ تم کو سیدھی راہ کی طرف لیجائے گا۔

ولی کی چپی ہوئی خواہشوں میں سے اوس کا یہ ارادہ ہے کہ جس نے اوس پر ظلم کیا ہے اوس پر اوسے فتح حاصل ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے معصوم اکبر سے ارشاد فرمایا ہے کہ جس طرح ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو، یعنی اللہ تعالیٰ بعض مرتبہ اون کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا۔

جب تم اوس راہ پر پہنچنا چاہو جس میں ملامت نہیں ہے تو لازم ہے کہ ”فرق“ تمہاری زبان میں موجود اور ”جمع“ تمہارے باطن میں مشہود ہو۔

جس اسم کے ذریعے تم کو کوئی نعمت حاصل کرنی چاہو یا کسی رحمت سے بچنا چاہو وہ ذات اور توحید بالصفات سے حجاب ہے مگر یہ مراتب و مقامات والوں کیلئے ہے اور عام مومنین جو ہیں وہ اس سے علیحدہ کر دئے گئے اور اپنی اپنی حدود کی طرف رجوع کرنے والے ہیں اور اللہ اون کے اجر و نین سے کچھ کم کرنا والا نہیں ہے۔ اگر نوح علیہ السلام کو معلوم ہوتا کہ اون کی قوم سے آیندہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ عز و جل کی توحید کریں گے تو وہ اون کے لئے بدعا کرتے اور یہی کہتے کہ یا اللہ میری قوم کو بخش دے یہ نہیں جانتی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا مگر ان میں سے دو تون نے خدائی علم و دلیل کی تعمیل کی تھی۔

جس نے نماز و روزہ پر اجرت و رشوت لی اور سر جھکانے اور ذکر میں مشغول ہونے کے وقت لوگوں کی نگاہیں پڑنے سے لطف اٹھایا اوس کے لئے کچھ اجر نہیں ہے اور ایسے لوگوں کا جرم غیر و ن کی اضافات اور رویت طاعات کی وجہ سے

عَفَا عَنْكَ لَمَّا صَلَّوْا الْحَرَمَ مِثْلَ الْبُحْرِ - سورہ احقاف کی آخر آیت (پارہ ۲۶ - رکوع ۴)

اون جرموں سے زیادہ ہوتا ہے جو گناہوں اور کثرت مخالقات کے سبب ہوتے ہیں اور انکے لئے وہی کفایت کرتا ہے جو ان سے طاعات و دعائوں کی اجابت و نیکیوں کی طرف سبقت کا ظہور ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند وہ شخص ہے جو صبح کے وقت طاعات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی چاہلوسی اس لئے کرتا ہے کہ اس سے اپنی مسرت چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”خالص خدائی کی فرمانبرداری منظر رکھ کر اُسی کی عبادت کئے جاؤ۔ مگر لو کہ خالص فرمانبرداری خدا ہی کیلئے ہے۔“ اللہ تعالیٰ کے عارف کو حظوظ نفس منغص نہیں کرتے کیونکہ وہ جو کچھ لیتا اور جو کچھ ترک کرتا ہے اوس میں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے مگر اوس صورت میں کہ یہ حظوظ گناہ ہوں۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو ذلیل کرتا ہے تو اوس کے حظوظ نفس کو ظاہر کرتا اور اوس کے دین کے عیبوں کو ڈھانک دیتا ہے بس وہ اپنی خواہشوں میں پٹے کھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ ہلاک ہو جاتا اور سمجھتا نہیں ہے۔

جب عارف بوجہ غفلت کے ایک سانس یا دو سانس بھی ذکر کو ترک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اوس پر شیطان کو مسلط کر دیتا ہے اور وہی اوس کا مصاحب ہو جاتا ہے لیکن جو عارف نہیں ہے اوس کی اس قسم کی باتوں سے چشم پوشی کی جاتی اور مواخذہ نہیں کیا جاتا مگر جب ایک دقیقہ یا دو دقیقے یا ایک زمانہ یا دو زمانے یا ایک گھنٹی یا دو گھنٹیں علی اختلاف المراتب گذر جائیں۔

عَا عُبْدَ اللَّهِ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۚ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ سُوْرہ زمز کی دوسری تیسری

آیتیں (پارہ ۲۳ - رکوع ۱۵) مترجم

بعض اولیا ایسے ہیں جنکو جام کے دیکھنے ہی سے نشہ ہو جاتا ہے اور وہ پھر  
 اسے چکھتے بھی نہیں ہیں پھر شراب کو چکھنے اور اس سے چمک جانے کے بعد  
 کیا حال ہوتا ہوگا۔ اور جانتا چاہیے کہ بہت تھوڑے آدمی چمک جانے کے مطلب  
 کو سمجھتے ہیں۔ یہ اوصاف کے اوصاف کے۔ اخلاق سے اخلاق کے۔ انوار سے انوار  
 کے۔ اسماء سے اسماء کے یقوتوں سے نعتوں کے۔ اور افعال سے افعال کے  
 مل جانے کا نام ہے۔ اور جو پینا ہے وہ قلب پھون اور رگون کا اس شراب سے  
 اس قدر سیراب ہو جاتا ہے کہ نشہ ہو جائے۔ اور جام یا میاں حق تعالیٰ کی وہ معرفت  
 ہے جس میں خالص چینی ہوئی شراب طہور اپنے خاص بندوں میں سے جسکو  
 چاہتا ہے دیتا ہے پس پینے والا کبھی اس پیالہ کو صورتِ مشابہہ کرتا ہے اور کبھی معنوی  
 طور پر اور کبھی علمی طرز پر پس صورت تو جسموں اور نفسوں کا حصہ ہے اور معنویہ دلوں  
 اور عقولوں کا اور علیہ ارواح اور اسرار کا۔ ہائے وہ کیسی عمدہ شراب ہے کیا اس کی  
 شیرینی ہے زہے نصیب اس کے جس نے اسکو نوش کیا۔

دیکھو اپنے آپ کو بار بار گناہ میں پڑنے سے بچاؤ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی حدوں  
 سے تجاوز کرتا ہے وہی ظالم ہے اور ظالم امام نہیں ہوتا اور جس نے گناہ ترک کئے  
 اور جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کو مبتلا کیا ہے اس پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کے  
 وعدہ و وعید کا یقین کیا وہی امام ہے گو اس کے پیرو تھوڑے ہیں۔

ایک ہی مرد جس میں اس کی صلاحیت ہو کہ تمہارے اسرار کے رکھے جانے  
 کا محل ہو ایسے ہزار مردوں سے بہتر ہے جس میں اسکی صلاحیت نہ ہو۔

ہم تو اللہ تعالیٰ کی طرف ایمان و یقین کی بصیرتوں سے دیکھتے ہیں اس لئے

ہم دلیل و برہان سے بے نیاز نہین اور ہم اللہ تعالیٰ ہی کو مخلوقات کی دلیل بنانے لگے ہین کیا بادشاہ معبود حق کے سوا کوئی اور چیز ہی وجود میں ہے اس لئے اون کو نہ دیکھو اور اگر اون کا دیکھنا لادبی ہو تو اون کو اسی طرح دیکھو جس طرح ہوا میں ذروں کو اڑتے دیکھتے ہو کہ اگر اون کو چھو تو کچھ بھی نہ ملے۔

اللہ تعالیٰ کے انوار سے بس کا قلب معمور ہو جاتا ہے اوس کی بصیرت امن نقصانوں اور برائیوں سے اندہی ہو جاتی ہے جو اسکے مومن بندوں میں مقید ہین۔ کوری دور ہوئی اور معنی کی بنیائی آئی پس اللہ تعالیٰ کی طرف نگاہ کرو وہی تمہارا لمبا و ماویں ہے اسلئے نگاہ کرو تو اوس کی طرف اور سنو تو اس سے سنو اور باتین کرو تو اس کی باتین کرو اور اگر موجود ہو تو اوس کے پاس موجود ہو اور اگر نہ ہو تو اوس کے سوا کوئی چیز نہیں ہے۔

بصیرت کا بھی وہی حال ہے جو بصارت کا یعنی جس طرح آنکھ میں ادنیٰ سی چیز کے پڑ جانے سے نظر میں فتور واقع ہوتا ہے گو وہ اندھا پن کے درجہ تک نہ پہنچے اسی طرح برائی کی صفات کا خطرہ بصیرت کی نگاہ میں خلل انداز ہوتا اور فکر و ارادہ کو دھندلا کر دیتا اور نیکی کو سر سے غائب کر دیتا ہے اور اوس پر عمل کر لینا صاحب بصیرت کے اسلام کا ایک حصہ زائل کر دیتا ہے اور اگر اوس برائی پر جہار ہو تو اسلام حصہ حصہ کر کے زائل ہوتا رہتا ہے اور جب علما و صالحین کی بدگوئی اور حبیب جاہ اور ظالموں کے نزدیک منزلت حاصل کرنے کے لئے اون کی دوستی تک اوس کی انتہا پہنچی تو سارا اسلام اوس سے خست ہوا اور رہ گزرا اوس کے ظاہری صلاح و تقویٰ سے دھوکا نہ کھانا کیونکہ اوس میں جان نہیں ہے اسلام کی جان تو اللہ اور



اوس کے رسول کا عشق اور آخرت اور اللہ کے نیک بندوں کی محبت ہے۔  
 اللہ عزوجل کی نظر ایسی ہے کہ کوئی چیز اوس سے مستند نہیں ہوتی ہے مگر اسی  
 نے اوس کو پیدا کیا ہے اور نہ کوئی چیز اس میں ٹہرتی ہے اور نہ منظور سے مڑتی ہے  
 اوس کا رتبہ اس سے کہیں اعلیٰ ہے کہ اوس میں قصیر و نفوذ و تجاوز و حدود  
 کو دخل ہو۔

چیزوں کو صفات میں اسی طرح مرکوز تصور کرو جس طرح وہ اپنے وجود سے  
 پہلے تھیں بعد اوس کے نگاہ و نظر او تو کیا تمکو ذات کے لئے کوئی مقام یا ہستی کی  
 کوئی ہستی یا اوس چیز کی کوئی شان دکھائی دیگی؟ بس یہی حال وجود کے بعد  
 ہی ہے۔

جو شخص اپنے دل کی آنکھ کے کمل جانے کا مدعی ہو اور اللہ تعالیٰ کی طاعت  
 میں بناوٹ کرے اور خلق اللہ کے مال کی طمع رکھے وہ جھوٹا ہے۔  
 تصوف نفس کو بندگی کا جوگر کرنا اور احکام ربوبیت کی طرف پھیر لانا ہے۔  
 صوفی اپنے وجود کو واسطی طرح دیکھتا ہے جس طرح ہوا میں اڑنے والے  
 ذروں کو نہ موجود ہے اور نہ معدوم اور اوس حالت کے مطابق رکھتا ہے جس پر وہ  
 اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے۔

ان سے حقائق کی نسبت سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ معانی ہیں جو قلوب  
 میں قائم ہیں اور جو قلوب کے نزدیک واضح و منکشف ہوتے ہیں وہ غیوب  
 ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش و انعام ہیں اور انہیں کے ذریعے سے  
 لوگ نیکی و طاعات تک پہنچتے ہیں اور اسکی دلیل یہ مختصر پ کا حارثہ سے پوچھنا

ہے کہ تم نے کیونکر صبح کی انہوں نے کہا کہ حقاً مومن ہونے کی حالت میں صبح کی صبح کی اُحدیث۔

جس نے وجود کو پالیا وہ ہر موجود سے فنا ہو گیا اور جو وجود کے ساتھ ہوا اس کے لئے ہر موجود ثابت ہوا۔

بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ کے اثبات سے ثابت کرنا اور تم کو یہ ضرر نہ کرے گا جو انہیں کے ذریعے اور انہیں کی طرف سے ہو۔

محققین غیر اللہ تعالیٰ کے شہود سے ابا کرتے ہیں کیونکہ قیومیت کے شہود اور دیومیت کے احاطہ کی تحقیق ان کو اسی سے ہوتی ہے۔

قلب سے ہوا وہوس کے زائل ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ ہر سانس میں بغیر اختیار کرنے اوس حالت کے جس میں وہ شخص ہو اللہ تعالیٰ کے لقاء کی محبت ہو قرب کی حقیقت قرب کے سبب سے قرب کی عظمت کے باعث قرب سے غائب ہو جاتا ہے۔

جب تک کہ بندہ کے ساتھ خواہشوں میں سے کوئی خواہش اور اپنی مشیتوں میں سے کوئی مشیت رہے گی وہ ہرگز اللہ تعالیٰ تک نہ پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ کے سبب سے اولیا تمام چیزوں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور اللہ کے ساتھ ان کی نہ کوئی تدبیر رہتی ہے اور نہ کوئی اختیار اور علم تدبیر میں کرتے اختیار رکھتے نگاہیں دوڑاتے اور نور حاصل کرتے ہیں اور یہ ہمیشہ اپنی عقل و حواس کے ساتھ رہتے اور نیک کام کرتے ہیں اور گوان کے جسم میں اطمینان رہتا ہے مگر ان کے باطن میں کشاکش و منازعت ہوتی ہے اور ان کے احوال کے بیان

کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر ولی اپنی انتہا میں اس واسطے تمہارے لئے ان کی  
خاہری نیکو کاری بس کرتی ہے اور ان کے باطنی احوال کی شرح سے اسی پر  
کفایت کر لینی چاہیئے۔

کسی امر میں کچھ اختیار نہ کرو اور یہ اختیار کرو کہ کچھ اختیار نہ کرو اور اس مختار سے  
اوسى طرح بھاگو جس طرح ہر چیز سے اللہ تعالیٰ کی طرف بہاگتے ہو۔ اور تمہارا رب  
پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور اختیار کرتا ہے لوگوں کو کچھ اختیار نہیں ہے۔ اور  
شرع کی کل چینی ہوئی باتیں اور اس کی ترتیبات تو اللہ ہی کی اختیار کی ہوئی  
ہیں تم کو ان میں کچھ دخل نہیں ہے اور تم کو ان سے چارہ نہیں ہے۔ سنو اور  
اطاعت کرو۔ اور یہ فقہ ربانی اور علم الہی کی جگہ ہے۔ اور جو حقیقت کہ اللہ تعالیٰ  
سے ماخوذ ہے اس کے علم کی اس شخص کے لئے کہ سید ہا ہو یہی زمین ہے  
نافہم۔

جو پرہیز گاری کہ تمہارے حق میں علم و نور کی مٹھرنہو اس کا کوئی اجر شمار میں نہ  
لو اور جس بُرائی کے بعد خوف اور اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگنا وقوع میں آئے اوس کا  
کوئی وبال حساب میں نہ لو۔

جب تک کہ تجھے اوپر نہ چڑھایا جائے اوپر نہ جاوے نہ تیرا قدم پھسل جائیگا۔  
بدبخت ترین آدمی وہ ہے جو اپنے مولیٰ پر اعتراض کرے اور اپنی دنیا کی  
تبدیر میں پھنسا رہے اور سپرد و منتہی اور اپنی آخرت کے لئے عمل کرنے کو بھول  
گیا ہو۔

نفس کے چار مرکز ہیں۔ ایک مرکز خواہش نفسانی کے لئے مخالفتوں میں

ہے۔ دوسرا مرکز خواہش نفسانی کے لئے طاعتوں میں ہے۔ تیسرا مرکز آرام کی طرف میلان میں ہے۔ اور چوتھا مرکز مفروضات کے دائرہ کرنے سے عاجزی میں ہے۔ اس لئے مشرکوں کو تم جہان پاؤ قتل کرو۔ اور اون کو گرفتار کرو اور روک رکھو اور ہر گناہ کی جگہ اون کی تاک میں بیٹھو۔“

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی قربت یہ ہے کہ نفس کے ارادہ کو قطع کر دینے کے ذریعہ سے اوس سے مفارقت اختیار کرے اور جس چیز کی اوس کو خواہش ہو اور اوس سے اوس کے زندہ رہنے کی امید کی جاتی ہو اوس کے ترک کے ذریعہ سے اوس سے رہائی چاہے۔

سب سے زیادہ بد بختوں میں سے وہ ہے جو چاہتا ہو کہ لوگ اس کے ساتھ اس کے کل ارادہ کے موافق معاملہ کریں اور یہ اپنی ذات میں لوگوں کے بعض ارادہ کے موافق بھی معاملہ کرنے کی صلاحیت نہ پائے۔

اور تمہاری ذات سے اپنی تعظیم کا طالب ہو اور اپنی ذات سے تمہاری تعظیم کا طالب نہ ہو اور تمہیں کو تکلیف دینا چاہتا ہو۔

میں خود اپنی ذات کے لئے اپنی ذات کے نفع رسان ہونے سے ناامید ہو بیٹھا ہوں تو کیونکر غیر کے سیکر لئے نفع رسان ہونے سے ناامید نہ ہو جاؤں اور اپنے غیر کے لئے اللہ سے امید رکھتا ہوں تو کیونکر خود اپنے لئے اوس سے امید نہ رکھوں اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا قلب زنگ آلود نہ ہو اور تمہارے کوئی رنج و مصیبت نہ آئے

ع۔ فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوا حُكْمَهُمْ وَاحْضَرُوا لَهُمْ مَوَاقِعُ دَا  
لَهُمْ كُلِّ مَرْصِدٍ دسویں پارہ کا ساتواں رکوع (سورہ توبہ کی پانچویں آیت) ۱۲

اور تیر کوئی گناہ نہ رہے تو سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
اللَّهُمَّ نَبِّتْ عَلِمًا فِي قَلْبِي وَاعْفُ عَنِّي ذُنُوبِي کثرت سے پڑھا کرو۔

ہمارے نزدیک کوئی گناہ کبیرہ دو چیزوں سے بڑھ کر نہیں ہے ترجیح کے  
ساتھ دنیا کی محبت اور رضامندی کے ساتھ جہل پر ٹھہرا رہنا کیونکہ دنیا کی محبت  
سب گناہوں کی چوٹی ہے اور جہل پر ٹھہرا رہنا کل معصیتوں کی جڑ ہے۔

اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے ہاتھ کے کیما ٹھیک اترے تو خلق کو اپنے قلب سے  
دور کر دو اور اپنے پروردگار سے اسکی طمع نہ رکھو کہ جو تمہارے لئے پہلے مقدر ہو چکا  
ہے اوس کے سوا تم کو وہ عطا کرے گا۔ اس کے بعد جس چیز کو تم ہاتھ لگاؤ گے  
جو تم چاہو گے وہی ہو جائے گی۔

اگر تم حق سے ربط پیدا کرنا چاہتے ہو تو اپنے نفس سے بیزار ہو جاؤ اور اپنے  
حول و قوت سے باہر نکل آؤ۔

اگر تم قول میں راستی چاہتے ہو تو اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ اگر اپنے  
سارے احوال میں اخلاص چاہتے ہو تو قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اگر رزق کی فراخی  
چاہتے ہو تو قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور اگر بُرائی سے سلامتی چاہتے ہو تو قُلْ  
اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ کثرت سے پڑھا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ بعضوں نے کہا ہے  
کہ کثرت کا اقل مرتبہ ستر بار ہر روز ہے سات سو تک۔

چار چیزیں ایسی ہیں کہ اونکے رہتے ہوئے علم کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ دنیا کی  
محبت۔ آخر سے غفلت۔ افلاس کی دہشت۔ اور آدمی کی ہیبت۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے سچا قول سترائی کے ساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

کہنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عشق کی طرف سب علموں سے بڑھ کر لے جانے والا  
دُنیا کو دشمن سمجھنا اور اہل دُنیا کی موافقت سے ناامید ہو جانا ہے۔

ترک دُنیا میں حد سے تجاوز نہ کر جاؤ ورنہ اوس کی تاریکی تم کو ڈھانک لے گی  
اور تمہارے اعضاء اوس کے لئے کھل جائیں گے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اُس سے  
باہر نکل آنے کے بعد تم ہمت یا فکر یا ارادہ یا حرکت کے ذریعے اُسے گلے  
لگانے کو لوٹو گے۔

دُنیا کو دوست رکھنے والے میں تقویٰ کہاں تقویٰ تو اوس میں ہے جو  
اوس سے منہ پھیر لے۔

جب تم دُنیا یا آخرت کی کسی چیز کی طرف متوجہ ہو تو یا قُحِّی یا عَزِیْی یا عَلَیْہِمْ یَا  
قَدَّیْرُ یا سَمِیْعُ یا بَصِیْرُ کہہ لیا کرو۔

جب دُنیا یا آخرت میں سے زیادہ تم کو حاصل ہو تو حسبنا اللہ سیلوٰتینا اللہ  
میں فضلہ و رسولہ انا الی اللہ راغبون کہا کرو۔

ایک ہی خصمت ایسی ہے کہ جب بندہ اوس کو اختیار کرے گا تو اپنے زمانہ  
کے لوگوں کا پیشوا ہو جائے گا اور وہ دُنیا سے منہ پھیر لینا اور اہل دُنیا کی تکلیفین  
برداشت کرنی ہے۔

جب تم میں سے کوئی شخص مقروض ہو جائے تو اوس کو چاہیے کہ اپنے قلب  
سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرے اور اوس دین کو اللہ تعالیٰ پر ڈال دے کیونکہ  
جو دین بندہ اللہ تعالیٰ پر ڈال دیتا ہے اوس کا ادا کر دینا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو جاتا  
ہے۔

اگر ایسی دہشت سے جو تم کو معلوم ہے تمہیں کوئی حادثہ پیش آئے تو اس سے اللہ کی طرف اسی طرح بھاگو جس طرح تم آگ سے بھاگتے ہو۔ یہ باتیں علوم معاملہ کے متعلق علوم معرفت کے عجائبات میں سے ہیں۔

ان پر جب قرض ہو جاتا تو کہا کرتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ عَلَیْكَ تَدَايَعْتُ وَ عَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْكَ اَمْرُہِی قَوَّضْتُ۔ خدا یا تجھی پر میں نے قرض لیا ہے اور تجھی پر میں نے بہرہ و سوا کیا ہے اور سیکر ہی سپرد اپنا معاملہ کیا ہے۔

ایک ہی خصلت ایسی ہے جو اعمال کو باطل کر دیتی ہے اور بہت سے لوگوں کو اس سے تنبیہ نہیں ہوتا اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر بندہ کا ناراض ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”یہ اس سبب سے ہے کہ خدا نے جو اتارا اس کو ان لوگوں نے ناپسند کیا۔ پس ان کے اعمال اکارت کر دیئے“

دُنیاء کے بارہ میں لوگوں سے جھگڑنے کو ترک نہ کریگا مگر وہ ہی شخص جو قسمت پر ایمان رکھتا ہے۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان وزمین کے بیچ میں ایک چٹان والی چٹان رہا ہے کہ تم کو کمین جو لیجا تے ہیں تو صرف تمہاری روزی یا تمہاری موت یا ایسے امر کے لئے جس کا حکم اللہ تم پر یا تمہارے ذریعے یا تمہارے لئے جاری کرے گا۔ بس یہ پانچ باتیں ہیں ان کا چٹا کوئی نہیں ہے۔

جو نیکی کہ تمہارے لئے اسی وقت نور یا علم کی شمع نہ ہو اس کے اجر کی شمار

عَ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوا مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاصْبِرْ اَعْمَآلَهُمْ ۝ چھ بیسویں پارہ کا پانچواں شروع

(سورہ محمد کی نوین آیت)

میں نہ لو اور جس بُرائی کا ثمرہ اللہ تعالیٰ سے خوف اور اوس کی طرف رجوع ہوا سکے  
وہ بال کو حساب میں نہ لو۔

دونیکیاں ایسی ہیں کہ اون کے ساتھ گناہوں کی کثرت ضرر نہیں کرتی ایک  
توقضا سے الہی پر رضا مندی اور دوسرا اللہ کے بندوں سے درگزر۔

دیکھو خلق کے ساتھ ٹھہرنے سے بچو بلکہ مضرتوں اور منفعتوں کی اون سے نفی  
کرو کیونکہ یہ چیزیں اون سے نہیں ہیں اور ان کو اس طور پر مشاہدہ کرو کہ اللہ کی  
طرف سے اونہیں ہیں اور جو حکم کہ تمہارے اور اون پر جاری ہے یا تمہارے اور اون کے  
فائدہ کے لئے ہے اون کو مشاہدہ کر کے اللہ کی طرف بھاگو اور ایسا نہ ڈرو کہ اُس میں  
اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جاؤ اور حکم خدا کو اون کی طرف نہ پھیرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔  
جس نے اپنے ظاہر میں گناہوں کو چھوڑا اور اپنے باطن سے دنیا کی محبت  
کو نکال پھینکا اور نگہداشت اعضاء اور مراعات باطن کی پابندی کی اوس کو اوس کے  
رب کے پاس سے زوائد عطا ہوں گے اور اوس پر نگہبان مقرر کیا جائے گا جو اللہ  
کے پاس سے اوس کی نگہبانی کرے گا اور اوس کے سب امور ان کے نشیب و فراز میں  
اللہ تعالیٰ اوس کا ہاتھ پکڑے گا۔ اور زوائد سے مراد علم یقین و معرفت کی زیادتیان  
ہیں۔

بندہ کی نسبت نہیں کہا جائے گا کہ اوس نے گناہ چھوڑ دیئے تاوقتیکہ اوس کی  
یہ حالت نہ ہو جائے کہ گناہوں کا دل میں خیال بھی نہ آئے کیونکہ چھوڑنے کی حقیقت  
یہ ہے کہ متروک کو بھول جائے۔ مگر یہ کا ملون کے لئے ہے۔ اور اگر یہ حالت  
نہو تو تکلیف سہمرا اور مشقت کر کے چھوڑنا چاہیئے۔



بندہ دوزخ سے دور نہیں ہوتا مگر اسی صورت میں کہ اپنے اعضا کو اللہ کے نافرمانیوں سے روکے اور اللہ کی امانت کی حفاظت کو اپنی زمیت بنائے اور اپنے قلب کو اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ کے لئے اور اپنی زبان کو اس کی مناجات کے لئے کھولے اور اپنی اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے سچ کے پردہ کو اٹھا دے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنے کلمات کی روحوں کا مشاہدہ کرا دے۔

غلّ خیانت و مکر و فریب کے ساتھ دل کے ربط کا نام ہے اور حقد انہین امور کے ساتھ دل کے سخت ربط کا نام ہے۔

از تکاب محرمات کی سزا عذاب کے ذریعہ ہے اور اہل طاعات کی سزا حجاب کے ذریعہ ہے کیونکہ ان سے ان میں سو رادب واقع ہوتا ہے اور اہل مراقبات کی سزا ترک مزید کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ اقلق و جلد بازی کی سزا ستر کی ہلاکت ہے۔

جس شخص نے مروان خدا کے احوال پر اعتراض کیا، اسکے لئے لایہی ہے کہ موت سے پہلے اس کو تین دوسری موتیں آئیں۔ زلت کی موت۔ افلاس کی موت۔ اور لوگوں کی طرف احتیاج کی موت۔ اور کوئی شخص ان حالتوں میں او سپر رحم کر نہ لائے۔

شیخ مکین الدین اسمٰعیل رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اور لوگ تو اللہ تعالیٰ کے دروازہ کی طرف بلا تھے ہیں اور ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ لوگوں کو اللہ کے پاس داخل کر دیتے ہیں۔

اور شاذلی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہی نفاق کی ایک صورت ہے کہ ظاہر

میں سنت پر عمل ہو اور اللہ تعالیٰ کے علم میں اس شخص کی نسبت کچھ اور ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اولیاء و شفعاء ربنا لینا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی ایک صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”او عس کے سوا تم لوگوں کا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی سفارشی کیا تم نہیں سو نچتے۔“

جس شخص نے جاہ و منزلت کی طلب یا دنیاوی غرض کے لئے سفارش کی اور اللہ تعالیٰ اس پر عذاب دیا اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے تو بہ کی توفیق دیتا ہے۔

اللہ کے سوا خلق سے مدد چاہنی اللہ تعالیٰ کی نسبت سو رظن رکھنا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”جو شخص گمان کرتا ہے کہ دنیا و آخرت میں اللہ اس کی مدد نہ کرے گا“ (آخر آیت تک)

میرے پیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نصیحت کی کہ بصارت ایمان کی تجدید کرو تو تم اللہ تعالیٰ کو ہر چیز میں اور ہر چیز کے پاس اور ہر چیز کے ساتھ اور ہر چیز کے اوپر اور ہر چیز کے قریب اور ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے پاؤ گے۔ مگر ایسے قرب کے ساتھ جو اسکا وصف ہے اور ایسے احاطہ کے ساتھ جو اسکی صفت ہے۔

اور ظرفیت و حدود۔ اور امکان و جہات۔ اور محبت و قرب بالمساوات۔ اور دور و بالخلوقات سے باز آؤ اور اس کے وصف الا قوال والاخر والظاهر والباطن سے کلک مٹاؤ۔ اللہ تعالیٰ موجود تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی۔

عَمَّا لَكُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ قَوْلٍ وَلَا تَتَّبِعُوا الْاَوَّلَ اَنْتُمْ كَوْنٌ۔

اکیسواں پارہ چودھواں رکوع (سورہ سجدہ کی چوتھی آیت) ۱۲۔

جس کا قلب غافل ہوا اُس نے اپنے دین کو ہنسی ٹھٹھا بنایا اور جو خلق میں مشغول ہوا اُس نے اپنے دین کو کیل بنایا۔  
جب وہ لوگ کہ وفاق پر عمل کرتے ہیں نفاق سے نہیں بچتے ہیں تو اور دن کا کیا پوچھنا ہے۔

جو کامل ہوتے ہیں وہ اوصاف حق کے بھی حامل ہوتے ہیں اور اوصاف خلق کے بھی۔ پس اگر تم دن کو خلق کے اعتبار سے دیکھو گے تو تم کو بشر کے اوصاف نظر آئیں گے اور اگر حق کی حیثیت سے دیکھو گے تو حق کے وہ اوصاف اون میں پاؤ گے جن سے حق تعالیٰ نے اون کو آراستہ کیا ہوگا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی پیروی سے اون کے ظاہر میں فقر اور اونکے باطن میں غنا دیکھو گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ووجدك عاكفا غنى (اور تم کو مفلس پایا تو مالدار بنا دیا) تو کیا اون کو مال سے غنی بنایا تھا؟ ہرگز نہیں۔ آنحضرتؐ نے تو بہوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھا اور سارے لشکر کو دو ڈھائی سیر مین کھلایا اور مکہ سے پایا وہ باہر نکلے اور آپ کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی جس کو جاندار کما سکے مگر اس قدر کہ بلالؓ کی بغل او سکو ڈھانک لے۔

تنگ دستی ہر آدمی کے لئے شرف ہے یا قطب یا خلیفہ یا ایسے امین کے لئے جو ذرہ برابر بھی اپنے آپ کو اون لوگوں پر جن پر وہ خرچ کرتا ہے یعنی عیال و فقرا ترجیح دے کر اللہ تعالیٰ سے خیانت نہ کرتا ہو۔

اہل تحقیق کے علوم میں وہ علوم جن کے جاننے والوں کی تعریف آئی ہے  
گو شرف رکھتے ہوں غلبت میں۔ اور اہل تحقیق وہ ہیں جو بحرِ ذات کے شتا اور قعرِ  
صفات کے خواص ہیں۔ اور وہاں وہ اپنے سے الگ ہیں۔ اور یہ وہ اعلیٰ درجہ  
کے خاص لوگ ہیں جو انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے احوال میں شریک  
ہیں۔ اور ان کو انہیں سے بقدرِ ارث اپنے مورث کے حصہ ملا ہے۔ نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”علما را نبیاء کے وارث ہیں“ یعنی علم و حکمت کی راہ سے  
نہ کہ تحقیق بالمقام اور حال کی راہ سے ان کے قائم مقام ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ  
والسلام کے مقامات اس سے برتر ہیں کہ ان کے حقایق پر ان کے سوا کسی اور  
کی نگاہ پڑے۔

ہر وارث موروثی منزلت میں صرف اپنے مورث ہی کے انداز پر ہوتا ہے  
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بیشک ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت  
دے رکھی ہے۔ جس طرح ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے  
اور سب طرح ان کے وارثوں کو بھی بعض پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ  
والسلام حق کی آنکھیں ہیں اور ہر آنکھ کے اوس کے اندازہ کے موافق دکھائی دیتا  
ہے۔ اور ہر ولی کے لئے ایک مخصوص مادہ ہوا کرتا ہے۔

اولیاء کی دو قسمیں ہیں صاحبین و صدیقین۔ صاحبین انبیاء کے بدل ہیں۔ اور  
صدیقین رسولوں کے۔ اس لئے صاحبین و صدیقین کے مابین وہی فرق ہے  
جو نبیوں اور رسولوں میں۔ ان میں سے ایک گروہ ان لوگوں کا ہے جن کا مادہ صرت

عہ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضُ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہے اور وہ اس مادہ کو چشم یقین سے دیکھتے ہیں۔ اور یہ تعداو میں تھوڑے اور تحقیق میں بہت ہیں اور سہمی و سہری کا مادہ باعتبار اصل کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہے لیکن بعض اولیا اپنی ذات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بعض پر اون کی ذات اور اون کا مادہ مخفی رہتا ہے پس جو اوس پر وارد ہوتا ہے اوس میں وہ فانی ہو جاتا ہے اور اپنے مادہ کی تلاش میں مشغول نہیں ہوتا بلکہ اپنے حال میں ایسا مستغرق رہتا ہے کہ اپنے وقت کے سوا وہ کسی کو نہیں دیکھتا اور ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جس کو نور الہی سے مدد پہنچتی اور وہ اُس سے دیکھتے ہیں تو پہچان لیتے ہیں کہ اون میں سے کون تحقیق پر ہیں اور یہ اون کی کرامت کے سبب ہے جس سے وہی شخص انکار کر گیا جو اولیا کی کرامات کا منکر ہے۔ خدا عرفان کے بعد نگران سے بچا ہے۔

پہلی منزل جس میں اپنے سے ترقی کر کے اوپر کی طرف جانے کیلئے عاشق قدم دھرتا ہے نفس ہے پس جب اس کی سیاست و ریاست میں مشغول ہوا یہاں تک کہ اوس کی شناخت و تحقیق تک پہنچ گیا تب اس پر دوسری منزل کے انوار چمکتے ہیں اور وہ قلب ہے اور جب اس کی سیاست میں مشغول ہو کر اس کو پہچان لیا اور اوس کا کچھ بھی اثر اس پر نہ رہا تب تیسری منزل کے انوار اس پر چمکتے ہیں اور وہ تیسری منزل روح ہے اور جب اس کی سیاست میں مشغول ہوا اور اس کی معرفت کامل ہو گئی تب اس پر تھوڑا تھوڑا کر کے یقین کے انوار جلوہ افروز ہونا شروع ہوتے ہیں یہاں تک کہ اوس کی نبایات تک پہنچتا ہے۔ اور یہ عوام کا راستہ ہے اور جو خواص کا راستہ ہے وہ بادشاہی راہ ہے جس کے اقبل قلیل کی شجہ میں ہی

عقل یا بگل ہے۔

اللہ تعالیٰ جس کی مدد عقل کے نور اصلی سے فرماتا ہے وہ ایسے موجود کو مشاہدہ کرتا ہے جس کی اس بندہ کے اختیار سے کوئی حدود غایت نہیں ہے اور ساری کائنات اس میں مضحمل ہو جاتی ہے پس کہی تو وہ کائنات کو اس میں اسی طرح مشاہدہ کرتا ہے جس طرح معمار گھر کو ہوا میں اور آفتاب کی روشنی میں دیکھتا ہے اور کہی آفتاب کی روشنی کے وہاں سے منحرف ہو جانے کے باعث اس گھر کو نہیں دیکھتا پس وہ آفتاب جس کے ذریعے وہ دیکھتا ہے وہی وہ عقل ہے جو مادہ کے بعد ضروری اور یقین رکھنے والی ہے اور جب یہ نور مضحمل ہو جاتا ہے تو ساری کائنات چلی جاتی اور یہ موجود باقی رہ جاتا ہے پس یہ کہی فانی ہوتا اور کہی باقی رہتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو کمال پر پہنچانا منظور ہوتا ہے تو اس کو پوشیدہ آواز دی جاتی ہے جس میں آواز نہیں ہوتی اس وقت اس کے سمجھنے کیلئے مدد دی جاتی ہے (مگر ایسے شخص کے جو غیر اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔ یہ اللہ کی جانب سے کسی شمار قطار میں نہیں) پس اس وقت وہ اپنے نشون سے بیدار ہوتا اور کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے ثابت قدم رکھ ورنہ میں ہلاک ہوا اور یقین کے ساتھ جاتا ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا اس دریا سے اسکو کوئی نہیں بچائے گا۔ اور اس وقت اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ موجود وہی عقل اول ہے جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا وہ عقل ہے“ پس اس بندہ کو اس موجود کے نور کے سامنے اظہارِ خوار و فرمانبرداری کی توفیق عطا ہوتی ہے

کیونکہ وہ اس کی حدود غایت پرست اور زمین ہوتا مگر جب اللہ تعالیٰ اس بندہ کی اپنے اسمار کے نور کے ذریعہ سے مدد فرماتا ہے تو اس کو چشمِ زدن میں یا جس طرح اللہ چاہے قطع کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں“ اس کے بعد اللہ تعالیٰ روح ربانی کے نور کے ذریعہ سے اس کو مدد دیتا ہے تب اس موجود کو پہچانتا۔ اور روح ربانی کے میدان تک ترقی کرتا ہے۔ اور جتنی چیزوں سے یہ بندہ مزمین تھا اور جن سے خالی تھا سب خواہی خواہی چلی جاتی ہیں۔ اور لا موجود کی طرح رہ جاتا ہے۔ اسکے بعد اس کو اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے نور سے زندہ کرتا ہے۔ اور اس حیات کے ساتھ اس کو اس موجود ربانی کی معرفت کے اندر لے آتا ہے۔ اور جب اس کی صفات کے مبادی کی ہوا اس کو گنتی ہے تو وہ کہنے کو ہوتا ہے کہ یہی اللہ ہے۔ مگر عنایتِ ازلیہ اگر اسے آواز دیتی ہے کہ سن لو! کہ یہی موجود ہے جس کی نسبت کسی کو جائز نہیں ہے کہ کسی صفت کے اس کو موصوف کرے اور نا اہل کے سامنے اس کو اسکے کسی صفت سے تعبیر کرے لیکن اس کے غیر کے نور سے اس کو پہچانے۔ پس جب سر روح کے نور سے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ تو وہ اپنے آپ کو میدانِ الشّر کے دروازہ پر مٹیا ہوا پاتا ہے۔ اور اپنی ہمت کو بلند کرتا ہے کہ اس موجود کو جو ”سیر“ ہو پہچانے مگر اس کے ادراک سے اندھا ہو جاتا ہے اور اس کے تمام اوصاف کی ایسی وہجیان اڑ جاتی ہیں کہ گویا کچھ بھی نہ تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے نور سے اس کی مدد فرماتا ہے تو اس کو ایسی پائدار زندگی سے زندہ کرتا ہے جس کی کوئی غایت نہیں ہے۔ اس لئے وہ تمام معلومات کو اسی زندگانی کے نور سے دیکھتا اور

نور حق کو ہر چیز میں اس طرح مشعل پاتا ہے کہ اوسکا غیر نظر ہی نہیں آتا ہے۔ تب قریب سے اسے آواز دی جاتی ہے کہ اللہ پرنا زمانہ تو کیونکہ محبوب وہی ہے جو اللہ کے ذریعے سے اللہ سے محبوب ہو گیا ہو تاکہ یہ تو محال ہے کہ اوسکا غیر اوسکا حاجب ہو۔ اور یہاں آکر وہ ایسی زندگی سے زندہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں ودیعت فرمائی ہے۔ بعد کہ وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب میں تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں تاکہ میں تیرے غیر کو نہ دیکھوں۔ اور یہی حضرت علی الاعلیٰ تک ترقی کی راہ ہے۔ اور یہی اُن عاشقوں کا طریق ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ابدال میں اور اس منزل کے بعد جو کچھ اللہ تعالیٰ اُس کو عطا فرماتا ہے اُس میں سے ذرہ برابر کو بھی کوئی شخص بیان نہیں کر سکتا۔

والحمد لله على نعمائه۔

اور جو طریق محبوبین کے ساتھ مخصوص ہے وہ اُس سے اوسکی طرف اوسی کے ذریعے سے ترقی کرتا ہے کیونکہ اوسکے غیر کے ذریعے سے اوس تک پہنچنا محال ہے اسلئے اُن کا پہلا قدم بلا قدم ہے۔ اسلئے کہ اونپر اوس کا نور ذات ڈالا جاتا ہے جو اون کو اُسکے بندوں کے درمیان غائب کر دیتا ہے اور اون کو خلوت میں پسند آتی ہیں اور اعمال صالحہ اون کے نزدیک ذلیل نظر آتے ہیں اور آسمان و زمین کے پروردگار کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ پس جس شمار میں کہ وہ اس حالت میں ہوتے ہیں کیا برگی اونکو عدم کا جامہ پہنایا جاتا ہے۔ اور اب جو وہ نگاہ کرتے ہیں تو اپنے آپ کو نہیں پاتے۔ اس کے بعد ظلمت ان کی روایت بنا دی جاتی ہے جو انکو اُن کی نظروں سے غائب کر دیتی ہے۔ پس ان کی نظر عدم بلا علت ہو جاتی ہے۔ اسلئے تمام علتیں مٹ جاتی ہیں اور سب حادث زائل ہو جاتے ہیں۔ پھر تو نہ حادث ہے اور نہ وجود بلکہ اوس عدم بے علت کے



سوا کچھ نہیں ہے۔

اس سبب سے معرفت اوس سے متعلق نہیں ہوتی۔ معلومات مضحمل ہو جانے اور سموات ایسے زوال سے زائل ہو جاتے ہیں کہ اوسین کوئی علت ہی نہیں ہے اور وہ ہی باقی رہ جاتا ہے جس کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جسکا نہ کوئی وصف ہے نہ کوئی صفت اور نہ کوئی ذات۔ اور نعوت و اسماء و صفات بھی اس طرح مضحمل ہو جاتے ہیں۔ پس نہ اوسکا کوئی نام ہے نہ کوئی صفت اور نہ کوئی ذات۔ اور یہاں آکر وہ ظاہر ہوتا ہے جو ہمیشہ ایسا ظاہر ہے کہ اوس میں کوئی علت نہیں ہو بلکہ اپنے ستر سے اپنی ذات کیلئے اپنی ذات میں ایسے ظہور سے ظاہر ہوتا ہے جس کے لئے اولیت نہیں ہے بلکہ اُس نے اپنی ذات کے اپنے ذات کے لئے اپنی ذات میں نگاہ کی ہے۔ اور یہاں اگر بندہ ایسی زندگانی کے ظہور سے زندہ ہوتا ہے جس کی کوئی علت نہیں ہے اور اپنے ظہور میں ایسا اول ہو جاتا ہے جس کے قبل کوئی ظاہر نہیں ہے۔ اس لئے اشیا و اوس کے اوصاف کیساتھ پائی جاتی ہیں اور اوس ہی بھانہ و تعالیٰ کے نور سے اوس کے نور میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کے بعد وہ بندہ ایک دریا کے بعد دو دریا میں غوطے لگاتا جاتا ہے یہاں تک کہ دریا سے ستر تک پہنچتا ہے اور جب دریا سے ستر میں داخل ہوتا ہے تو ایسا ڈوبتا ہے کہ ابداً لا باد اس سے باہر نہیں آتا۔ پس اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اوس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بنا کر بھیجتا اور اوس کے ذریعے اپنے بندوں کو زندہ فرماتا ہے اور اگر چاہتا ہے تو اوس کو چھپا دیتا ہے۔ اوس کو اختیار ہے کہ اپنی ملکیت میں جو چاہے کرے۔ پس سن لو یہ ہے خواص و عوام کے طریق کا عطر و خلاصہ۔ انتہی میں کہتا ہوں کہ بانیو ہم نے تمہارے لئے

یہ باتیں جو اہل اللہ میں سے مکملین کے ساتھ مخصوص ہیں اسلئے زیب خامہ کی ہیں کہ تم کو ان کے مقامات کا شوق پیدا ہوا وجہ تم ان سے اس قسم کے تذکرے سنو گئے تھے ہمارے لئے انکی تصدیق کا دروازہ کھل جائے گا جیسا کہ اس کتاب کے خطبہ میں ہم نے اشارہ کیا ہے۔ اور اس وقت تک ہم نے یہ مضمون انکے سوا اور اولیاء اللہ کے کلام میں نہیں دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نعمت دہندہ ہے جسکو چاہتا ہے مرحمت فرماتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳۱۱) شیخ سیدی امام احمد ابو العباس مرسی رضی اللہ عنہ

اکابر عارفین میں سے تھے۔ اور لوگ کہتے تھے کہ شیخ ابو الحسن شاذلی رضی اللہ عنہ کے علم کا انکے سوا کوئی وارث نہوا اور جتنے لوگوں نے ان سے طریقت کی تعلیم پائی ان میں سب سے بزرگ یہی تھے۔ انہوں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ اور ان کا قول تھا کہ اس گروہ کے علوم تحقیق ہیں۔ اور عامہ خلائق کی عقل علوم تحقیق کی تحمل نہیں ہو سکتی۔ علیٰ ہذا القیاس ان کے پیر شیخ ابو الحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ تصنیف و تالیف نہ کی اور انکا قول تھا کہ میری کتابیں میرے اصحاب ہیں۔ ۶۸۵ء میں چھپو جیسا سی ہجری میں انہوں نے دنیا سے فانی سے عالم جاویدانی کی طرف کوچ کیا۔ انکے کلام یہ ہیں :-

کل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام رحمۃ پیدا کئے گئے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عین رحمۃ تھے۔

فقیر وہ ہے جس کے قلب کی آنکھوں کا حجاب دور ہو گیا ہو۔  
 رات ہی کے مرد و عروہین اور جون و جن وقت تاریک ہوتا جاتا ہے خواہی نچو اہی ٹلی  
 کا نور قوی ہو جاتا ہے۔

اللہ کا ولی اللہ کے ساتھ اوسط طرح جتنا ہے جس طرح شیرنی کا بچہ اوس کی گوبین  
 کیا تم نے اوسے کبھی دیکھا ہے کہ چوتھض اوسے بچہ کو پسلا دیتا پاتا ہے اوس کے  
 سامنے وہ اُسے چوڑ دیتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جن کے افعال کو اوس نے اپنے افعال سے  
 اوصاف کو اپنے اوصاف سے اور ذات کو اپنی ذات سے ملادیا اور اپنے اسرار میں  
 سے ان پر اس قدر بار کر دیا ہے کہ عائد اولیا اور اسکے منہ سے عاجز ہیں۔

حدیث میں عرف المصہ عرف سہ کے معنی میں کہتے تھے کہ جس نے اپنے  
 نفس کو اوسکی خواری و عاجزی کے ساتھ پہچانا اوس نے اللہ تعالیٰ کو اوس کی عزت  
 قدرت کے ساتھ پہچانا میں کہتا ہوں کہ سب جوابوں سے یہ جواب محفوظ تر ہے  
 واللہ اعلم۔

میں نے شیخ ابوالحسن رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنا کہ اگر کسی ولی کی حقیقت  
 کو لدی جائے تو ضرور وہ پوجا جائے کیونکہ اسکے اوصاف اوس کے اوصاف اور اوس  
 کی خوبیاں اوسکی خوبیاں ہیں (میں کہتا ہوں) کہ پوجے جانے کے معنی یہ ہیں  
 کہ اوسکی اطاعت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تعبدوا الشیطان شیطان  
 کو نہ پوجو یعنی جس چیز کا وہ تم کو حکم دے اوس میں اوسکی اطاعت نہ کرو واللہ اعلم۔  
 بعضوں نے کہا کہ میں نے شیخ ابوالعباس کے پیچھے نماز پڑھی تو دیکھا کہ اونکا

جسم انہار سے بچ گیا اور اسے وجود سے وہ انوار بیان تک پہنچا دیا کہ میں اور ہر طرف گاہ نہ کر سکا۔

اور شیخ ابوالعباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے کسی عارف سے کہا کہ آپ مجھ سے اپنی آرزو بیان کریں۔ اس پر عارف نے اس سے کہا کہ تم مجھ سے ایسی بات کہو جو حال تک میری ملکیت میں نہ ہو۔ میں اپنی ملکیت میں تم ہوں اور میں اپنے غالب ہوں اور وہ تم پر اور وہ وہ دن شہوت و حرص میں ہیں تم میرے غلام کے غلام ہو پھر میں تم سے کہ اپنی آرزو بیان کروں گا۔

میں نے شیخ ابوالحسن شافعی رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ میں نے دو سنتیں اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہوئی وہ موت کو بری نہ سمجھتا تھا اور یہ مردہوں کے لئے ترازو ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کا اقرار کریں تو اپنے غائب کو ابراہیم میں تول لیا کریں کیونکہ انفس کی شان یہ ہے کہ جو راہ اعلیٰ مراتب تک پہنچاتی ہو اس پر چلے بغیر اپنے آپ میں بند مقرر ہو گئے پاسے جانیکا دھوٹی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو کہی ولی علم و محارف و حقایق سے معمور اور ان امور میں مشہور ہوتا ہے یہاں تک کہ جب اس کو بیان کرنے کی قوت عطا ہوتی ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی طرقت سے کلام کرنے کی اجازت ہے۔ اور یہ سمجھنا تمہیں واجب ہے کہ جس کو تعبیر کی اجازت ہوئی ہے اس کے اشارات و نفل سے کہ کائنات میں بہت بڑی وقعت ہے۔ ہونٹے۔ اجازت یافتہ کہ منہ سے جو بات نکلے گی وہ جلتی دکتی اور تروتازہ ہوگی اور غیر اجازت یافتہ کی بات کہ انوار گستاخ ہوئے ہونٹے۔

عَفَّمُوا الْكَلِمَاتِ إِنَّ لَكُمْ مِنْ قُلُوبِكُمْ سِرًّا وَهِيَ كَلِمَاتٌ (پارہ ۲۸ - رکوع ۱)

جو ظہور کو دوست رکھتا ہے وہ ظہور کا بندہ ہے اور جو خفا کو دوست رکھتا ہے وہ خفا کا بندہ ہے اور جو خدا کا بندہ ہے اس کے لئے ظہور و خفا دونوں برابر ہیں۔

طی کی دو قسمیں ہیں طی اصغر اور طی اکبر طی اصغر جو اس گروہ کے عام لوگوں کے لئے ہے یہ ہے کہ اون کے لئے مشرق سے مغرب تک زمین ایک سانس میں سمٹ جائے۔ اور طی اکبر نفوس کے اوصاف کا سمٹ جانا ہے۔

یہ کہتے ہیں کہ ایک شخص جس نے راستہ میں ایک عورت کے چہرہ پر نگاہ ڈالی تھی عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو اونہوں نے کہا کہ بعض آدمی آتے ہیں اور زنا کے آثار اونکے چہرہ سے نمایاں ہوتے ہیں۔

کبھی اللہ تعالیٰ ولی کو جبکہ اس کو وہ پسند فرماتا ہے رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیرو ہونے کی وجہ سے اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے اسی لئے وہ غیب کی باتیں بیان کرتے اور اون میں برسرِ حق و صواب ثابت ہوتے ہیں۔

ہمارا یہ طریقہ نہ مشرقیوں کی طرف منسوب ہے اور نہ مغربیوں کی طرف بلکہ ایک ہے اور ایک ہی سے آیا ہے اور حسن بن علی بن ابی طالب تک پہنچتا ہے اور یہ سب پہلے قطب ہیں۔

جب آدمی ایسے طریقہ میں جو حسین غرق پہنچا یا جاتا ہے تو اون پر بھی تعینِ احباب میں سے ہر جس کی طرف اس کا استناد ہے کیونکہ یہ ایک قسم کی روایت ہے اور روایت میں اس کی سند کے رجال کی تعین ضروری ہے اور ہمارا یہ طریقہ ہر ایک کے اور کبھی اللہ تعالیٰ بندہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اُنہی کئی پیروکار منوں نہیں ہونے دیتا اور کبھی اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملادیتا ہے پس وہ اُن سے ہی تعلیم پاتا ہے اور یہی سنت اس کے لئے کافی ہوتی ہے۔

یہ جب کوئی کلام نقل کرتے تو بہت کہا کرتے تھے کہ ”شیخ نے یوں کہا ہے۔  
 شیخ نے یوں کہا ہے“ اس پر ایک شخص نے اسے کہا کہ میں آپ کو کبھی نہیں دیکھتا  
 کہ کوئی بات آپ اپنی طرف منسوب کرتے ہوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اگر میں چاہتا کہ  
 ہر سانس میں قال اللہ قال اللہ کہوں تو کہہ سکتا تھا۔ اور اگر ہر سانس میں قال رسول اللہ  
 کہتا چاہتا تو یہ بھی کہہ سکتا تھا۔ اور اگر ہر سانس میں ”میں کہتا ہوں“ کہنا چاہتا تو یہ  
 بھی ممکن تھا۔ لیکن میں ادب سے قال الشیخ کہتا اور اپنا ذکر چھوڑ دیتا ہوں۔

ہر زمانہ میں ہمیشہ ولی ہوا کرتے ہیں لیکن اکثر آدمی انکو خیال میں نہیں لاتے اور  
 جب وہ مرجاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ فلان شخص ولی تھا۔

واللہ اولیاء وابدال قاف سے قاف تک نہیں جاتے جب تک کہ مجھ جیسے ایک سے  
 مل نہیں لیتے۔

ان کے پیر ابو الحسن رضی اللہ عنہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ شیخ ابو العباس  
 کا دامن نہ چھوڑو۔ واللہ اسکے پاس وہ بدوی آئیگا جو اپنی ٹانگوں پر موتا ہے اور وہ  
 اللہ تک واصل ہو کر ایسے پاس سے جائے گا۔ اور واللہ جو ولی اللہ کے موجود ہیں  
 اور موجود ہونے والے ہیں ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے  
 معادوس کے نام و نسب و حسب اور اس کے حصہ کے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اسکا  
 سہرا ہے ان پر ظاہر نہ کر دیا ہو۔

انکا قول ہے کہ میں نے شیخ ابو الحسن رضی اللہ عنہ کی زبان سے سنا کہ وہ گروہ  
 ہرگز ہلاک ہوگا جس میں چار امام و ولی و صدیق و شیخ موجود ہوں۔

اور ابو الحسن رضی اللہ عنہ نے اسی مجلس میں کہا تھا کہ امام تو ہی ابو العباس ہیں

اور انکا قول ہے کہ وہاں جب چاہتے ہیں ہو جائے۔

شیخ ابوالحسن نے مجھ سے کہا کہ اسے ابوالعباس میں سے تم کو پہچاننا چھوٹ  
میں نہیں رکھا ہے مگر اسلئے کہ تم میں ہو جاؤ اور میں تم ہو جاؤں۔

یہ کہنے کے بعد چالیس سال ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبوب  
نہیں ہو سکا اور اگر آئمہ پیچھے رہی تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں شہ  
نزدان اور حبیب اور ہر مال عرفہ میں وقوف کی زبیدہ ہی ایسا ہی کہتے تھے۔

اگر حق سبحانہ وہاں کی خرافات سنت پند ہوتا تو نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے سے  
بے غرضتہ ہر طرف منہ کرنا بہتر ہوتا۔

واللہ کہی ایک زمانہ میں اس علم کے دو بائسنے واسطہ ہوئے بلکہ ایک کے بعد  
ایک حسن بن علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ تک ہوتے آئے۔

میں آج کے دن روس زمین پر اپنے سوا کسی کو نہیں جانتا جو اس علم میں کلام  
کر سکتا ہو۔

ایک شخص نے انکا استیذان لینے کو انکے پاس ایسا کہا مالا یا بے زمین شہ تھا۔ پس  
یہ اسلئے کہ اس نے انکے اور انکے لگے کہ حضرت محبتی کی اونٹنی میں ایک رنگ  
تھی کہ سب وہ اسے نہاتے کہ جلتا رہتا رہتا جس میں شبہ ہوتا تو وہ ٹپٹے لگتی  
تھی۔ اور میرے ہاتھ میں تیراٹھ گرین میں جو ٹپٹے لگتی ہیں۔ یہ سکر وہ شخص متعجب  
اور اونکے ہاتھ پر تائب ہوا۔

یہ کہا کرتے تھے کہ جب میں پہلی بار شیخ ابوالحسن کے پاس قاہرہ میں آیا اور  
اونکے سامنے منقرحی کی کتاب الموافق پڑھی جاتی تھی اور انہوں نے مجھے کہا کہ

میرے پیارے بیٹے تم بیان کرو خدا تم میں برکت دیگا بس اویس وقت سے مجھے قوت  
بیان عطا ہوئی۔

اگر علماء عراق و شام کو معلوم ہو جائے کہ ان باتوں کے نیچے (اپنی ڈاڑھی کو پکڑ کر)  
کیا کچھ ہے تو ضرور آئیں بلکہ اپنے منہ کے بل آئیں۔

واللہ ہم اہل طریقت کے کلام کو صرف اسلئے دیکھتے ہیں کہ دیکھیں ہم پر اللہ تعالیٰ کا کتنا  
فضل ہوا ہے۔

جب آدمی کامل ہو گیا تو اللہ عزوجل کے اہمام سے تمام زبانوں میں باتیں کر سکتا اور  
تمام زبانیں جان سکتا ہے۔

جو شخص خلوص کے ساتھ بزرگوں کی صحبت میں رہیگا اور وہ ظاہر کا عالم ہے تو اس کے  
علم کا طور زیادہ ہوگا۔

پیر سے یہ فرمایش نہ کرو کہ تم اس کی خاطر میں گذر و بلکہ اپنی ذات کے یہ مطالبہ کرو کہ پیر  
تمہاری خاطر میں گذرے کیونکہ جس قدر وہ تمہارے دل میں رہیگا اسی قدر تم اس  
کے پاس رہو گے۔

یہ خطہ مقسم واقع قاہرہ میں رہا کرتے تھے مگر ہر شب کو اسکندریہ آتے اور شیخ ابوالحسن  
کے معتمد بیان کو سنکر قاہرہ واپس جایا کرتے تھے۔ اور ان سے حکیم ترمذی کی کتاب  
ختم الاولیاء پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ اور ان کے پیر شیخ ابوالحسن دونوں حکیم ترمذی کو بہت  
بزرگ سمجھتے اور ان کی عظمت کرتے تھے۔

ایک شخص ان کا منکر تھا اور کہا کرتا تھا کہ صرف ظاہری علم کے عالم میں حالانکہ  
بڑے بڑے امروں کے دعوے کرتے ہیں جنہیں ظاہر شرع ابا کرتا ہے۔ ایک دن وہ



شخص ان کی مجلس میں حاضر ہوا تو اسکی عقل دنگ ہو گئی اور اپنے انکار سے باز آیا۔ اور کہنے لگا کہ یہ شخص تو خدائی دریا اور ربانی مدد کے فیض سے باتیں نکال کر لاتا ہے بعد اُنکے خاص الخاص اصحاب میں سے ہو گیا۔

فقہاء جس میں ہیں اوسمیں ہم اُنکے شریک ہیں مگر جس میں ہم ہیں اوس میں وہ ہمارے شریک نہیں ہیں۔

انہوں نے سخت گرمیوں کے دن میں ایک مرتبہ عسیدہ جو ایک قسم کا حلوہ ہوتا ہے پکوا یا تو لوگوں نے کہا کہ عسیدہ تو صرف جاڑوں کے دنوں میں پکتا ہے تب انہوں نے کہا کہ یہ عسیدہ میرے لڑکے یا قوت کا ہے جو آج کے دن ملک جوشہ میں پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ یا قوت برابر ایک مالک کے پاس سے دوسرے کے ہاتھ بکتے ہوئے شیخ ابوالعباس تک پہنچے اور لوگوں نے ان کی عمر کا جو حساب لگایا تو وہی دن اون کی پیدائش کا نکلا جو شیخ نے کہا تھا۔

یہ اپنی مجلسوں میں اکثر عقل الکبر اسم اعظم اور اسکے چار شعبوں۔ اسماء۔ حروف اولیاء کے دائروں۔ عرش کے پاس یقین رکھنے والوں اور مقرب فرشتوں کے مقامات علوم اسرار۔ ادب و ادکار۔ مقدورات کے دن۔ تدبیر کی شان۔ علم البدن۔ علم المشیت قبضت کی شان قبضت کے مردوں۔ علم الافراد اور اوس چیز کا جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے افعال اپنے بندوں کے ساتھ یعنی اس کے علم و انعام و وجہ انتقام ہوں گے۔ ذکر کیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اگر عقلوں میں ضعف نہ ہوتا تو جو کچھ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی اوسکی میں ضرور خبر دیتا۔

ابن عطار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ شیخ ابوالعباس رضی اللہ عنہ علوم معاملہ کی

طرف صرف تھوڑے دنوں میں بعض لوگوں کی احتیاج کے سبب منزل کر کے آتے تھے۔ اور اسی لئے جن کے علوم وہ ہوتے تھے جنکا اور ذکر ہوا انکے پیرو تھوڑے ہو کر رہیں کیونکہ مونگے کے خریدار تو اکثر بہت ہوتے تھے اور یا قوت کی خریداری میں مشکل دو آدمی بھی جمع ہوتے تھے۔ اور اہل حق کے پیرو ہمیشہ سے کم ہی لوگ ہوتے آئے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کف کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ ”اونکو نہیں جانتے مگر تھوڑے ہی سے“ اور اہل اللہ لوگوں کے امور کے ”کف“ یعنی ماویٰ و ملجا ہیں لیکن تھوڑے ہی ایسے ہوتے تھے جن کو انکو پہچانیں۔

اور سیدی ابو العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ولی کا پہچانا اللہ عزوجل کے پہچاننے سے بھی زیادہ دشوار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے کمال و جمال کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے۔ مگر تم جیسا آدمی کیونکر پہچانا جائے جو تمہاری ہی طرح کماتا اور تمہاری ہی طرح بیتا ہو۔

اسکندریہ کے نائب نے ان کو بلایا جیسا کہ مجھ سے اگر ملے اور میرا ہاتھ پکڑے میں آپ کو اپنا پیروانا چاہتا ہوں۔ مگر انہوں نے قاصد سے کہا کہ مجھ جیسے آدمی کو دل لگی نہیں کیا کرتے اور اس سے ملے یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

ان کی عادت تھی کہ سفر کی حالت میں جب کسی شہر میں یہ سوتے اور انکو معلوم رہتا کہ وہاں کا بڑا آدمی ان سے ملنا چاہتا ہے تو رات ہی کی وقت فجر سے پہلے وہاں سے کوچ کر جاتے۔

ان کا قول ہے کہ حُب دنیا کی علامت خوفِ مذمت اور حُبِ ستائش ہے کیونکہ اگر دنیا سے دست بردار ہو تو کسی چیز سے نہ ہیبت ہو نہ محبت۔

پرہیز گار وہ ہے جسکو اللہ بچا ہے۔

جو نہ دنیا کے کام کا ہو اور نہ آخرت کے وہ اللہ کے کام کا ہے۔

گوشہ نشینوں کی پرہیز گاری سو وطن اور غلبہ و ہم سے پیدا ہوئی ہے اور ابدال و صدیقین کی پرہیز گاری کملی ہوئی دلیل اور بڑہی ہوئی بصیرت پر مبنی ہے۔

واللہ میں عزت نہ دیکھی مگر خلق سے ہمت بلند رکھنے میں ایک دن میں ایک کُتا دیکھا

اور اُس وقت میرے ساتھ روٹی تھی میں نے وہ روٹی اُسکے سامنے ڈال دی مگر اُس نے اُسکی طرف

التفات نہ کیا تب میں نے اُسکے منہ سے لگا دی تب بھی اُس نے اُسپر توجہ نہ کی۔ اُسی وقت مجھ

سے کہا گیا کہ تفسیر اوس چرس سے کُتا زیادہ پرہیز گار ہو۔

لوگوں کیلئے اسباب ہو کر رہیں اور ہمارا سبب ایمان تقویٰ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”اور

اگر ان سبب تو رکھ رہے نہ ایمان لاتے اور پرہیز گاری کر تو ہم آسمان اور زمین کی کہتیں ان پر کھول دیں“

جو کچھ تم نے مجھ سے سنا اور اوسکو سمجھا ہے اُسے امانت رکھو اللہ تعالیٰ

ضرورت کے وقت اُسکو تم پر وارد کرے گا اور جسکو نہیں سمجھا ہے اسکو اللہ تعالیٰ کے سپرد

کرو۔ اللہ اپنے بیان کا خبر گیر ان ہے اور اپنے دلوں کے آئینوں کی صفائی میں گوشش

کرو ہر چیز تمہارے لئے واضح ہو جائے گی۔

جب ولی کی حالت محدود و تنگ ہوگی تو جو شخص اوس کو ایذا دے گا

وہ اُسی وقت ہلاک ہو جائے گا اور جب اوس کی معرفت و وسیع ہوگی تو

دونوں جہان کی ایذا میں برداشت کرے گا اور اوس کے سبب سے کسی کو کوئی

عَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا لَوْ اتَّقَوُا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۱۲﴾

وَاللَّهُ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۳﴾

نقصان نہ پہنچے گا۔

اولیاء کا گوشت زہر آلود ہوا کرتا ہے اور گوشت تم سے مواخذہ نہ کریں مگر خبردار خبردار  
اوس سے بچے رہنا۔

اور انکی بارہ نو اسیری پوڑے تھے اور انکو پتھری اور گردن کا ہرج بھی تھا مگر لوگوں کے  
مجمع میں بیٹھا کرتے اور اوس عرصہ میں کہی کر اہستہ تھے اور نہ مجمع والوں کو یہ معلوم ہوتا  
تھا کہ یہ ان مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔

یہ کہا کرتے تھے کہ میرے چہرہ کی سرخی پر نہ جاؤ یہ میرے قلب کی سرخی کا عکس ہے  
واللہ میں لوگوں میں نہ بیٹھا جب تک کہ مجھے سلب کی دھمکی نہ دی گئی اور مجھ سے کہا  
گیا کہ اگر تو نہ بیٹھے گا تو جو کچھ ہم نے تجھے عطا کیا ہے تجھ سے سلب کر لیں گے۔

یہ کسی معاملہ میں حکام سے خط و کتابت نہ کرتے تھے بلکہ سائل سے کہہ دیتے تھے  
کہ میں یہ تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے مانگ لوں گا۔ اور پیروں کے اس بڑاؤ کو بُرا  
سمجھتے تھے کہ جب انکے پاس مرید آئے تو اوس سے کہیں کہ گنٹہ بہر تک ٹھیرو  
اور کہتے تھے کہ مرید اپنے پیر کے پاس ہڑکی ہوئی ہمت لیکر آتا ہے اور جب اوس سے  
کہا گیا کہ گنٹہ بہر ٹھیرو تو جو کیفیت لیکر آیا تھا وہ اٹھنڈی پڑ گئی۔ اور اپنے پیر کا قول بیان کرتے  
تھے کہ وہ اپنے مریدوں سے کہا کرتے تھے کہ تم میری صحبت میں رہو اور میں تم کو کسی  
اور کی صحبت میں رہنے سے منع نہیں کرتا اور اگر تمکو ابن سے زیادہ شیریں و خوشگوار  
کوئی چشمہ مل جائے تو اسی پر اتر پڑو۔

یہ جب کسی مرید کو اپنے نفس و ہوا کے تقاضے سے اور دین مشغول ہوتے  
دیکھتے تھے تو اوسکو آن و ظیفون سے نکال لیتے تھے۔ اور اگر کوئی شخص انکی تعریف

میں قصیدہ کہہ کر لاتا تھا تو اس کو انعام و اکرام سے سرفراز کرتے تھے۔ اور اپنے صحاب سے کہا کرتے تھے کہ جب میرے پاس کوئی رئیس قوم آئے تو مجھے پہلے سے اس کی خبر کر دیا کرو تاکہ میں باہر نکل کر اس کا استقبال کروں۔ اور ایسا شخص جب ان سے رخصت ہوتا تھا تو چند قدم اس کے ساتھ چل کر واپس آتے اور کہتے کہ ان لوگوں نے مجھ سے ملنے کیلئے تکلیف اٹھائی اور ہم ان سے ملنے کو نہ گئے۔

جو کما ناکہ ان کے لئے چہار کہا جاتا تھا اس کو نہ کھاتے تھے اور نہ ایسے کھانے کو جس کی اطلاع اس کے آنے سے پہلے ان کو کر دی جاتی تھی۔ اور محسن کے لئے دعا نہیں کرتے تھے جب تک کہ وہ اون کی مجلس سے چلا نہ جائے اور جا چکنے کے بعد اس کی غیبت میں اس کے لئے دعا کرتے تھے۔ اور ان کی عادت تھی کہ جب تھوڑی چیز ان کے لئے تحفہ آتی تو خندہ روئی کے ساتھ اس کو لیتے اور جب بہت سی چیز ہدیہ آتی تو خود داری اور اس سے بے نیازی کے اظہار کیا تھا لیتے۔ اور حسد کے اندیشہ سے کسی مرید کی تعظیم اور مریدوں کے سامنے نہیں کرتے تھے۔ اور ان کی نماز اول سے آخر تک مختصر ہوتی تھی اور یہ کہتے تھے کہ یہ ابدال کی نماز ہے۔ اور کہا کرتے تھے کہ جب قرآن پڑھو تو ایسا پڑھو کہ گویا اللہ عزوجل کے حضور میں پڑھ رہے ہو۔ اور جب کسی شخص کے منہ سے اللہ تعالیٰ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نکلتے دیکھتے تو اپنا منہ اس کے قریب لیجاتے تھے کہ اس نام کو اس کی بزرگی کے خیال سے گویا چک جابن اور وہ ہوا میں نہ ظاہر ہونے پائے۔ اور جب کسی شخص کی زبان سے سنتے کہ آج شب قدر ہے تو کہتے کہ الحمد للہ کہ ہمارے کل اوقات شب قدر ہی ہیں۔ اور لوگوں کی تعلیم اس رتبہ کے لحاظ سے کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا ہوتا تھا۔ چنانچہ اکثر ایسا

ہوتا تھا کہ نماز و روزے والے انکے پاس آتے تو یہ ادنیٰ طرف التفات ہی نہ کرتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنی عبادت کو دیکھتے تھے اور کوئی گنہگار آتا تھا تو اسکے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے کیونکہ وہ نفس کی خواری اور انکسار کے ساتھ آتا تھا۔ ایک مرتبہ ان کے سامنے لوگوں نے ایک شخص کے علم کی تعریف کی۔ مگر اس شخص کو وضو و نماز میں دوسرے بہت ہوتا تھا۔ اسلئے شیخ نے کہا کہ تمہارا وہ کونسا علم ہے جس کے جاننے کی اس شخص کی تعریف کرتے ہو علم تو یہی ہے جو دل پر اس طرح نقش ہو جائے جس طرح سفید مین سفیدی اور سیاہ مین سیاہی۔ اور انہوں نے ایک شخص سے جو حج کر کے آیا تھا پوچھا کہ آپ کا حج کیسا رہا تو اس نے کہا کہ بڑا ستا سمان تھا پانی کی بہات تھی فلان فلان چیزوں کا یہ نرخ تھا۔ شیخ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اور کہا کہ میں تو انے انکے حج کو پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو کیا علم و مراد و کشائش عطا ہوئی اور یہ نرخ کی آرزائی اور پانی کی فراوانی بیان کرتے ہیں۔

انکا قول ہے کہ پیر کو مریدوں کے حال کی تفتیش چاہئے اور مریدوں کے لئے جائز ہے کہ جو کچھ انکے باطن میں ہو اس سے پیر کو مطلع کرتے رہیں کیونکہ پیر بمنزلہ طبیب کے ہے اور مرید کا حال ستر کا سا ہے اور علاج کی ضرورت کے لئے کبھی طبیب کے سامنے ستر ہی کھولنا پڑتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ جو مرید اپنے پیر کے مقابلہ میں اپنی کوئی چیز چھپانے کے قابل سمجھے وہ اس کے ساتھ متحد نہیں ہوا ہے

شیخ پر لازم ہے کہ جب تک مرید قاصر ہو اور وقت تک اس سے دعوے کی باز پرس کیا کرے۔ لیکن جب وہ مریدوں کے رتبہ کو پہنچ جائے تو اس کے دعوے پر اس سے

برہان نہ طلب کرے کیونکہ وہ قلبیس کے مقام سے باہر آچکا ہے۔  
 اور جس شخص کو دنیا کی نسبت زہد کرنے دیکھتے اوس سے کہتے تھے کہ بھائی!  
 جس وقت تم دنیا کے وجود کو خاطر میں لائے اوس وقت تم اوس کو بڑی چیز سمجھتے  
 تو اوس کی نسبت تم نے زہد کیا مگر وہ تو اس قابل ہی نہیں ہے۔

ترک دنیا کا سوچ کیا نا سخی | کچھ بڑی ایسی کائنات نہیں

یہ اس فرقہ کے مشکل اقوال کی تفسیر بہت کیا کرتے تھے سہل بن عبد اللہ رضی اللہ  
 عنہ کے قول ”تم بنا رہے ہو دہرین سے نہو اور بنا رازل میں سے ہو“ کی یہ تفسیر کی کہ  
 اللہ کے علم میں جو پہلے سے ہے اوسکو ملاحظہ کرو اور اپنی عمر بہر اپنے علم اور اپنے عمل  
 کی بنا پر کلام نہ کرو۔ اور بشر حافی رضی اللہ عنہ کے اس قول کی کہ ”چالیس برس سے مجھے  
 ہونے ہوئے گوشت کی خواہش ہے مگر مجھے اوس کی پاک و صاف قیمت نہیں  
 ملتی“ کی معنی انہوں نے بیان کی کہ حق تعالیٰ نے مجھے اوس کے گناہ کی اجازت  
 نہ دی کیونکہ اگر مجھے اجازت ہوتی تو پاک و صاف قیمت ہی مل جاتی۔ اور اگر یہ معنی انہوں  
 تو پہرہ چالیس سال تک کمان سے کہاتے رہے۔ اور جنید رضی اللہ عنہ کے اس  
 قول ”میں ستر عارفوں سے ملاحن میں سے سب اللہ تعالیٰ کو گمان دوہم رہ پوچھتے  
 تھے۔ یہاں تک کہ بھائی ابو یزید کو بھی اگر ہمارے بچوں میں سے کوئی کچھ مل جاتا تو وہ اوس  
 کے ہاتھ پر اسلام لاتے“ کا یہ مطلب بیان کیا کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ جن مقامات پر  
 ہم پہنچے ہیں اوس کے بعد کوئی مقام ہی نہیں ہے بس یہ گمان دوہم ہے کیونکہ ہر  
 مقام کے اوپر ایک مقام ہے غیر نہایت تک اور اسکے یہ معنی انہیں ہیں کہ انکی معرفت  
 خدا میں گمان دوہم تھا۔ اور اوسکے ہاتھ پر اسلام لانے کے یہ معنی ہیں کہ اوس کے مطیع

منقاد ہو جاتے کیونکہ اسلام طاعتِ انقیاد ہی ہے اور ابو یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول ”میں نے اُس دریا میں غوطہ لگایا جس کے ساحل پر انبیا کھڑے تھے“ کے یہ معنی بیان کئے کہ وہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام تک اپنے پہنچنے کی نسبت اپنے ضعف و عجز کی شکایت کرتے ہیں۔ کیونکہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بحرِ حمید میں غوطے لگائے اور دوسری جانب فرق کے ساحل پر جا کھڑے ہوئے جہاں سے خلق کو غوطہ لگانے کی طرف بلا رہے ہیں۔ یعنی اگر میں کامل ہوتا تو میں بھی وہیں کھڑا ہوتا جہاں وہ کھڑے ہیں

ابن عطار اللہ کہتے ہیں کہ شیخ ابو العباس رضی اللہ عنہ نے شیخ ابو یزید رضی اللہ عنہ کے کلام کی جو تشریح کی ہے وہی شیخ ابو یزید کے مقام کی شایانِ ہی تھی کیونکہ ان کا یہی قول ہے کہ جو کچھ ولیوں کو ملا ہے اُس کی نسبت اوس سے جو نبیوں کو ملا ہے ویسی ہی ہے کہ ایک مشکِ شہد سے پُروا اور اُس سے کچھ رستا ہو۔ پس جو کچھ مشک کے اندر ہے وہ تو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور یہ قطراتِ اولیاء کے لئے ہیں۔ اور ابو یزید رضی اللہ عنہ کی نسبت مشہور ہے کہ مراسمِ شریعت کی تعظیم کرنے اور شریعت سے نہایت ادب کا برتاؤ کرتے تھے اس لئے اکابر اہل استقامت کے احوال کی تاویل کرنی حق ہے نہ کہ انکار کی طرف دوڑ جانا۔

اور شیخ ابو العباس رضی اللہ عنہ نے حارث بن اسد رضی اللہ عنہ کی اس نفل کے بارہ میں کہ ”جب یہ ایسے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے جس میں شبہ ہوتا تھا تو انگلی کی رگ تڑپنے لگتی تھی“ کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ ابو بکر صدیق



رضی اللہ عنہ کے سامنے دودھ آیا اور انہوں نے اس کو نوش جان کیا بعدہ اپنی  
 قلب میں اس کی کدورت پائی اور پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا تھا۔ تب اون  
 کے ایک غلام نے کہا کہ ایاہم جاہلیت میں میں نے ایک قوم کے لئے کہانت  
 کی تھی اوسی کی اجرت مجھے ملی تھی جس سے یہ دودھ خرید گیا ہے۔ آخر ابو بکر  
 صدیق رضی اللہ عنہ نے قے کر کے اُس کو نکال دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت  
 صدیق میں کوئی اس طرح کی ٹڑپنے والی رگ نہ تھی جو شبہ کا کھانا کھاتے  
 وقت ٹڑپتی حالانکہ یہ بالاتفاق حارث سے افضل تھے۔ اس کا جواب یہ  
 ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بندوں کو شریعت بتانے والے تھے اس لئے  
 ان کی ویسی حالت نہ رکھی گئی تاکہ ایسے لوگ بھی انکا اقتدار سکین جو نادانگی  
 میں مشتبہ چیز بھی کھا لیتے ہیں اور جاننے کے بعد بہ تکلف اس کو نکال دیتے  
 اور اس پر اللہ تعالیٰ ان کو ثواب دیتا ہے۔ اور حارث رضی اللہ عنہ اس زمانے  
 میں نہ شریعت بتانے والے اور نہ مقتدی تھے وہ تو صرف اپنے ہی فائدے  
 کے لئے عمل کرتے تھے اور معلوم ہے کہ مقتدی کی شان یہ ہے کہ تعلیم کیلئے  
 مقام میں تنزل کرے۔

اور ان کا قول ہے کہ قشیری رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ میں فضیل بن عیاض  
 ابراہیم بن ادہم کے حالات سے اس لئے شروع کیا ہے کہ ان دونوں پر  
 قطعیت کا زمانہ گذرا تھا مگر جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کیا تو  
 اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر توجہ مبذول فرمائی۔ پس ان کے ذکر سے اسلئے شروع  
 کیا کہ جن مریدوں سے قبل میں اغزشین اور مخالفین وقوع میں آئی ہوں ان

کی اسیدین ہی وسیع ہو جائیں اور وہ جانیں کہ اللہ کا فضل کسی عمل پر موقوف نہیں ہے اور اگر وہ جُنید سہل بن عبد اللہ عتبہ غلام اور ان کے حبس کے لوگوں سے جنہوں نے اللہ کے طریق ہی میں نشوونما پایا تھا شروع کرتے تو ممکن تھا کہ کوئی کہنے والا کہتا کہ ہلا ان لوگوں کے رتبہ تک کون پہنچ سکتا ہے جن سے پہلے نہ لغزشیں وقوع میں آئیں اور نہ مخالفتیں سرزد ہوں۔

اور سمنون عاشق کے اس قول کے متعلق ۵

مجھ کو تو فقط مر ہے تجھ میں | جس طرح سے چاہے آزما دیکھ  
کہتے تھے کہ وہ پیشاب بند ہو جانے کے مرض میں مبتلا ہوئے اور کہنے لگے کہ اپنے چچا کو ”کذاب“ کہہ کر پکارا کرو۔ اگر سمنون ”جس طرح سے چاہے آزما دیکھ“ کی جگہ پس مجھے معاف کر دے کہتے تو آزمائش چاہنے سے بہتر تھا میں کہتا ہوں کہ سمنون کو اس سبب سے آزمائش پیش آئی کہ انہوں نے دعویٰ کی تیری سے غفلت کی۔ پس اگر وہ یہ کہتے کہ اپنی قوت سے میری مدد فرما اور اس کے بعد جس طرح چاہے آزما تو آزما مے نہ جائے۔ ہمارے شیخ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جب تجھ سے پوچھا جائے کہ کیا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو کہہ کہ ہاں لیکن اُسی قدر کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں خوف پیدا کیا ہے اور ایسا ہی اس سوال کے جواب میں بھی کہ ”کیا تو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے؟“ پس جو شخص یہ راستہ اختیار کرے گا اس کو امتحان پیش نہ آئے گا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ پر بہروسہ کرتا ہے نہ اپنی ذاتی قوت پر۔ اور لوگوں نے کہا ہے کہ ہر مدعی کا امتحان ہوتا ہے اور یہی اس کی

میزان ہے واللہ اعلم۔

اور سری رضی اللہ عنہ کے اوس قول کے متعلق جو توبہ کی حد کی نسبت ہے کہ  
 ”توبہ یہ ہے کہ تم اپنے گناہ کو نہ بھولو“ یہ کہتے ہیں کہ یہ قول جنید رضی اللہ عنہ وغیرہ کے  
 اس قول سے کہ ”توبہ یہ ہے کہ تم اپنے گناہ کو بھول جاؤ“ بہتر ہے اسلئے کہ سری  
 رضی اللہ عنہ کا قول ابتدائی مقامات پر دلالت کرتا ہے اور وہ اپنے کمال کی وجہ سے  
 بندوں کے مقامات کے موافق کلام کرنے پر مکلف تھے اور جنید رضی اللہ عنہ وغیرہ  
 اوس زمانہ میں مقتدی و پیشوا نہ تھے فافهم۔

اور بعض کا جو یہ قول ہے کہ ”صوفی صوفی نہیں ہوتا جب تک کہ اس حالت  
 کو نہ پہنچ جائے کہ بائیں جانب کا فرشتہ بیس برس تک اس کا کوئی گناہ نہ لکے“  
 اس کے متعلق یہ کہتے تھے کہ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ بیس برس تک اس سے  
 کوئی گناہ ہی سرزد نہ ہو۔ اس کے معنی صرف یہی ہیں کہ گناہ پر اصرار نہ ہو اور  
 جب گناہ سرزد ہو تو فوراً توبہ کرے اور آمرزش چاہے۔

جب تجھ کو محاضرات و شہود کے محل تک جو محل سے الگ ہے بند ہی بخشی  
 جائے تو وہی تعریف و ایمان حقیقی کا مقام اور اسرار ازل کے اترنے کا میدان ہو  
 اور جب تجھے مجاہدہ و مکاہدہ کے محل تک اتارا جائے تو وہی تکلیف کا مقام  
 ہے جو محل سے مقید ہے اور وہی اسلام حق اور حقائق ابدیہ کی تجلی کا میدان  
 ہے۔ اور محقق کو کچھ پرواہ نہیں ہونی چاہیئے وہ جس صفت پر ہو۔

اللہ تعالیٰ کے قول ”کہو میرا طریق توبہ ہے کہ خدا کی طرف بلاتا ہوں میں اور  
 عَدُوِّیْہِیْ اَدْعُوْا اِلَیَّ اللّٰہَ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ اَنَا وَاُولٰٓئِکَ یُنْعَمٰی ۵ پارہ ۱۳ رکوع ۶۷ (سورہ یوسف آیت ۱۱)

جو لوگ میرے پیرو ہیں بصیرت پر ہیں "میں کہتے تھے کہ "بصیرت" سے مراد معائنہ ہے جو ہر صنف کو اس کا طریق دکھا کر اس طریق پر اور نیابت پر براہِ گنجشہ کرتا ہے۔

عارف کی دنیا نہیں ہوتی کیونکہ اس کی دنیا اس کی آخرت کیلئے ہے اور اس کی آخرت اس کے رب کے لئے ہے۔

زاہد دنیا میں اجنبی ہے کیونکہ اس کا وطن آخرت ہے اور عارف آخرت میں اجنبی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور دنیا میں اس کے اجنبی رہنے کے معنی یہ ہیں کہ حق کے ساتھ قیام میں اس کی مدد کرنے والے تھوڑے ہیں اور مقام میں اس کے مماثل کم ہیں۔ اور عارف کی غربت آخرت میں یہ ہے کہ اس کی سیر اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغیر "این" یعنی ظرف کے ہے اور اعتبار اس محل کا ہے جس میں قلب ہو تو اس کا جس میں جسم ہو۔ اور عارف کا قلب آخرت میں رہتا ہے جیسا کہ زاہد کا دنیا میں رہتا ہے۔ اور آخرت تو اس کی روح کا نشین ہے اور اگر یہ نہوتا تو دنیا کے بارہ میں اس کا زہد کیونکر صحیح ہوتا

عوام جب ڈراے جاتے ہیں تو ڈرتے ہیں اور خوش کئے جاتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور خواص جب ڈراے جاتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب خوش کئے جاتے ہیں تو ڈرتے ہیں۔

انسان نہونے کے بعد موجود ہوا اور ہو جانے کے بعد عنقریب فنا ہوگا۔ پس اس کے دونوں طرف عدم ہے۔ اس لئے یہ عدم ہے۔ ابن عطاء اللہ

نے کہا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ وجود مطلق کا رتبہ کائنات کے لئے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ وجود حق تو صرف اللہ ہی کا ہے اور احدیت اُسی کے لئے ہے اب رہا عالم ہوا و سکا وجود اوس کے عدم سے ہے اور جو ایسا ہوا سکا وصف فی نفسہ عدم ہے۔

انکا اور انکے پیر ابو الحسن رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ فقیرانہ لباس و دلن پہننے سے اعراض کرتے تھے کیونکہ یہ لباس بآواز بلند کہتا ہے کہ میں فقیر ہوں مجھے کچھ دلو اور فقیر کا افشا را ز کرتا ہے اس لئے جس شخص نے یہ وردی پہنی اوس نے او کا کیا میں کہتا ہوں کہ شیخ کا مطلب یہ نہ تھا کہ فقیروں کے خاص لباس پہننے کو وہ معیوب جانتے تھے انکا مقصود صرف یہ تھا کہ ہر شخص کے لئے جس کو اس فرقہ کی نعمتوں سے حصہ ملے فقیروں کا لباس پہننا لازمی نہیں ہے۔ پس نہ موٹے جھوٹے پہننے والے پر کوئی الزام ہے اور نہ نرم و نازک پہننے والے پر اگر وہ احسان والوں میں سے ہو کیونکہ اعمال تو نیتوں سے وابستہ ہیں۔

اور شیخ ابو العباس کا قول ہے کہ لفظ صوفی کے اشتقاق میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے اور سب سے عمدہ یہ قول ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فعل کی طرف منسوب ہے جو اوس کے ساتھ ہے یعنی صاف اللہ تعالیٰ مقصوفی (اللہ تعالیٰ نے اوسے دوست رکھا۔ پس وہ دوست رکھا گیا) پس اس سبب سے لوگوں نے انکا نام صوفی رکھ دیا۔

اور عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول "اے بنی اسرائیل میں تم سے سچ کہتا

ہوں کہ جو شخص دوبارہ پیدا نہیں ہوا ہے وہ آسمان و زمین کی بادشاہت میں داخل نہ ہوگا۔ پھر وہ کہا کرتے تھے کہ میں واللہ ان لوگوں میں سے ہوں جو دو مرتبہ پیدا ہوئے ہیں ولادت اولیٰ تو طبیعت کی پیدائش ہے اور ولادت ثانیہ روح کی پیدائش ہے معرفت کے آسمان میں

ولی اللہ تعالیٰ تک ہرگز نہیں پہنچتا جب تک کہ اوس سے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی خواہش دور نہ ہو جائے یعنی ادب کی راہ سے نہ کہ گہرا کر کیونکہ اُس کے قلب پر تفویض غالب رہنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے آدمی کے تین چیز بنائے ہیں ایک جزر زبان ہے ایک جوارح اور ایک قلب۔ اور ہر جزر سے وفا کا طالب ہوا۔ پس قلب کی وفایہ ہے کہ فریب۔ مکر۔ دھوکے اور حسد میں مشغول نہ ہو۔

زبان کی وفایہ ہے کہ غیبت نہ کرے۔ جوٹ نہ بولے اور لا طائل باتیں نہ کرے اور جوارح کی وفایہ ہے کہ کبھی معصیت کی طرف نہ دوڑیں اور نہ کسی مسلمان کو ستائیں۔ پس جس نے قلب سے دعا کی وہ منافق ہے۔ اور جس نے زبان سے وہ کافر ہے اور جس نے جوارح سے وہ گنہگار ہے۔

جس شخص نے تیلی سے تیل لیا اور اوس سے بتی کے لئے ایک دہاگا بھی زیادہ لیا تو اوس کا دین اوس دہاگے سے بھی باریک و کمزور ہے اور جس نے کوئلے بیچنے والے سے کوئلہ خریدا اور خرید لینے کے بعد اوس سے کہا کہ ایک کوئلہ اور ڈال دے اوس کا دل اوس کوئلے سے بھی زیادہ سیاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں جاسکتے ہیں مگر دو دروازوں سے ایک تو قنار اکبر

کے دروازہ سے جو موت طلبی ہے اور دوسرے اس فنا کے دروازہ سے جس کو یہ گروہ برداشت کرتا ہے۔

کائنات چار قسموں پر منقسم ہے۔ ایک تو جسم کثیف اور یہ بغیر آمیزش کے جما ہے۔ دوسرے جسم لطیف اور یہ بغیر آمیزش کے جن ہے تیسرے شفاف روح اور یہ بغیر آمیزش کے فرشتہ ہے۔ اور چوتھی روح کی ستر غریب اور سجود لہ کے ہی معنی ہیں۔ پس آدمی کی ظاہری صورت تو جاد ہے۔ اور نفس کے وجود اور اس کے خالی ہونے اور مشکل ہونے کے اعتبار سے جن ہے۔ اور اپنی روح کے سبب فرشتہ ہے اور ستر غریب عطا ہونے کے سبب اسکا مستحق ہے کہ خلیفہ و نائب بنے۔

اسیہ تعجب نہیں ہے جو آدمی میل میں چالیس برس تک سرگردان رہا تعجب تو اس سے ہے جو بالشت بھر جگہ میں ساٹھ ستر اور انسی برس تک سرگردان رہتا ہے یہ بالشت بھر جگہ پیٹ ہے۔

اولیاء کے لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقامات کے نزدیک پہنچنا ممکن ہے لیکن ان کے مقامات پر محیط و حاوی ہو جانا ممکن نہیں ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیاء کے مقامات پر حاوی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے سب اسماء ویسے ہی صفات پیدا کرنے کے لئے آئے ہیں مگر اللہ کا اسم یہ صرف لگا و پیدا کرنے کیلئے ہے۔ کیونکہ اس کا مضمون آلہیت (معبود ہونا) ہے اور آلہیت کی صفت ہرگز پیدا نہیں کی جاتی۔

آسمان ہمارے نزدیک بمنزلہ چہت کے ہے اور زمین بمنزلہ گھر کے اور

ہمارے نزدیک وہ مرد نہیں ہے جس کو یہ گمراہ گمیرے رہے۔

ہم دنیا میں اپنے جسموں کے ساتھ ہیں اور یہاں ہماری رو میں ہی موجود ہیں۔ اور غریب ہم آخرت میں ہوں گے اور وہاں ہمارے جسم ہی موجود ہوں گے۔ (میں کہتا ہوں کہ) اس میں ادن لوگوں کے قول کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ لوگ جنت میں اپنی روحوں کے ساتھ رہیں گے نہ اجسام کے ساتھ۔ اور ناقص کشف والوں کی ایک جماعت اسی راے پر ہے۔ اور انکی غلطی کا سبب یہ ہے کہ انکو شہود ہوتا ہے کہ اہل جنت جس صورت میں چاہیں آسکتے ہیں اور یہ شان ارواح کی ہے نہ اجسام کی۔ مگر ان کو اسکا خیال نہ آیا کہ وہاں اجسام ارواح میں پیچیدہ ہیں معدوم نہیں ہیں جیسا کہ دار دنیا میں رو میں اجسام میں پیچیدہ ہیں واللہ اعلم۔

اور شیخ ابوالعباس کہتے ہیں کہ مومن اور فاجر کے گناہ میں تین وجوہوں سے فرق ہے۔ مومن ارتکاب سے پہلے اسکا قصد نہیں کرتا۔ کرتے وقت اوس سے خوش نہیں ہوتا۔ اور اس پر اصرار نہیں کرتا۔ اور فاجر کا یہ حال نہیں ہے۔ یہ اپنے اصحاب کو اسم اللہ کے ذکر کی تاکید کرتے اور کہتے تھے کہ یہ اسم سلطان الاسما ہے اور اس کی بساط اور ثمرہ ہے۔ اسکی بساط علم ہے۔ اور اسکا ثمرہ نور ہے۔ اور اگر نور حاصل ہو جائے تو کشف و عیان کا وقوع ہوتا ہے۔

فتوت آب و نمک سے نہیں بے فتوت تو ایمان و ہدایت ہے۔ اور ابراہیم خلیل علیہ السلام فتی (صاحب فتوت) صرف اسی لئے کہلائے کہ



انہوں نے حسی بتوں کو جو انکے ہاتھ لگے توڑا تھا اور اسے بیٹے تمہارے  
 لئے پانچ معنوی یت ہیں اگر تم نے ان کو توڑا تو تم بھی فتی ہو۔ اور وہ پانچ  
 بت یہ ہیں۔ نفس۔ ہوا۔ شیطان۔ شہوت۔ اور دنیا۔ اور سمجھو کہ اسی مقام پر  
 ”الاسیف الاذوالفقار اور کافتی الا علی“ ہے کامل وہ ہے جو  
 اپنے حال کا مالک ہو اور اس کو علم پر دسترس ہو۔ جیسا کہ ایسے ایک شخص  
 کے کسی نے پوچھا کہ کل سماع میں آپ نے جنبش نیکی۔ انہوں نے کہا کہ  
 اس مجمع میں ایک بڑے شخص تھے میں نے ان کا لحاظ و خیال کیا۔ اور اگر  
 میں تنہائی میں اکیلا ہوتا تو میں اپنے وجد کی لگام ڈھیلی کر دیتا اور حال لاتا پس  
 دیکھو کہ کیونکر ان کے حال کی عنان ان کے ہاتھ میں تھی کہ جب چاہا روک  
 لی اور جب چاہا چوڑی۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی معرفت سے دل وسیع  
 ہو جاتا ہے تو واردات اس میں غرق ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اکابر کے  
 احوال مقامات والوں کو نہیں معلوم ہوتے اور احوال والے مشہور ہو جاتے  
 ہیں۔ کیونکہ جب اپنے ضعف کی وجہ سے اور اپنی وسعت کی تنگی سے چپا  
 نہیں سکتے تو مواہب کے آثار ان سے ظاہر و عیان ہوتے ہیں۔ اور اکثر  
 ایسا ہوتا ہے کہ باعتبار صاحب مقام کے صاحب حال کو اللہ کے پاس  
 اور اس کی طرف متوجہ ہونے کے ذریعے خلق کے پاس بھی زیادہ حصہ  
 ملتا ہے حالانکہ صاحب مقام سے اور اس سے آسمان و زمین کا فرق  
 ہوتا ہے۔ اور اسی لئے ابن عطاء اللہ نے لکھا ہے کہ مرد جس قدر علوم  
 الہیہ و معارف ربانیہ میں صاحب تمکین ہوگا اسی قدر اس عالم میں اجنبی

سمجھا جائیگا کیونکہ اس کے پہچاننے والے قلیل اور اوسکو پورے طور سے جانکر اسکا وصف بیان کرنے والے مفقود ہوتے ہیں۔

جو سوراوب تمہارے لئے ادب کا شمر ہو وہ ادب ہے۔

جنید رضی اللہ عنہ علم میں قطب تھے۔ سہل تشری رضی اللہ عنہ مقام میں قطب تھے۔ اور ابو یزید رضی اللہ عنہ حال میں قطب تھے۔

دلف ایک حجاب لطیف کی طرف سے جب بندہ اس کے ساتھ ٹھہر جائے۔ اور حق اسکو دوست نہیں رکھتا کہ اسکا بندہ اس کے غیر سے مانوس ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی تھی کہ کیا اچھا بندہ بلخ ہے اگر وہ نسیم صبح سے مانوس نہوتا اور اگر وہ مجھے پہچانتا تو میری غیر سے اوسکو آرام نہ ملتا۔

ابو عبد الرحمن مسلمی کے قول ”عاقلون کی عقلیں حیرت تک پہنچ کر رہ گئیں“ کے متعلق یہ کہتے تھے کہ اس کے معنی یہ نہیں کہ حیرت تو حشر مومنوں کے پاس ہے اور جو محقق ہیں اون کو ان چیزوں میں حیرت نہیں ہے جن میں مومنوں کو حیرت ہے۔

تھوڑا سا عمل اللہ تعالیٰ کی منت کے شہود کے ساتھ اس زیادہ عمل سے بہتر ہے جو تقصیر نفس کے شہود کے ساتھ ہو۔

یہ اپنے پیر کا یہ مقولہ بیان کرتے تھے کہ زاہد و عابد اس دار دنیا سے جاتے ہیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف سے بند ہی رہتے ہیں۔ اور یہ مقولہ کہ جو شخص ان علوم میں داخل نہ ہوا وہ کبار پر اصرار کی حالت میں مرا اور خبر نہیا۔

اور یہ بتولہ کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو مت فرمایا ہے وہ آدم علیہ السلام کے  
 ”شجرہ“ کے معنی میں ہے۔ لیکن ہم میں اور ادن میں فرق یہ ہے کہ آدم علیہ السلام  
 نے جب شجرہ میں سے کھایا تو ارض خلافت کی طرف اتر کر آئے اور تم جب  
 منع کئے ہوئے شجرہ کو کھاؤ گے تو ارض قطیعت کی طرف اُتارے جاؤ گے اس  
 لئے دیکھو بچو بچو!

شیخ ابو العباس کہتے ہیں کہ اولیاء میں سے ایک بزرگ جو موٹے تازہ  
 آدمی تھے ملک مغرب میں لوگوں کے سامنے غلط کہہ رہے تھے کہ ایک  
 شخص سر پہنہ جگا سر بڑا تہادہان آیا اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ  
 یہ شخص دنیا کی نسبت زہد کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر جھوٹا ہے۔ واعظ کو کشف کے  
 ذریعے سے معلوم ہو گیا۔ تو انہوں نے منبر پر سے کہا کہ اے چھوٹے سروالے  
 مجھے اس کی محبت ہی ہے تمہاری باتیں سنائیں۔

یہ اپنے اصحاب کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ جب تم کسی شخص کے یہاں  
 کہنا کہ تو پانی بھی اُسکا پیو کہ تم کو پورا ثواب حاصل ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے پانی پینے کی صورت میں مومن کو ایک  
 مرتبہ پانی پلایا اُس نے گویا اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے شتر آدمی کو  
 آزاد کیا۔

اور ان کا قول ہے کہ فقیر کو نہ چاہیے کہ کسی شخص سے کوئی چیز اپنے نفس  
 کے فائدہ کے لئے لے فقیر صرف اسی لئے لے کہ دینے والے کو ثواب  
 پہنچائے اور اُسکا بدلہ دے۔ اسلئے جسکا نفس ایسا پاک و مقدس ہو

وہ تو قبول کرے اور نہیں تو نہیں۔

انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے پوچھا کہ تم نے میری مجلس میں آنا کیوں موقوف کیا۔ انہوں نے کہا کہ یا حضرت اب میں آپ سے مستغنی ہو گیا۔ شیخ نے کہا کہ کوئی شخص کسی کے ذریعے سے حضرت ابو بکر کے برابر مستغنی نہ ہوا۔ مگر اس پر ہی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دن کے لئے بھی الگ نہ ہوئے

جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ بے چین ہوئی تو پہاڑوں سے اُسے دبایا۔ یہی حال نفس کا بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُسکو پیدا کیا تو یہ بیقرار ہوا اسلئے اُسکو عقل کے پہاڑوں سے دبایا۔

جتنے موجودات ہیں سب بندے ہوئے غلام ہیں اور تم اوس کی بارگاہ کے غلام ہو۔

اپنے اصحاب سے کہا کرتے تھے کہ جب تم کو پہنچو تو لازم ہے کہ تمہارا مقصود صاحب خانہ ہو نہ خانہ۔ اور اذن لوگوں میں سے نہو ناجو تہن اور مورتوں کو پوجتے ہیں۔

جس نے اللہ کو پہچانا وہ اوس کے پاس آرام نہیں لیتا۔ کیونکہ اللہ کے پاس آرام لینے میں ایک طرح کا امن ہے اور اللہ کے مکر سے امن میں نہیں ہیں مگر گناہ اٹھانے والے

دل جب اپنی فتا کی حالت میں رہتا ہے تو ضرور ہے کہ اوس کے ساتھ

ولا یا من مکر اللہ الا القوام الخاسرون ہ

لطیفہ علمیہ باقی رہے کہ اوس پر تکلیف مترتب ہو اور اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی تاریک گہر میں ہے کہ اپنے وجود کا اس کو علم ہے گو اس کو مشاہدہ نہیں کرتا یہ کہا کرتے تھے کہ واللہ میں نہ بیٹھا جب تک کہ میں نے کل کرامات کو اپنے سجادہ کے نیچے نہ کر لیا۔

ابن عطاء اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوالعباس کے سامنے محاسبی کی کتاب الرعا یہ پڑھی تو انہوں نے کہا کہ جو کچھ اس کتاب میں ہے اوسکی جگہ میں دو جملے بس کرتے ہیں اللہ کی عبادت کرو بشرط علم کے اور اپنے نفس سے کبھی راضی نہ ہو اور پھر مجھے اس کتاب کے پڑھنے کی اجازت نہ دی۔

اور شیخ ابوالعباس کا بقول ہے کہ جو ظالم سے ملنے کا شائق ہو اور وہ ظالم جز جس قبض کا سبب معلوم نہ ہو وہ نہیں ملتا ہو تا مگر اہل تخصیص کو۔ اگر شیطان کو معلوم ہو تا کہ کوئی راو اللہ تک پہنچا نے والی شکر سے بھی افضل ہے تو وہ اوس پر جا کر کھڑا ہو جاتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کیونکر اوس نے کہا ہے کہ ”بعده“ میں اون کے پاس آؤں گا اون کے آگے اور ان کے پیچھے اور اون کے دائیں سے اور اون کے بائیں سے اور تو اون میں سے اکثر کو شکر کرنے والا نہیں پاتا، اور شکر کرتے والے کی جگہ اوسنے صبر کرنا اور نیا والا اور رجوع کرنا لانا کہا۔

عَدَلَاتِهِمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۝

ابو بکر و عمر خلفاء رسالت تھے اور عثمان و علیٰ خلفاء نبوت تھے۔

عوام الناس اگر ایسے آدمی کہ جو جنگوں اور صحرائوں سے آیا ہو ولایت کی طرف منسوب ہوتے دیکھتے ہیں تو تعظیم و تکریم کے ساتھ اس کی طرف جھکتے ہیں حالانکہ ادن کی بیٹھ سے لگے ہوئے بہتے او یا روا بدال ہوتے ہیں مگر ادن کی طرف مطلق خیال نہیں کرتے۔ اور طرہ یہ ہے کہ یہی لوگ انکا بار اٹھاتے اور اغیار کو ان کے پاس سے ہٹاتے ہیں۔ اس لئے اول الذکر کی مثال جنگلی گدھوں (گورخروں) کی ہے کہ شہر میں آتا ہے تو لوگ اس کے ساتھ ساتھ پہرنے اور اس کے چمڑے کی دھاریوں اور صورت کی خوبون سے تعجب کرتے ہیں اور جو گدھ ہے کہ اس کے پاس رہتے اونکے بوجہ منزل مقصود تک پہنچاتے ادن کی مٹی ڈھوتے اور ادن کی عمارتوں کے اسباب لا کر لاتے ہیں ادن کی طرف التفات بھی نہیں کرتے۔

اس فرقہ کے سبب ہلاک ہونے والوں کی تعداد ان کے سبب نجات پانے والوں سے زیادہ ہے۔

(۳۱۲) سیدی یاقوت عرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ



معارف میں امام، عابد زاہد اور شیخ ابو العباس سے تعلیم پانے والوں میں سب سے بزرگ تھے۔ جس دن یہ ملک حبشہ میں پیدا ہوئے تھے اس میں ابو العباس رضی اللہ عنہ نے ان کی خبر دی تھی۔ اور اسکندریہ میں گرمیوں کے

موسم میں ان کے پیدا ہونے کی خوشی میں عسیدہ یعنی حلوہ پکوا یا تھا۔ اس پر ان سے کہا گیا کہ عسیدہ جاڑوں ہی میں پکتا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ عسیدہ تمہارے بھائی یا قوت کا ہے جو ملک حبشہ میں پیدا ہوا ہے اور عنقریب تمہارے پاس آئیگا۔ چنانچہ جیسا انہوں نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ اور اسی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے شیخ شمس الدین ابن اللہان کی سفارش کی تھی جب انہوں نے حضرت احمد بدوی رضی اللہ عنہ کا انکار کیا اور ان کا علم و حال سلب ہو گیا تھا۔ حالانکہ پہلے وہ سب ولیوں کا وسیلہ ڈھونڈ چکے تھے اور حضرت احمد نے ان کی سفارش قبول نہ کی تھی۔ بالآخر یہ اسکندریہ سے حضرت احمد کے مزار پر حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ اس بچہ کا دل خوش کریں اور اس کا حال ادا سکودا پس کر دین چنانچہ انہوں نے مان لیا۔ بعدہ حضرت یا قوت نے ابن اللہان کو اپنی بیٹی بیاہ دی۔ اور ابن اللہان نے مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے میری بی بی کی پانچ مین دفن کرنا۔ کیونکہ ان کے والد شیخ یا قوت کی تعظیم ملحوظ تھی۔ ان کو عرش اس سبب سے کہتے تھے کہ ان کا قلب ہمیشہ عرش کے نیچے رہتا تھا اور زمین میں صرف ان کا جسد تھا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس نام کی وجہ یہ تھی کہ یہ حاملان عرش کی اذانیں سن کر تھے۔ یہ سفارشیں بہت کرتے تھے۔ غایت یہ ہے کہ جانوروں کی سفارش سے بھی اغراض نہ کرتے تھے۔ ایک تہ ایک کہو تران کے موٹہ ہے پر اگر بیٹھ گیا اس وقت یہ فقراء کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور سرگوشی کے طور پر اس نے کچھ ان کے کان میں کہا۔ انہوں نے کہا کہ بسم اللہ میں ایک

فقیر کو تیرے ساتھ پہنچتا ہوں۔ مگر کبوتر نے کہا کہ میرا کام تو آپ ہی سے نکلے گا آخر یہ اپنی خجری پر سوار ہو کے اسکندریہ سے مصر کہنے کو آئے۔ اور جامع عمرو کے اندر جا کر کہنے لگے کہ میں فلان موزن سے ملنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے اُسے بلوایا۔ اور جب وہ آیا تو اوس سے کہا کہ اس کبوتر نے اسکندریہ جا کر مجھ سے بیان کیا کہ جب حبشہ منارہ میں بچے نکالتا ہے تم اون کو حلال کر ڈالتے ہو۔ اوس نے کہا کہ اس نے سچ کہا میں نے کئی مرتبہ اس کے بچے حلال کئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اب ایسا نہ کرنا۔ موزن نے کہا کہ میں نے خدا سے توبہ کی۔ اس کے بعد شیخ اسکندریہ لوٹ آئے۔ ان کے مناقب بہت ہیں اور فرقہ شاذلیہ میں جو مصر وغیرہ میں ہیں مشہور ہیں۔ سترہ سات سو سات ہجری میں اسکندریہ سے جنات عدن کی راہ لی۔

(۳۱۳) شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ اسکندری رضی اللہ عنہ

زاہد ذکر کرنے والے بڑے رتبہ والے اور شیخ یا قوت رضی اللہ عنہ سے تعلیم پائے ہوئے تھے اور پہلے ابو العباس عرشی رضی اللہ عنہ سے تعلیم پائی تھی لوگوں کو اپنے اشارات سے نفع پہنچاتے تھے۔ دلوں میں ان کے کلام کی حلاوت و جلالت محسوس ہوتی تھی۔ سترہ سات سو سات ہجری میں راہی آخرت ہوئے اور قرافہ میں ان کی قبر ہے جسکی لوگ زیارت کرتے ہیں۔ انکی تالیفات میں سے کتاب التوفیق اسقاط الذبیور کتاب الحکام و اطاعت المؤمنین وغیرہ



(۳۱۴) میرے جدِ پنجم شیخ موسیٰ جنکی کنیت ابو عمران تھی رحمہ اللہ

دیارِ ہنس واقع سعید مصر زیرین میں رہتے اور شیخ ابو مدین تلمسانی شیخ المغرب کے بزرگ ترین اصحاب میں سے تھے اور سلطان مولاے ابو عبد اللہ زُغلی (نصیر زار) معجمہ و سکون فین معجمہ عرب مغرب کے ایک قبیلہ کی طرف جو بنو غلہ کہلاتا ہے منسوب ہے) کی اولاد میں تھے جو تلمسان اور اوس کے مصنافات کا بادشاہ تھا۔ شیخ موسیٰ نے جب ہوش سنبھالا تو ملک دنیا کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کا طریق اختیار کیا۔ جس سے اُن کے والد پریشان خاطر ہوئے۔ مگر جب وہ مغلوب السجال ہوئے تو باپ نے مطلق العنان کر دیا۔ اور شیخ موسیٰ شیخ ابو مدین رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے ان سے پوچھا کہ تمہارا نسب کس سے ملتا ہے انہوں نے کہا کہ سلطان مولاہی ابو عبد اللہ سے پھر پوچھا کہ تمہارا نسب کہاں تک پہنچتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سید محمد بن اسحق بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک۔ شیخ نے کہا کہ طریقہ فقر اور بادشاہت و سیادت جمع نہیں ہوتی

بندہ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی	اکہ درین راہ فلان ابن فلان چیزِ نیست
-------------------------------	--------------------------------------

انہوں نے کہا کہ یا سیدی میں آپ کو گواہ رکھتا ہوں کہ میں نے آپ کے سوا اور کسی کی نسبت سے دست برداری کی۔ تب ابو نہون نے ان کی بیعت لی۔ ان سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ بہائم اور دوسرے حیوانات نے ان سے باتیں کیں اور شیران سے ڈرتے تھے۔ اور جب ابو مدین رضی اللہ عنہ نے اپنے متعبد

اصحاب کو مصر کی طرف بھیجا تو ان میں ان کو بھی روانہ کیا اور ان سے کہا کہ مصر پہنچ کر تم تلانہ ھوں کو چلے جانا جو صعیذ زمرین میں واقع ہے وہیں تمہاری قبر ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ان کی اولاد اطراف و جانب میں پھیل گئی۔ ایک جماعت تو منشیۃ الامر میں آئی اور ایک جماعت یمنسورہ میں۔ اور کچھ لوگ علاءہ اجراج کو چلے گئے۔ ان کو جب کوئی مرید پکارتا تھا تو ایک سال بلکہ زیادہ کی مسافت سے اس کو جواب دیتے تھے۔ اور اپنے اصحاب کو انہوں نے میرے جد ادنیٰ شیخ علی رضی اللہ عنہ کی جن کے مناقب کا ذکر نوین صدی کے لوگوں میں آئیگا خبر دی تھی۔ سترہ سات سو سات ہجری میں جیسا کہ لوگوں کا بیان ہے طرہ آخرت کو سدہا رہے۔

(۳۱۵) عارف باللہ تعالیٰ سیدی محمد و فارضی اللہ عنہ۔

اکابر عارفین میں سے تھے۔ اور ان کے فرزند علی رضی اللہ عنہ نے خبر دی تھی کہ یہ خاتم الاولیا صاحب رتبہ علیہ تھے۔ یہ اُمی تھے اور اس فرقہ کے علوم میں عجیب و غریب زبان پائی تھی اور ان کی بہت سی تالیفات ہیں جو بچپن یا دس برس کی عمر میں لکھوائی تھیں اور کولت کے زمانہ کا کیا پوچھا ہے۔

ان کی نظموں اور شروں میں ان کی خاص رموز ہیں جو ہمارے وقت تک طلسم سرپستہ ہیں اور جہاں تک ہم کو معلوم ہے کسی نے اس کو توڑ کر ادن کے معنی کے خزانہ پر دسترس حاصل نہ کیا۔ جب ان کی وفات کا زمانہ قریب

پہونچا تو انہوں نے اپنا پٹکا اجڑا رکھا صاحب موشحات کو عنایت کیا اور کہا کہ اس کو تم اپنے پاس امانت رکھو میرے بیٹے علی کو دیدینا چنانچہ جب تک یہ پٹکا ان کے پاس رہا انہوں نے بہت ہی عمدہ عمدہ موشحات تصنیف کئے۔ اور جب علی رضی اللہ عنہ بڑے ہوئے تو اون کو دیدیا اور جب سے موشحات کا لکھنا بند ہوا اگر یا کہیں انہوں نے لکھا ہی نہ تھا۔ جیسا کہ خود انہوں نے اپنی نسبت بیان کیا ہے۔

ان کا نام وقاس سبب سے ہوا کہ دریائے نیل کا پانی اپنی حالت پر رہا یعنی پورے ہونے (وفا) کے زمانہ تک نہ بڑھا۔ اس سبب سے اہل مصر نے وہاں سے چلے جانے کا ارادہ کیا۔ اُس وقت یہ دریا پر آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اوپر آ۔ چنانچہ اوسیدن سترہ ہاتھ چڑھ گیا اور پورا ہو گیا۔ بس لوگوں نے ان کا نام وفا (پورا ہوا) رکھ دیا۔ ان کے بیٹے علی رضی اللہ عنہ باوجود اسکے کہ عالی مقام تھے جب لوگوں نے ان سے درخواست کی کہ اپنے والد کے قصیدہ تائیم کو کچھ بیان کریں تو انہوں نے کہا کہ میں اس کا مطلب نہیں سمجھتا اس لئے کہ ہم جیسے کے لئے اس کی زبان اچھی ہے۔

ان کے اقوال میں سے ہے کہ حق نے مجھ سے کہا کہ اسے مخصوص تیری ہر چیز کے نزدیک ایک مقدار ہے اور میرے نزدیک تیری کوئی مقدار نہیں ہے کیونکہ مجھ میں تیرے غیر کی گنجائش نہیں ہے اور تجھ جیسی کوئی چیز نہیں ہے تو میرا

عہد مولف نے اس مقام پر شیخ محمد وفا کی کتاب فصول الحقائق کی عبارت جو حمد میں ہے نقل کی ہے جس کا ترجمہ باوجود سخت وقت کے نہایت غیر محسوس ہوتا اس لئے ترک کیا گیا۔ مہترجم

عین حقیقت ہے اور ہر چیز تیری مجاز ہے اور میں حقیقت میں موجود ہوں مجاز میں  
 معدوم ہوں۔ اے میرے عین مطلع تو میری مصنوعات کی حدِ جامع و  
 مانع ہے۔ تیری ہی طرف ہر امر رجوع کرتا ہے اور میری طرف تیرا مرجع ہے  
 کیونکہ تو ہر شے کا منتہی ہے۔ اور تو کسی شے تک منتہی نہیں ہوتا۔ میں نے  
 تیرے لئے ساتوں زمینوں کو سات دانوں اور گٹیوں میں پیچیدہ کر دیا ہے۔  
 جو کہ فعل میں مختلف قسم کے نباتات کے انواع میں ظاہر ہوتے ہیں۔ پس  
 جب تو ان کو پھیلانا چاہتا ہے تو ان میں آسمان کے جواہر داخل کرتا ہے  
 اور وہ حرکت میں آتے اور پیدا ہوتے اور ہر ایک عمدہ جوڑے سے اُگتے ہیں  
 بیشک جس نے ان کو زندہ کیا وہ ضرور مردوں کا زندہ کرنے والا ہے اور وہی ہر  
 چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ پس جب اُسکی خلقت کامل ہو جاتی اور وہ موجود  
 آراستہ ہو جاتا ہے تو اقدام کے قدموں سے حکم استقصا تیری مسجد اقصیٰ کی  
 طرف دوڑتا ہے۔ اور تیرے جواس کلیہ و جزیہ کے ارباب کیلئے سجدہ عبودیت  
 میں گر پڑتا ہے۔ تقدیس کی زبانوں سے تیری تسبیح کرتا۔ اور تنزیہ کے منہ سے  
 تیری تقدیس کرتا۔ اور جس طرح مخلوق خلاق کی تعظیم کرتا ہے ویسی تیری تعظیم  
 کرتا ہے۔ پس اسکے املاک تسبیح و ثناء اور اسکے افلاک قیام و سجدہ کرتے ہیں  
 اور تو اپنی سلطنت کی مجلس میں بیٹھا ہوا اپنے ناطق انسان کے عرش پر مستوی  
 ہے۔ بیشک احسان کی زبان نے موجودات کے محضر میں یہ آیت تلاوت  
 کی ہے **ع** اور وہ گئیں آوازیں رحمن کے لئے پس کس پر کس کے سوا تم کو چہ نہیں  
**ع** و خشعت الا صوات للرحمن فلا تسمع الا همسا **ع**

سنئے اور اس کو انہوں نے اس قدر طول دیا ہے کہ عقل میں ادن کی گنجائش نہیں ہے جسکا جی چاہے اصل کی طرف رجوع کرے۔ ان کی تالیفات میں سے کتاب العروس کتاب الشعائر بڑا سادہ و آسان اور بہت سی کتابیں ہیں۔ اور ہم نے ان کے مناقب ایک مستقل کتاب میں بیان کئے ہیں۔

(۱۱۶) استاذ سیدی علی فرزند سید محمد و فارضی اللہ تعالیٰ عنہ و رحمہ



حد درجہ کے خوش رو و صاحب جمال تھے۔ مصر میں ادن سے زیادہ خوب صورت و جامہ زیب دیکھا نہ گیا۔ ان کی نظم زبان زدن و اور اپنے دھچپ موشحات میں انہوں نے اہل طریقت کے اسرار عمدہ سانچہ میں ڈھالے ہیں۔

اور ان کی متعدد عمدہ تالیفات ہیں۔ اور ان کو فرق و تفصیل کی ایسی زبان عطا ہوئی تھی جو جمع پر فائق تھی اور اولیاء میں ایسے تھوڑے ہیں جنکو یہ بات عطا ہوئی ہو اور ادب میں انکا کلام بابت پایہ اور نفیس نصیحتیں اور کارآمد وصیتیں کئی جلدوں میں ہیں جن کو انہوں نے تین دنوں میں لکھوایا تھا۔ اسلئے میں چاہا کہ ان اوراق میں انکا خلاصہ اس طور پر درج کروں کہ جو باتیں کہ غیر اہل کشف کے لئے گہری ہیں ادن کو چھوڑ کر صاف اور واضح امور کو لے لوں۔ کیونکہ یہ کتاب اہل و غافل سب کے ہاتھوں میں پہنچے گی۔ پس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔

انکا قول ہے کہ میری ولادت شب یکشنبہ گیا رہوین محرم ۱۱۶۱ھ سات سو اٹھ

ہجری میں واقع ہوئی جیسا کہ میں نے ان کے ہاتھ کے نوشتہ میں دیکھا ہے۔  
اور اس شدہ آٹھ سو ایک میں جیسا کہ کہا گیا ہے انہی وفات ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قول **وَاللّٰهُ يَتَّبِعُ النَّوۡرَ اَوَّلُوۡهُ اَلۡکٰوۡفِرُۡتَیۡنَ** کے متعلق یہ کہتے  
ہیں کہ اسے صاحب حق! اپنی شان کے ظاہر کرنے میں ایسا اہتمام نہ کر جو  
خلق سے مدد چاہنے کا باعث ہو۔ کیونکہ اگر تو نور حق پر ہے تو وہ اللہ کے  
ذریعہ سے ظاہر ہو کر رہے گا اور اللہ کا دوست ہونا اور اللہ کا معاون ہونا بس  
کرتا ہے۔ اور اگر تم ظلمت باطل پر ہو تو اس کے ظاہر کرنے اور ہیلانے  
کے اسباب نہ ڈھونڈو کیونکہ تم اس سے تمتع نہیں حاصل کرنے گے۔ اور اگر  
تممتع ہی حاصل کرو گے تو بہت ہی کم۔ اور اس کے بعد اللہ کا زور (سب) زیادہ قوی اور اس کی منزل (سب) زیادہ نچست  
تو جو دین حق کی راہ دکھانے لگیا وہ اس کا زیادہ حق کہتا ہے کہ ان کا حکم کی پیروی کیا ہے جب ہم فرماں پر چکا کرنا تو ان کو بڑبڑاتی  
پیروی کرو اور شب معراج کی حدیث کے انہوں نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ یہ جو  
فرمایا گیا ہے کہ ”میں آدم سے ملا، یعنی میں حقیقت آدم کی صورت میں آیا اور  
اون کے ناطقہ کے ذریعہ سے ناطق ہوا۔ اور جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اس شب کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنے کی نسبت فرمایا ہے  
سب کی نسبت انہوں نے یہی کہا اور یہ تصریح کی ہے کہ آپ سب کے حقائق  
کی صورتوں اور سب کے ناطقوں میں ظاہر ہوئے اور ان پر جو بڑبڑایا وہ بڑبڑایا  
اور ہم ادن کے رقائق کے وارث ہیں۔

ع۔ اور اللہ تو اپنے نور کو پہلا کر رہے گا گو کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔ پارہ ۳۸ رکوع

رسولون میں سے سات اولوالعزم ہیں اور وہ آدم نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ  
داؤد۔ سلیمان اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور اس کے ستر میں  
طویل تقریر کی ہے۔

خاتم الانبیاء کا زمانہ اونکے زمانہ کے دلیوں کی تعداد کے مطابق ہوگا اور  
ان دلیوں کی تعداد کُل زمانوں کے دلیوں کی تعداد کے مساوی ہے۔  
لیکن اونکا ظہور خاتم الانبیاء کے ساتھ ویسا ہی تھا جیسے ستاروں کا آفتاب کے  
ساتھ۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اسلئے قابل نسخ نہیں ہے کہ اس میں  
وہ سب باتیں آئی ہیں جو اونکے متقدمین میں تھیں اور اونکے علاوہ مخصوص زیادتیوں  
ہی ہیں۔ اور ان کی شریعت فلکِ ہشتم ستاروں والے فلکِ کرسی سے اُتری  
ہے اور یہ فلکِ ثابِت ہے۔ اسی لئے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعتیں  
قابل نسخ تھیں اور ان کی قابل نسخ نہیں ہے۔ اور اس میں انہوں نے  
کلام کو طویل دیا ہے۔

کسی شخص کے لئے درست نہیں ہے کہ نماز شروع کرتے وقت ”وما  
اُقامت المشرکین“ (میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں) کے مگر اس صورت  
میں کہ اس کے غیر کو نہ دیکھے نہ مقصلاً کو نہ قبلہ کو اور نہ مناجات کنندہ کو پس  
اپنے رب ہی کو اپنا مشہود بناؤ نہ کسی اور کو۔

سب سے تعجب انگیز امر حق تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے کہ تَرَانِی  
فرمانا ہے یعنی یہ فرمانا کہ باوجود اسکے کہ تو مجھے ہمیشہ دیکھتا ہے تو مجھے ہرگز

نہ دیکھے گا، اس کو سمجھو۔

اللہ تعالیٰ کے قول ان الصلوٰۃ تسبیح عن المحسنات والمسنک کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ جس چیز کو تم اپنے لئے بُری اور ممنوع امر سے روکنے والی اور عدل و احسان قائم کرینو الیٰ باؤ بس وہی ہر مقام میں اس کے موافق ناز ہے ”اور میری آنکھ کی ٹھنڈک ناز میں رکھی گئی ہے“ اس لئے ہر مرتبہ صلاۃ میں یہی سرِ فعال ہے۔ اور سلوٰۃ بندہ اور اس کے رب کے درمیان میں صلہ (یعنی پیوند) ہے ”اور بیشک اللہ کا ذکر بڑا ہے“ اور یہ اس کی ذات وحدہ لا شریک لہ کا شہود ہے جسے سوا کوئی چیز وجود نہیں ہے قافم۔

جنید رضی اللہ عنہ کے قول ”پانی کا رنگ اس کے ظرف کا رنگ ہے“ کے بارہ میں جو انہوں نے معرفت اور عارف کی نسبت سوال میں کہا تھا یہ کہتے ہیں کہ اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہے کہ پانی کا کوئی رنگ ہو اور اس کے ظرف کا کوئی رنگ نہ ہو جیسا کہ ادن یرتھون کا حال ہے جو شفاف اور رنگ سے معرا ہوں۔ اس صورت میں ظرف اپنے پانی کی رنگت میں دیکھا جائے گا۔ اور دوسری قسم اس کا عکس ہے۔ اس صورت میں پانی اپنے ظرف کی رنگت میں مشہود ہوگا۔ اور صورت اولیٰ میں پانی ہی کی رنگت دیکھنے میں آتی ہے اور اس کے ظرف میں ہونے کی وجہ سے تشبیہ وہی ہے اور صورت ثانیہ میں اس کا اٹا ہے۔ اس لئے تحقیق نہیں ہے مگر ہر مقام میں اس مقام کے موافق ہر حقیقت کو بغضہا الگ کر کے بیان کرنے میں۔

اللہ تعالیٰ کے قول لا اِلهَ اِلاَّ ہُوَ بکل شیءٍ محیط (سُن لو کہ وہ ہر چیز کو گھیر ہو کر)



ہے) کی تفسیر میں ان کا قول ہے کہ جس طرح دریا کا پانی اپنی موجوں کو صورت  
اور معنی گہیرے ہوئے ہے۔ پس وہی ہر چیز کی حقیقت اور وہی ہر چیز کی ذات  
ہے اور ہر چیز اس کی عین اور اس کی صفت ہے۔ فافہم  
عارفین اپنا وجد ان دیکھنے والوں کیلئے ظاہر کرتے ہیں جو ان کی مقبولہ دلیلوں  
کے آئینوں میں دیکھتے ہیں اور دیکھنے والے اپنا وجد ان مقبولہ دلیلوں سے  
اخذ کرتے ہیں فافہم۔

جس نے پالیا اور اس کے بعد کر دیا تو اس کا کر دینا ہر مقام میں اوسی  
کے انداز سے عیب ہے۔

جب تم نے حقائق کو لواحق اور نسبتوں سے مجر د کر لیا اور جس چیز سے رتبوں  
کی آپس میں تمیز ہوتی ہے اس سے الگ کر لیا تو صرف عادت و خو  
رہ جائے گی۔ پس اگر تم نے حقیقت تحقیق کو چکھا ہے تو ہمیں سے اس  
لئے اس کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔

تغائر حجابوں اور کثرتوں کی جڑ ہے۔ پس جس نے نہ دیکھا مگر ایک ہی کو  
اوسکے نزدیک کچھ زائد نہیں ہے۔ اور جس نے صرف حق ہی کو قابلیت  
والے مخلوق میں فاعل دیکھا اس کے نزدیک کوئی چیز باطل نہیں ہے  
اور جس نے نہ دیکھا مگر محض ہی کے حکم کو اوسکے نزدیک شیطان کا امر ہی  
نہیں ہے۔ اور اسی پر قیاس کر لو۔ پس ہر مقام کے لئے ایک خاص گفتگو  
ہے۔

جس نے جان لیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اوسکو

کسی سے کوئی مواخذہ نہ رہا خصوصاً اوس سے جس کو اسکا اعتراف ہو۔ اس لئے جانو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اپنے گناہ کی مغفرت چاہو یعنی لا الہ الا اللہ کے ذریعے سے حدیث قدسی انا عبد ظن عبد سے بی وانا معہ اذا ذکر فی (میں اپنے بندہ کے گمان کے پاس ہوں جو اوس سے میرے ساتھ ہے اور میں اوس کے ساتھ ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے) کی شرح میں کہتے ہیں کہ یعنی صورتوں میں جس صورت سے مجھے تصور کرے گا میں اسی صورت کے ساتھ اوس کا مدد کر نیوالا اوسی صورت کے افق سے اسی صورت کے حکم کے ساتھ ہوں۔

کسی پوجنے والے نے کسی معبود کو نہیں پوجا ہے مگر اس حیثیت سے کہ اوس میں کوئی خدائی رُخ پایا ہے لیکن کامل ناطقہ النواحق کو خدائی رُخ کی قید سے جو اپنے معبود کے مرتبہ میں مجبوج ہے خصوصاً جبکہ اسکی عبودیت آدمی کی نظر میں ناشناختہ ہو رہی کی طرف بلاتا ہے۔ اور اسکے بیان کو انہوں نے طول دیا ہے۔

تعاہد (ایک کے دوسرے کو پوجنے) کے مرتبہ کی طرف نظر دوڑاؤ کہ کیونکر اون میں سے ہر ایک اپنے طور میں اوس دوسرے کی طرف جو اوس کے مقابل میں ہے محتاج ہے پس اگر واجب نہ ہوتا تو ممکن ممکن ہو کر ظاہر نہ ہوتا اور اگر ممکن نہ ہوتا تو واجب واجب ہو کر ظاہر نہ ہوتا۔ پس ہر ایک کا دوسرے میں اثر ہے جیسا کہ علت و معلول اور فاعل و مقعول اور عالم و معلوم۔

ان سے فرعون کے قول "وہا رب العالمین؟" (رب العالمین کیا ہے)

کی نسبت پوچھا گیا کہ آیا یہ اللہ تعالیٰ کی ماہیت کی نسبت سوال تھا جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ اور آیا جواب مطابق سے موسیٰ علیہ السلام کا عدول کرنا مسائل کی غلطی پر متنبہ کرنے کیلئے تھا کہ اس نے مجرہ بتیختی کی نسبت لفظ ”ما“ کے ذریعہ سے سوال کیا جس سے ایسی چیز کی حقیقت دریافت کی جاتی ہے جس کے جنس و فصل ہوئے ہیں اور وہی جواب میں واقع ہوئے ہیں اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ یہ اللہ کی صفات میں سے ایک صفت کی ماہیت کا سوال تھا نہ کہ اللہ کی ماہیت کا اور جواب میں رسمی مطابقت ہے کیونکہ انہوں نے اس خاصیت سے جواب دیا جو مسائل کو معلوم تھی۔ اور ممکن ہے کہ جواب کو لفظ کی تفسیر اس بات پر متنبہ کرنے کو قرار دیا کہ سستی ہر عاقل کے نزدیک اپنی دلیلوں کے واضح ہونے کے سبب سے بدیہی پیمان سے پہچانا ہوا ہے اس لئے اس کی نسبت سوال نہ کر گیا مگر توہین کرنا والا یا جس کو عقل نہ ہوگی اور اسی لئے حضرت موسیٰ نے تیسری بار میں ”اِنَّ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ“ (اگر تم بحیثیت عقل کہتے ہو) کہا پھر ان سے پوچھا گیا کہ آیا اس میں کوئی بھید ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس میں بہت بھید ہیں۔ ایک یہ ہے کہ رب العالمین وہی ہر موجود پر اپنی تربیت کے ذریعہ سے قائم ہے تاکہ وہ موجود قوی ہو جائے اور کہے کہ جس کے قویٰ اس کی تربیت کے لئے متوجہ ہوئے وہی گل کا وجود ہے اور سارا امر اوسیکہا ہی اور اسی لئے فرعون کا قول ”لَئِنْ اَتَّخَذْتُ لَهَا غُلُوًّا لَّجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُونِ“ (اگر میرے سوا کسی اور کو تو نے خدا مانا تو میں تجھ کو قیدیوں میں داخل کروں گا)

جسپان ہوا۔ اور نبیؐ انبیاء اسلام نے اوس کی تفسیری کی بہت کا پاس کر کے  
 اس سے زیادہ جواب اوسکو نہ دیا کہ ”اولو حیلک بستی نہیں“ (کیا اگر میں ایک  
 کھلا ہوا معجزہ آپ کو لاؤں تو بھی؟) پتا نہ چہ وہ عصا لائے جو اڑ رہا تھا ہر  
 ہوا اور عصا کا وجود جو اڑ رہا کی صورت میں متعین ہوا وہی تھا پس عصا کے  
 لانے سے نہ آیا مگر وہ ہی اسلئے اپنی تعینات کے ردوں اور اپنی تجلیا کے  
 منظروں میں وہی اپنی ذات سے تصرف کرنے والا ہے اس لئے وہ کھلا  
 ہوا حق لائے کیونکہ ایسا ہے کہ ”غد جا“ ”سریل ربنا یا حقی“ (ہمارے رب  
 کے رسول حق لائے)۔ مگر فرعون بلا ادب کے دیکھنے والا تھا اور بوٹی زندہ  
 جاوید کے شاہدہ کرنے والے تھے۔ اور کہاں فرعون کا کسنا اون سے اتنی  
 کائنات یا موسیٰ مسخو را، (موسیٰ! میں تیرنی نسبت ایسا خیال کرتا ہوں  
 کہ کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے) اور کہاں موسیٰ کا یہ کسنا کہ ”لقد علمت“ (میں

۵۔ جہاں سے یہ سوال وجواب شروع ہو رہا ہے وہاں سے سورہ شعراء (پارہ ۱۹) کی تیسویں  
 آیت سے پچاسویں تک کو پیش نظر رکھ لینا ضرور ہو ورنہ کچھ ہی سمجھ میں نہ آسکا۔ اور اس مقام پر انہوں نے  
 سورہ بنی اسرائیل (پارہ ۱۵) رکوع ۱۲ کی آیت ۱۰ اور آیت ۲۰ کو بھی شامل کر لیا ہے۔ اور یہ بھی  
 سمجھ لینا چاہیے کہ مشہور قرأت علت بفتح تاربعی یعنی بصیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ اور انکی گفتگو کا مدار علت  
 ”انعمنا بصیغہ و حمدان حکایت نفس معکرم پر ہے۔ اور قرأت آنالذکر حضرت علیؑ و زید بن علیؑ رضی اللہ عنہما  
 و کسان سے منقول ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوتے ہیں کہ یہی علیؑ و زید بن علیؑ رضی اللہ عنہما  
 کہ وہ سورہ بنی اسرائیل میں جیسا کہ خدا کے دشمن فرعون نے کہاں کیا یہ بلکہ وہ جانتے ہیں کہ ان مجنون  
 کو نہیں اوتار لایا مگر آسمان و زمین کے پیدا کر نیوالے۔ (دیکھو تفسیر روح المعانی جلد چہارم) بہتر سمجھ

ضرور جان چکا ہوں) یعنی جو شخص مسحور و مخنون ہوتا ہے وہ تو مستور و مخجوب ہوتا ہے اور اس کو نہیں جانتا ہے مگر مشاہدہ کرنے والا عارف کہ اس کا مشہود اس کے سوا سے مستور ہوتا ہے۔ اور یہی حال اس وقت ہوا جب جادوگروں نے کہا کہ ”آمنّا بربّ العلمین ربّ موسیٰ و ہرون“ (ہم رب العالمین پر ایمان لائے جو موسیٰ و ہارون کا رب ہے) پس یہ لوگ اپنی استعدادوں پر ہر مقام میں اس کے موافق چپانے کا پردہ ڈال کر ایمان لائے۔ اسی لئے جادوگر ہوئے اور مغفرت چاہی تب ان سے فرعون نے کہا کہ تم اس پر ایمان لائے پس یہاں اس کے کشف و تحقیق کو دیکھو اگر وہ اس تلبیس کی طرف مائل ہونے سے بچا رہتا جو مرتبہ البیست کی شان ہے (تو گمراہ ہوتا) اس لئے اللہ نے اس کے علم کی بنا پر گمراہ کیا و لَقَدْ اَرْسَلْنَا اٰیٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاٰنٰی وَاَسْتَلْقٰتْهَا اَنْفُسُهُمْ لَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنْزَلَ هٰذَا عَلٰی رِبِّ السَّمٰوٰتِ وَاَلَا مَرْءٍ مُّبِیْنٌ یعنی کہلے ہوئے حق کا وجود۔ اور ہر مقام کے لئے مقال اور ہر مجال کے لئے رجال ہیں۔

کوئی شخص کہی کسی قوم کا سردار نہیں ہوتا مگر اُسی صورت میں کہ او کو اوروں پر ترجیح دے اور ہر مقام میں اس کے موافق۔

شیطان کی کنیت ابومرّة (مرکا کا باپ) ہے اور خبر یہی ہے کہ یہ مرکا کون ہے جس کا وہ باپ ہے؟ وہ نفس جسمانیہ بڑی شانوں والا ہے۔ جس کو

علاء اور بیشک پہنچا سکا ہے سب نشانیاں دکھائیں مگر اُسے جھٹلایا اور انکار کیا اور اُنکی جانوں سے ان کی نشانیاں کا یقین کیا بیشک میزبان کا انکو آسمان زمین کے پروردگار ہی سے آتا رہے۔

شہوت بہیمیہ کہو تو آزاد نہیں ہے اور درندوں جیسے غضب والا کہو تو نیک نہیں ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ اسکا ”مَرْتَبَہ“ کیوں نام ہوا ۱۰۶۔ اس لئے کہ جس چیز میں یہ داخل ہوا اسکو اس نے ضرور ہی بگاڑا۔ جیسا کہ اندرائیں دو دم کو بگاڑ دیتی ہے۔

حدیث ”فَاِذَا احْبَبْتَهُ لَسْتُ سَمْعُهُ“ اور بروایت ”کُنْتُہُ“ کی شرح میں یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد نفس الامر میں معنی حدوث نہیں ہے کیونکہ وہ ذات سے تو ایسا ہے ہی اور یہ اسلئے ہے کہ شہود اس شرط یعنی محبت پر مترتب ہو پس ترتیب شہودی کی حیثیت سے حدوث آیا ہے نہ کہ تعزیر وجودی کی حیثیت سے اپنے بھائی کی ذات کو ترک نہ کر و بلکہ ادن برائین کو ترک کرو جن میں وہ آلودہ ہوا اسلئے جب وہ اس سے توبہ کر لے تو وہ تمہارا بھائی ہو اپنے بھائی کو دنیا کے عیون کی وجہ سے عیب نہ لگاؤ کیونکہ وہ اس بارہ میں اگر مظلوم ہے تو ضرور اللہ اس کی مدد فرمائے گا اور اگر گنہگار ہے تو سزا پائے گا اور اللہ اسکو پاک کر دے گا اور اگر آزمایا گیا ہے تو اللہ پر اس کا اجر ہے۔

یہ بھی رجحنت ہے کہ جس چیز کے چمن جانے سے تم بے غم نہ ہو اس پر فخر کرو یا ایسی بات پر کسیکو برا سمجھو جس کا تم میں پایا جانا محال نہ ہو اور تم جانتے ہو کہ جو اور دن کے لئے جائز ہے وہ تمہارے لئے بھی جائز ہے اور علیٰ ہذا اسکا

عکس۔

حدیث ”اِنَّكَ لَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتَّى تَمُوتُوا“ (بیشک تم اپنے رب کو ہرگز نہ دیکھو گے جب تک کہ مر نہ جاؤ گے) کی شرح میں انکا قول ہے کہ چونکہ ایک ظاہر طبعی ہی موت ہے اسلئے غافلوں نے اس کو دشوار اور مشتاقوں نے آسان سمجھا اسلئے معنوی موت کی توجیہ سے دونوں گروہوں کے لئے تنصیف کر دی گئی۔ اس لئے ارشاد ہوا ”مَنْ تَرَ اَقْبَلَ اِنْ تَمُوتُوا“ (مرنے سے پہلے مر جاؤ) یعنی اگر اپنے نفوس کو صفات مذمومہ سے خالی کر دو گے تو اس کو مار ڈالو گے اور اسکی تائید عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے ہوتی ہے جو پیاز کے بارہ میں ہے کہ اگر تم خواہی خواہی اس کے کھانے والے ہو تو پیکا کر اسے مار ڈالو یعنی اسے اس قدر پیکاؤ کہ اسکی بُرائی چلی جائے۔

شیطان نار ہے اور حضرت رب نیر اور نور ناز کو جھٹاتا ہے۔ پس اُس پر ایسی سختی نہ کرو کہ اس کے ساتھ تم اپنے رب حق کی حسرت سے دور ہو جاؤ۔ بلکہ اُس کے ساتھ ایں طور پر مجاہدہ کرو کہ اس کو تم اپنے رب کے نور کے سامنے کر دو۔ پس اگر سعادت میں اسکا کچھ حصہ ہو گا تو اسکی ناریت بچ جائے گی اور نیر صاحب السلام ہو جائے گا تم کو حکم نہ دلیگا مگر نیکی ہی کا۔ اور نہیں تو تمہارے رب کا نور اس کو بجھا دے گا اور اُس کے شہاب اسے جلا ڈالیں گے اور وہ خاکستر ہو کر رہیگا۔

ابن عمر کی اس مضمون کی حدیث کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ تم اپنے آپ کو مردوں میں سے شمار کرو“ کی شرح میں یہ کہتے ہیں کہ

ایسے ہو جاؤ کہ تم سے سب کفور (ناشکرے) اور سیطرح مایوس ہو جائیں جس طرح کفار اصحاب قبر سے۔ کیونکہ مردہ کو اس سے ہٹکارا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اسطور پر کھڑا کیا جائے کہ اپنے نفس کیلئے کچھ تصرف نہ کرے نہ شہوت میں اور نہ غضب میں اور جعفر پہرے اپنے رب کے سوا کسی کو نہ دیکھے۔

اللہ کی راہ اور سکا طریق ہے جو اس میں مرادہ شہید ہوا اسلئے مومنین سب کے سب اللہ کی راہ کے شہدار ہیں اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے انکو مردے نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں آمین

یہ کہتے ہیں کہ سیدی ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عشق قطب ہے اور ساری نیکیاں اوس پر حکر لگایا کرتی ہیں۔

اس حدیث "خلف فم الصائم اطیب عند اللہ من رمیح المسلم" (روزہ دار کو منہ کا لعاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ اچھا ہے) کی شرح میں یہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کو اس قدر پسند ہے کہ اس پسندیدگی کی تعبیر اس سے کی جاتی ہے کہ اگر روزہ کا مکلف تقرب اور عبادت کی سستہرائی کیلئے اپنے منہ میں مشک مل لے تو لعاب کی بواہر اس مشک کی خوشبو سے بڑھ ہی رہیگی۔

پیشوائے ہدایت اپنے پیروں کے سامنے اپنے وہی افعال ظاہر کرتے ہیں جنہیں اونکے کمال ہوتے ہیں۔ اور جو خصوصیتیں ہیں اگر انکو وہ ظاہر ہی کریں تو انکا فائدہ اپنے پیروں کو یہ جملانا ہے کہ اونکے پیشوا میں ایسی باطنی خصوصیتیں ہیں جیسی کہ او سکے وقت میں کسی اور کو حاصل نہیں ہیں۔ تاکہ انکا ایمان قوی ہو اور وہ جان لیں کہ ان

ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتاً بل احياء



کیٹ اوسکا کوئی بدل نہیں ہے۔

جب تم کو ایسا شخص ملے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا تا ہے تو اس کو دوست رکھو۔ اور اس باعث اس سے نہ رکھو کہ وہ اس گردہ کا ہے جس کے غیر کی طرف تم متسوب ہو۔ کیونکہ تمہارے قبل اشقیاء ایسی ہی باتوں کی وجہ سے گئے تھے۔ چنانچہ یہودیوں نے کہا کہ اگر محمد ہم میں سے ہوتے تو ضرور ہم اونکی پیروی کرتے مگر وہ تو عربوں میں سے ہیں اسلئے ہم اون کی پیروی نہ کریں گے اور بنی اسرائیل کو نہ چھوڑیں گے اور جنوں نے جو رابطہ میں اُن سے زیادہ عاقل تھے موافقت کی اس لئے کہ وہ انہوں نے کہا کہ اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلائیو اے کو انوار اُسپر ایمان لاؤ، آخر آیات تک۔ اور جان لو کہ یہ دور میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے والی حقیقت اس دور کا صاحبِ وقت ہی ہے۔ قل ھذہ سبیلی ادعوالی اللہ علی بصیرۃ اور اسکے زمانہ کے سب بلائیو اے صرف اوس کے رفیق اور اَنَا وَمَنْ اَتَّبَعْنِی کی زبان میں ہوتے ہیں۔ اور اسکی علامت یہ ہوتی ہے کہ اُنکے بیانات اور کشفات اسکے بیان و کشف میں مندرج رہتے ہیں اور وہ باعتبار اون کے ایسی باتوں سے مخصوص ہوتا ہے جنکی طرف اونہیں راہ نہیں ہوتی مگر اسی کی مدد اور اوس کے فیض سے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیے والے کے سامنے اپنی سیر اور اپنے اسباب اور اپنی معلومات و معمولات کو جیسے تمکو تکیہ ہو، دود تاکہ اوس کا حکم اور اسکی حکمت اون کو اپنا لقمہ بنالے۔

پس تمہارے لئے کوئی سہارا باقی نہ رہے مگر اوسى کے حق پر اور تم پہنچو مگر اسی کے  
 صدق سے۔ تاکہ وہ تم کو اپنے نفس کے قین مٹا دینے کی حالت میں ایک رات  
 اپنے رب کے پاس شباً شباً لیجاے۔ اور دشمن کی حکومت کی جگہوں سے نکال کر  
 مولیٰ کی حکومت کے مقامات میں پہنچائے۔ بس یہاں آکر زلزلے ہی چاہے وہ جس قدر  
 شدید ہوں تم کو متزلزل نہ کر سکیں گے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہیوں نے  
 کہا تھا کہ ”اب تو دشمن نے ہمو آلیا (موسى نے) کہا ہرگز نہیں کیونکہ میرے ساتھ  
 میرا پروردگار ہے کوئی دم میں وہ مجھ کو رستہ دکھائے گا“ چنانچہ اوس کے رب کی حکمت  
 سے اوس قوم کے لئے جسکو شباً شباً بھیلتے تھے ہوا جو کچھ ہوا پس سب کو جس طرح  
 موسیٰ علیہ السلام فرعون کے شہر سے ڈر کر اپنے رب کی امید پر اور اوس میں مستغرق  
 باہر آئے تو ان کا معاملہ مقام نجات تک پہنچا تو یہی طریقہ ان کے پیروں میں  
 جاری ہوا پس اللہ کے بندوں کو ارض فرعون سے ایسی حالت میں لیجاتے ہیں  
 کہ وہ ڈرتے امید رکھتے اپنے نور ایمان میں مستغرق رہتے ہیں اس سے ان کا معاملہ  
 مقام نجات تک پہنچتا ہے۔

خضر علیہ السلام نے جو کشتی کو ایسی حالت میں کر اوس پر لوگ سوار تھے تو زلزلہ دیا تو  
 سین چنڈ حکمتیں تھیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ اُن پر اس بات کو کہول دین کہ کشتی  
 اگر اپنے تختوں اور رسوں کی وجہ سے لوگوں کو اوٹھائے رہتی ہے تو ضرور تھا کہ اوس کے  
 پیٹ جانے پر سب ڈوب جاتے لیکن ان کا خدا ہی ان کو نیکو خشکی و تری میں اوٹھا

عہ سورہ شمعہ کی آیت ۶۲ و ۶۳ (پارہ ۱۹- رکوع ۷۰) میں ہے۔ فلما تراء الجمین  
 قال اصحاب موسیٰ انما لکم کونہ قال کلا سمعنا من ربی سہید بنہ

لئے پھرتا ہے اسلئے یقین کامل والے کے نزدیک کشتی کا وجود و عدم دونوں برابر ہے۔ اور اسی لئے جنکو یہ یقین حاصل تھا وہ پانی پر چلے اور اگر وہ ہوا پر چلنا چاہتے تو یہی ممکن تھا۔

جب میں نے دیکھا کہ خضر علیہ السلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائے تک کی حیات عطا ہوئی تو میں سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے فقی (خادم) یعنی بوشع علیہ السلام کے ساتھ اون تک پہنچنے کی راہ نہ ڈھونڈی تھی مگر اس مشہور قول کے مطابق کہ ۱۰۰ کا ش میں دیکھتا اونکو یا جو دیکھے اونکو۔

موسیٰ علیہ السلام خضر سے جو اپنے خادم کے ساتھ لے تو صرف اسی لئے کہ اپنے خادم کے لئے بحر رسالت کو جو اون کی نبوت سے نکلا تھا اور بحر ولایت کو جو خضر علیہ السلام کی خصوصیت سے نکلا تھا جمع کریں۔ اور اس میں ہیبد یہ تھا کہ ولی کا حکم اوس رسول کے حکم کے ساتھ جسکی شریعت کی پابندی اس پر لازم ہے ویسا ہر جیسا ستارہ کا حکم آفتاب کے ساتھ۔ اور اوسکی تشیل یہ ہے کہ جب نفس پایا گیا تو اجہتاو کے سارے احکام اوس کے تحت میں آگئے اور نفس ہی کا حکم باقی رہا۔ اور جب نفس غائب ہو گیا تو ہر مجتہد اپنے حکم کی طرف لوٹ آیا۔ پس جس طرح ہر مجتہد کا حکم نبی کی زندگی میں نبی کے حکم میں مندرج ہے اگر یہ ثابت رکھے تو ثابت رہے اور یہ مشادے تو مسٹ جاوے۔ ایسا ہی ولی کا حکم ہے رسول کے ساتھ۔ لیکن ابو بکر اور ان کے بعد جو خلیفے ہوئے اونکے زمانہ میں ہر مجتہد کے لئے اپنا حکم تھا اوس پر غیر کے اجتہاد کی پابندی نہ تھی۔ پس اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں اولیا ربی اسرائیل کے حکم اون کے حکم میں مندرج تھے پس جب

اون کی وفات نزدیک پہنچی اور اون کی رسالت کا آفتاب اونکے اوس خلیفہ کے حجاب میں چھپ گیا جو اون کے بعد اون کے خلیفہ ہونیوالے تھے اور وہ خلیفہ وہی (فتی) خادم تھے جنکو ساتھ لیکر خضر علیہ السلام کے پاس گئے تھے تو جاننا گیا تھا کہ اہل ولایت کے احکام عنقریب اوس فتی کے زمانہ میں ظاہر ہوں گے اسلئے اونکو یہ بات دکھائی کہ انکا معاملہ لوگوں کے ساتھ کیسا ہوتا چاہیے جبکہ انکی خلافت کے زمانہ میں ظاہر ہو اور ان کے لئے امر رسالت اور امر ولایت دونوں کو جمع کر دیا۔ اسلئے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے فتی (خادم) سے کہا کہ میں نہ ٹلوں گا یعنی نہ مروں گا جب تک کہ میں دو دریاؤں کے ملنے کے مقام پر نہ پہنچوں یعنی تجھ میں یا میں سالہا سال گذار دوں گا۔ یعنی یا زندہ رہوں گا و سوقت تک کہ یہ حاصل ہو جاوے گا کہ میں سالہا سال ہی کیون نہ زندہ رہوں۔ پہر جب یہ دونوں ان دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر پہنچے اپنی مجلسی بھول اوتھے۔ اس کے بعد جو کچھ معاملہ پیش آیا اوسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمادیا ہے پس موسیٰ علیہ السلام نے اون کو (اپنے فتی) پوشع علیہ السلام کو (تعلیم دی۔ کہ باطن کی رو سے اولیاء کی اطاعت کریں اور اگر شرع اونکے کسی امر کے انکار کی مقتضی ہو تو ظاہر کی رو سے دریافت کرنے کے طور پر انکار کریں تاکہ جو اونکے مقام میں نہیں ہیں وہ اونکے احکام سے مشتبہ نہ ہو جائیں۔ ورنہ موسیٰ علیہ السلام کو کیا ہوا تھا جو اون باتوں کی وجہ سے جن کو خضر نے ظاہر کیا تھا اون پر احکام شریعت جاری کرنے سے باز رہے۔ کیونکہ اس قسم کی توجہیوں سے ظاہر شریع کا مطالبہ ساقط نہیں ہوتا۔ کیونکہ جو کوئی کسی قوم کی کشتی اون کی اجازت کے بغیر توڑ دے اور کہے کہ میں نے اوسکو اس لئے توڑا ہے

کہ زبردستی چینی نہ جائے تو ظاہر میں اس سے مطالبہ ساقط نہیں ہوتا۔ اور جو شخص کسی بچہ کو مار ڈالے اور کہے کہ مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ بڑا ہو کر اپنے والدین کو سرکشی و کفر سے کہیں ایذا نہ دے۔ تو اس سے اس بیان کی وجہ سے ظاہر شرع میں مطالبہ ساقط نہیں ہونیکا۔ اور ولی کا یہ کہنا کہ اس کو مینے اپنے حکم سے نہیں کیا ہے ظاہری حکم میں اس قسم کے کاموں کو جائز کرنا بالائین ہے گو اس کی ولایت متحقق ہو پس اولاً موسیٰ علیہ السلام کا انکار نہ تھا۔ مگر نظام شرع کی حفاظت کے لئے۔ اور آخر میں اونکا باز رہنا حکم اللہ کی نگہداشت کیلئے جو اپنے اولیاء کے بارہ میں اوسکا تھا اور ”جو صاحب دل ہے یا کان لنگار حضور قلب سے سنتا ہے اوسکی نصیحت کے لئے“ اور موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصہ میں یہ کہتے ہیں کہ مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنکو اس نے مکتبات (کسی امور) کے بیان کرنے کو مقرر فرمایا ہے اور کچھ بندے ایسے ہیں جنکو وہی باتوں کے بیان کے لئے تعینات فرمایا ہے اور ان دونوں میں سے کسی کو جائز نہیں ہے کہ دوسرے پر اعتراض کرے اور جس پر ایک مقرر کیا گیا ہے اس میں دوسرا اس کی شرکت نہ کرے گو ان دونوں میں سے ایک بنی اور دوسرا ولی ہو۔

جبال اور رجال دونوں مائل ہیں پس جس طرح جبال کو اپنی جگہ سے جب تک کہ عالم ہے کوئی چیز ہٹا نہیں سکتی مگر شرک۔ اوی طرح ولی ہے کہ جس نے اوسکی پناہ لی ہے اوس کے قلب سے ولی کی ہمت کو کوئی چیز ہٹا نہیں سکتی ہے مگر

ع اس پورے پارہ مگر ان کے سمجھنے کیلئے سورہ کھن (پارہ ۱۰) ۱۰۱ آیتوں اور نوین رکوع

تمام و کمال سامنے رکھ لینا و بیانات میں سے ہی - ۱۲

اوس کے قلب کے موضع محبت میں بدون اپنے رب کی ورا کے شرک خالص گو  
اونکا کر ایسا ہو کہ اُس سے پہاڑ ٹل جائیں نب بھی ذلی اپنے مرید کے قلب کو اپنے  
ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ اور بجز شرک کے نہ کوئی تفسیر اور نہ کوئی اور چیز مرید کو ولی  
سے جدا کرتی ہے۔

خضر علیہ السلام نے جو موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا "ما فعلتہ عن امری" اس  
میں لفظ "ما" موصولہ ہے اور خضر کا امر ان کی شان تھی۔ کیونکہ یہ افعال الہام ولائی  
کی روح کے احکام تھو۔ فافہم

خضر علیہ السلام مظهر عرفانی تھے ان میں موسیٰ علیہ السلام نے ان کے پائے  
جانے کے وقت وہ چیز دیکھی جس کے شہود میں دیکھنے کی درخواست انہوں نے  
اپنے مقام عرفانی میں کیا تھا۔ اور یہ مظهر اُسی سے اور اوس کی طرف تھا۔ فافہم۔

کسی رتبہ میں کوئی کامل نہیں ہے مگر وہ اپنے رتبہ کے نیچے کے کمالات کا جامع  
اور اُس کے اوپر کے کمالات کا محتاج ہے۔ یہاں تک کہ امر اُس شخص تک منتہی ہوتا  
ہے جس کے لئے منتہی ہے اور اوس کے پرے تیر چلانے کی جگہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

نفس وہ ہے جس کیلئے ادراک ہے اور روح وہ ہے جس کے ذریعے  
ہر مقام میں اوس کے موافق ادراک ہے۔ اسی لئے قرآن کا نام روح ہے عینی کا نام

عام مفسرین کے موافق اس میں لفظ "ما" نافیہ ہے اور اس بنا پر اسکا ترجمہ یہ ہے کہ "میں  
اسکو اپنے حکم سے نہیں کیا ہے" اور "ما" موصولہ ہو نیکی صورت میں معنی یہ ہوتے ہیں کہ  
جو کچھ میں نے کیا ہے وہ میری شان میں سے ہے، یعنی جیسے مقام و حال کا اقتضا

روح ہے اور جبرائیل اوس نبوی وحی کی روح ہیں جو معانی جلالیہ میں بھیجی جاتی  
 تھی اور میکائیل اوس وحی کی مراتب جلالیہ میں روح ہیں۔ اور الیاس کی نشانی  
 آگ ہے جہاں کدوہ جاتے ہیں آگ ساتھ جاتی ہے۔ اور خضر جو میں وہ خشک  
 زمین پر بیٹھے تو سر سبز ہو گئی اور چونکہ موسیٰ کے لئے اوسکی نعلی میں آگ اور درخت دونوں  
 اکٹھے کئے گئے اور ان کے لئے یہ پورا ہوا اس لئے اونکے لئے دونوں امر کا عین  
 اودن کی قوم کے الیاس و خضر میں ظہور پذیر ہوا اور اسی لئے جس طرح نبیوں کے  
 لئے جبرائیل میں اوسی طرح ولیوں کے لئے الیاس ہوئے اور اکثر ان کے دیکھنے  
 والے اصحاب عجائبات ہوئے۔ اور خضر ان لوگوں کے لئے بمنزلہ میکائیل کے  
 ہیں اور انکے دیکھنے والے اکثر اصحاب مشاہدات ہوئے۔ اور یہ دونوں کسی  
 کے لئے ظاہر نہیں ہوتے مگر اپنے غیب سے اپنی شہادت کی طرف متجہل ہو کر۔ اور  
 ہر شخص ان دونوں کو اپنے حال اور اپنے مقام کے موافق دیکھتا ہے۔ اور ان دونوں  
 کو ان واحد میں متفرق جماعتیں دور دور کے مقامات میں مختلف شکلوں میں دیکھتی  
 ہیں۔ اور یہ دونوں بیک وقت ظاہر نہیں ہوتے مگر اسی شخص کے سامنے جس میں  
 کمال ذات جلال و جمال کی روح ہے۔

عبدالرحمن بن عوف کے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے میں اہبات  
 کی طرف اشارہ تھا کہ جو شخص باطن میں متبوع ہو وہ کہی ظاہر میں تابع ہوتا ہے  
 جیسا کہ کسی چیز کی غایت اوس چیز کے اعتبار سے پس ظاہری اتباع کو لازم نہیں  
 ہے کہ متبوع باطن میں ہی تابع سے افضل ہو۔ چنانچہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر وحی آئی تھی کہ ”ملت ابراہیم کی یکسو ہو کر پیروی کرو“ حالانکہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے کہ ”میں سردارِ فرزندِ آدم ہوں قیامت کے دن یہاں تک کہ ابراہیم  
اسدِ ن کہیں گے کہ مجھے تم اپنی امت میں داخل کر لو“

دُنیا کے مزے غلامتین ہیں پس جس شخص نے اپنے پاس کی خصوصیات  
ربانیہ کو اسلئے ظاہر کیا کہ اس ذریعہ سے دنیاوی مزے لوگوں سے حاصل کرے گا  
اوس نے ساری سلطنت کو غلامتوں کے بدلے بیچ ڈالا۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ  
عنه اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ایک مرتبہ گورے کے پاس اسفدر ٹھہرے رہے  
کہ لوگوں نے گہرا کر اون سے کہا کہ آپتے ہلکے یہاں کیوں روک رکھا ہے حضرت  
عمرؓ نے کہا کہ یہی تو تمہاری وہ دُنیا ہے جسپر نفسا نفسی کرتے ہو۔

جو چیز اللہ کے عارف کو خوش کرے گی وہ اوس کو معروف (اللہ تعالیٰ) کو بھی  
خوش کرے گی۔ اور جو چیز اوسکو ناخوش کرے گی وہ اوسکو بھی ناخوش کرے گی جیسا کہ  
حدیث میں آیا ہے کہ بیشک اللہ عمر کے خوش ہو تیسے خوش ہوتا ہے اور اوسکے  
رنجیدہ ہونے سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ اور یہی مضمون حضرت فاطمہ و بنال و علی و  
سلمان و حبیبؓ کے بارہ میں بھی آیا ہے۔ پس اے مریدو! ایسے کام کرو کہ  
عارفین تم سے راضی و خوش ہوں۔ اگر تم اپنے پروردگار کی رضامندی اور اوسکی  
نعمتوں کی فراخی اپنے لئے چاہتے ہو۔ اور بچتے رہو! کیونکہ اسکے عکس میں نتیجہ  
بھی برعکس ہے۔ اور اللہ سے درخواست کرو کہ تمکو اس کی توفیق دے۔

حق کی طرف سے تکلیف و آزمائش اوسی صورت میں واقع ہوتی ہے جب  
خلق کی طرف سے اختیار و اقتدار کا دعویٰ ہوتا ہے۔ اس لئے جس نے عاجزی  
کی اور سر تسلیم خم کیا وہ تکلیف و امتحان سے بچا رہا (میں کہتا ہوں کہ تکلیف



سے بچے رہنے کے معنی یہ ہیں کہ تکلیف میں اوسکو کوئی دشواری نہ معلوم ہوگی یا فہم نماز منہج بہ دعویٰ رعونت ہے اور نیند منہج بہ تقویٰ معونت ہے۔

کسب کی زبان کہتی ہے کہ ”جو کچھ ہمارے پاس ہے ٹپڑنے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے“ اور وجود کی زبان کہتی ہے کہ ”جو رحمت اللہ آدمیوں کیلئے گھول دیتا ہے۔ اوس کا کوئی روکنے والا نہیں ہے“

جو شخص اپنے ایمان کے لئے کمر در کیا گیا اوسکے لئے آخر میں تکلیف بندی شان ہے و نسیدان نفس علی الذی استصعوا فی الارض و جعلہم ائمةً و تخیلہم الوارثین“ کلام۔ اور جو شخص اپنے گناہوں کے ذریعے بڑا بنا اوسکا مال حقارت ہے ”سلیصیب الذی اجر مؤاصغار عند اللہ و عزاب شدید“ کلام۔

تعلیم کرنے والا جو کچھ مستفید کو فائدہ پہونچاتا ہے وہ حقیقت میں خود اوسی کے لئے ہوتا ہے۔ جو غلام کہ اپنے آقا کی جگہ کام کرتا ہے وہ قوم کا غلام خود قوم کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور اللہ کی طرف سے کوئی چیز نہیں آتی مگر اوسی کی طرف اس کو سمجھو اور میری بات کو اون لوگوں کے سوا جو میری طرف منسوب ہیں دوسرا نہیں سمجھتا۔

ابن حدیث ”قیامت قائم نہ ہوگی جس حال میں کہ روے زمین پر اللہ اللہ کہنے والا ہوگا“ کی شرح میں یہ کہتے ہیں کہ یعنی عارف باللہ حقا۔ پس خلق کے درمیان حق کے عارف کا وجود اون پر ہونا کہ قیامت کے قائم ہونے سے

عہ ما عندکم ینفد وما عند اللہ باقی

عہ ما یفتح اللہ للناس من رحمة فلا ممسک لہا۔

ایمان ہے۔

کسی نے اللہ کی عبادت نہ کی مگر غیب پر۔ لیکن ذوق والی شریعت نے تیرے لئے ذوق شرعی محمدی میں اسطور پر جمع کی طرف ایک دروازہ کھول دیا ہے کہ تو ہر چیز کو یہاں تک کہ اپنی عبودیت کو بھی اپنے معبود کی طرف سے مشاہدہ کرتا ہے پس تو اوسے دیکھتا ہے کہ وہی ان احکام کو تجھ پر جاری کرتا ہے اور اپنی قیمیت سے اونکو تجھ میں قائم رکھتا ہے۔ پس اس شہود کے وقت تو ایسا ہو جاتا ہے کہ ”تو اوس کی عبادت اس طرح کرتا ہے کہ گویا تو اوسے دیکھتا ہے۔“ کیونکہ اگر تو اوسے دیکھتا تو اوسے تو اپنا وجود اپنی کل صفات کے ساتھ دیکھتا۔ اور لسان محمدی نے اس شہود کا نام مقام احسان رکھا ہے۔ اور اسکے بعد نہیں ہے مگر ایقان کا مقام اور وہی عیان ہے۔

کسی شخص کے لئے حلال نہیں ہے کہ خلق اللہ میں سے کسی شخص کو اپنا ہاتھ اور اپنا پاؤں چومے دے مگر اوسی صورت میں کہ اسکے ساتھ حق کی طرف سے وہی باتیں ہوں جو سنگ اسود میں ہیں۔ یعنی خلق میں حق تعالیٰ کے عہد کی نگہداشت اور اللہ وحدہ کا قصد اور یہی وہم کی زیر دستی کے لوٹ سے خوب پاک ہونا اور غفلت میں ڈالنے والی شہوت اور بازرگنے والے فردوں اور گمراہ کنیوالی رجوتوں کا نہ ہونا۔ اور خلق کی خطاؤں کا بار اٹھانا اور سیاہ ہو جانے کی پرواہ نہ کرنا۔ اور اونکو اونکے رب کی یاد دلانا جس سے اون کے دل اُجھلے ہو جائیں۔ پس جس میں یہ صفات جمع ہوں وہی اونکے لئے زمین میں اللہ کا ہاتھ ہے ”بیشک جو لوگ تمہارے ہاتھ

۱۰۱ الذین بیایہونک انما بیایہون اللہ ۱۰۲ (سورہ فتح کی دسویں آیت)

پر بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔  
 ہر زمانہ کے لئے ایک ”واحد“ ہوا کرتا ہے جس کا علم و حکمت میں نہ او کے  
 اہل زمانہ میں سے اور نہ اون لوگوں میں سے جو اس کے زمانہ سے پہلے گزرے  
 ہیں مثل ہوتا ہے کیونکہ ایک دوسرا زمانہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ اور اس  
 واحد کی زبان اپنے زمانہ میں اپنے تلافی سے کہتی ہے کہ ”لوگوں کیلئے  
 جس قدر امتیں پیدا ہوئیں ان میں تم سب سے بہتر ہو۔“ کیونکہ ان لوگوں نے ایسے  
 امام سے اخذ کیا کہ اس کا مثل اس سے پہلے نہ گزرا اور نہ اس کا نظیر اس کا معاصر  
 ہوا۔ اور جو حکم امام کا وہی اس کے مقتدی کا۔ پس اگر وہ اس بات کو اپنی زبان سے  
 کہے تو یہی حق اور سچ ہے اور اگر وہ یہ کہے مگر وہ اس مقام کے لوگوں میں سے  
 نہ ہو تو اس کا حال اس کے مقال کو جھٹلائے گا۔ اور حق ہی اس کا منہ اوار ہے کہ اس کی  
 پیروی کی جائے۔

حق تعالیٰ کو آخرت میں بلا حجاب نہ دیکھیں گے مگر تنزیہ مطلق ہی والے۔  
 اور یہ توحید کو ایسے شرک سے مجرور کرنا ہے جس میں اس کا تقابل یا تقابل کا شائبہ  
 پایا جائے۔ کیونکہ یہ لوگ احد کو ایسا کیسا مشاہدہ کرتے ہیں کہ مطلق اس کا کوئی  
 شریک نہیں ہے۔ اور اس عیان کا بہتر ہے جس کے ساتھ حجاب محالات  
 میں سے ہے۔ اور جو تنزیہ مقید والے ہیں اون کے لئے حجاب لا بدی ہے  
 جیسا کہ اس حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے ”در میان اہل جنت کے اور

عہ چوتھے پارہ کا تیسرا کوع (سورہ آل عمران کی ایک سو دہویں آیت) کہتے ہیں خیر امة انہی

لینا س ۴۴

درمیان اسکے کہ وہ اپنے رب کو دیکھیں نہ ہوگی مگر روار کبریا اور اس کے چہرہ پر جنت عدن میں ہے۔ اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جب حق تعالیٰ قیامت کے دن ان کے غیر معتقدات میں انکے لئے تجلی فرمائے گا تو حق تعالیٰ کو نہ پہچانیں گے۔

ان سے ایسے مرید کی نسبت پوچھا گیا جس نے دعویٰ کیا کہ میں نے اپنے پیروں کا کمال مشاہدہ کیا ہے بعد اوس نے اوس کی حضوری سے مکر معظّمہ یا مدینہ طیبہ یا بیت المقدس کی زیارت کا ارادہ کیا اور اُس پر یہ سند لایا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری سے اپنی منت پوری کرنے کے لئے مکہ کا سفر کیا تھا۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ سچا مرید سب سے پہلے جو کمال اپنے پیروں میں دیکھتا ہے وہ یہ ہے کہ اوسکو حضرت حق میں پاتا ہے جہاں اوس سب لوگوں کی روحیں ہوتی ہیں جو اوسکی نسبت میں ہدایت کے امام ہیں پھر اسکے ساتھ وہ کیونکر اوس بارگاہ کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آثار کی جگہوں کے لئے جو اوس بارگاہ سے جس میں اوس نے اپنے پیروں کو دیکھا ہے کم ہیں چھوڑے گا اور کیونکر اوس مکان کو چھوڑ کر جسکو حق نے خود اوسکے لئے بنایا ہے اوس مکان کی طرف مشغول ہوگا جس کو اُس نے لوگوں کے لئے بنایا ہے یا ارواح انبیاء کے منظر کی ہمنشینی اور اوس سے دو بدو اور دو در رو ملنے کو چھوڑ کر اوسکے اجسام و افعال کے آثار میں مصروف ہوگا اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا سفر تو اللہ کے حکم عام کی تعمیل کے لئے تھا کیونکہ قرآن میں ہے ”یوفون بالذمّ“ (منت پوری کرتے ہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص حکم کی بجا آوری کے لئے کیونکہ حضرت عمر نے عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ میں نے جاہلیت کے

زمانہ میں منت کی تھی کہ مسجد حرام میں اعتکاف کرونگا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اپنی  
نذر پوری کرو۔ اور تمہارے لئے یہ اشارہ بس کرتا ہے کہ جس دن عمر رضی اللہ عنہ نے  
یہ منت مانی تھی اوس دن اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو پہنچتے ہو تو  
تو یہ منت ہی نہ کرتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمنشینی کو ہر چیز پر مقدم  
جانتے ”انما المؤمنون الذين آمنوا بالله ورسوله واذ كانوا معہ علی  
امر جبار مع لم یذہبوا حتی یستأذنیہ۔ واستغفرلہم اللہ تک۔ اب دیکھو کہ  
ضروری کاموں کے لئے جانے میں باوجود اجازت مانگنے اور دئے جانے کے  
کیونکر وہ اپنے استغفار کے لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج کئے گئے اور  
اس بارہ میں خود انکا استغفار اونکے لئے کافی ہوا۔ اسلئے مرید صادق کے لئے  
جائز نہیں ہے کہ اپنی ہدایت کے امام کی حضوری سے کبھی جدا ہو (میں کہتا  
ہوں کہ) حج مفروض کا شیخ کے کلام سے مستثنیٰ ہونا یقین ہے۔

ع انما المؤمنون الذين آمنوا بالله ورسوله واذ كانوا معہ علی امر جبار مع  
لم یذہبوا حتی یستأذنیہ ان الذين یستأذنونك اولئك الذين يؤمنون بالله ورسوله  
فاذا استاذنوك لبعض شأفهم واذن لمن شئت منهم واستغفرلہم اللہ ان اللہ غفور  
رحیم۔ سورہ نور کی مائیسویں آیت (پارہ ۱۸ ص ۷۷) مسلمان تو اس وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان  
لائے ہیں اور جب کسی ایسی بات کیلئے جس میں لوگوں کو جمع ہونے کی ضرورت ہے پیغمبر کے پاس جمع ہوتے ہیں تو جب تک پیغمبر  
سے اجازت طلب نہیں جاتے۔ جو لوگ نئے عبادت لے لیتے ہیں حقیقت میں وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر  
ایمان لائے ہیں۔ توجہ یہ لوگ اپنے کسی کام کے لئے تم سے جانے کی اجازت طلب کیا کریں تو تم ان میں سے جس کو جابر  
اجازت دیا کرو اور خدا کی جناب میں اس کے لئے مغفرت کی دعا بھی کرو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ۱۵

اور اللہ تعالیٰ کے قول ”مسح یعنی عیسیٰ بن مریم تو بس اللہ کے رسول اور اس کے کلمہ ہیں جبکہ اللہ نے مریم کی طرف ڈالا تھا۔ اور اوس کی طرف سے اک روح ہی ہیں“ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انکے لئے کلمہ علمیہ اور روح ارادیہ کو اکجا فرمایا اور کہا کہ ”پس ہبیجا میں نے اسکی طرف اپنی روح کو پس وہ اچھے خاصہ آدمی کی صورت بن گئی“ پس روح تو وہی ہے جو اپنے حکم علمی سے اوس لو تو تھڑے پر جو مریم سے وجود میں آیا تھا غالب آئی اور اوس لو تو تھڑے کے سبب سے اوس نے صورت اختیار کی۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”اور اوس کو لوگون نے قتل نہ کیا“ کیونکہ جو چیز ابز غالب تھی وہ حیات کی صورت تھی پس اوسپر قتل کا واقع ہونا ناممکن ہے۔ اور اگر اوس لو تو تھڑے پر جس کے ذریعہ سے اوس نے صورت اختیار کی تھی کوئی حکم اون حکمون میں سے جو لو تھڑی کے مناسب تھے واقع ہوا تو اس سبب سے وہ صورت اختیار کرنے والے میں ہرگز موثر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو چیز بالذات ہے وہ حقیقتہً عرض سے زائل نہیں ہو سکتی۔ اور اگر وہ دوسرے حکم میں جو اوسکے مخالف ہو پوشیدہ ہو جا سئے تو یہ اوس شخص کے اعتبار سے ہے جس نے اوس سے اور اک نہ کیا۔ مگر اسی حکم کو جس کے اعتبار سے وہ پوشیدہ ہوا ہے۔ اور اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اگر یہ توجیہ صحیح ہے تو یہ واقعہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ نکال لی تو وہ لوٹکر پروردگار کے پاس گیا اور اسنے وہ آنکھ اوسے واپس دی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ فرشتہ طبعی روح ہے جو صورت طبعیہ میں مشکل ہوتا ہے اسلئے اس سے یہ امر بعید نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اسی کے

عالم میں سے ہے۔ اور اگر وہ طبعی نہوتا تو آنکھ نکالنے کا وقوع نہوتا مگر صرف مثال میں اور اسکے بعد وہ دوسری مثال میں متشکل ہوتا اور نکالی ہوئی آنکھ کی جگہ میں دوسری درست آنکھ بدل دیا جاتی اور اس میں انہوں نے تقریر کو طوالت دی ہے۔

بعض صوفیوں کے قول ”حق ہر چیز کی ذات ہے اور محدثات اس کے نام ہیں“ کے بارہ میں انکا قول ہے کہ پہلے جملہ کے معنی یہ ہیں کہ ہر چیز کا قائم و ایجاد و محقق کرنے والا نہیں ہے مگر حق ہی کیونکہ عرض کی مقوم و محقق ذات ہی ہے۔ اور حق جب اس منزلت میں محدثات میں سے ہوا تو وہی محدثات کا وہ قائم رکھنے والا ہوا جس کے بدون اسکا قیام نہیں ہے اسلئے حق پر اونکی ذات کا اطلاق ہوا۔ اور محدثات کا اس کے اسماء ہونا اس سبب سے ہے کہ محدثات کی دلالت اوپر ایسی ہے کہ اونکی ذات کو لازمی ہے جیسا کہ مفعول کی دلالت اپنے فاعل پر۔ اور نام وہ ہے جو اپنی ذات سے اوپر دلالت کرے جسکے لئے وہ وضع کیا گیا ہے۔ بس اسی وجہ سے محدثات کو اونکے اس قیوم کے اسماء کہا گیا ہے جو اونکو وجود میں لایا ہے۔

جو شخص یہ چاہے کہ عالم ذاتی اطاعت سے اسکی اطاعت کرے وہ نہ طلب کرے مگر اللہ ہی کو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان کمال کی صورت پر پیدا کیا گیا ہے جسکو ساری مخلوقات اسی طرح ڈھونڈتی ہے جس طرح رحمن کو۔ کیونکہ وہ عالم ہستی میں اسکا نائب ہے۔

ذات کی شان یہ ہے کہ فی نفسہا مطلق رہے اور اسکی صفات کی نسبتیں

برابر ہوں اسی لئے کسی موجود کو اطلاق کا شعور نہیں ہوتا مگر اسی صورت میں کہ وہ اپنی ذات سے باعتبار تفتیش کے اطلاق کا زیادہ تر گرویدہ ہو اور اسمین انہوں نے طولانی تقریر کی ہے۔

جب روحین صاف ہوتی ہیں تو آسمان و زمین کے اطراف سے نکل جانا چاہتی ہیں تاکہ عالم کثافت و غبار کے حکم سے جدا ہو کر عالم لطافت و محض خیر کی طرف چلی جائیں۔ اور ان کے جسم خاکی ہونے کا حکم ان کو روکتا ہے۔ اس لئے کشاکش واقع ہوتی ہے۔ اور اکثر ایسی روح والے کو رکاؤ ٹون سے خالی نہ ہونے پر برابر حسرت و افسوس رہا کرتا ہے۔ اور اس مقام پر پہونچ کر وہ نالہ و فریاد کرتا اپنے آپ کو سیلی و طمانچے لگاتا اور کپڑوں اور اپنے چمڑے کو نوچتا ہے۔ اور بعض اوقات نفس کا حال ان روح پر غالب آجاتا ہے تو معارف بدن سے الگ ہو جاتے ہیں اور موت حاصل ہوتی ہے۔ اس کو انہوں نے طوالت سے بیان کیا ہے۔

جہاں تک کہ قوم کا ساریان او نئے عشق و حال میں او نئے مطلب کے موافق ہو گا او سیقدر او سکی تاثیر او نین زیادہ ہو گی۔

امام رہنما کی شان یہ ہے کہ مریدوں کے دلوں کو پاک و صاف کرنے سے غافل نہ رہے۔ کیونکہ یہ حق کے مظاہر کا طواف کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”سے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے پاک و صاف کرو اور انصاف پر قائم رہنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کیلئے بذر بیعت و ایمانی حسی کے۔ اور اسمین تقریر کو انہوں نے طول دیا ہے۔



ہر دلی کا اہل (محرم) وہ شخص ہے جو اونکے پاس قلب سلیم کے ساتھ آئے  
 جو محفوظ و شہواتِ بہیمیہ سے بچا ہوا ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ دہن کے اہل (محرم)  
 نہیں ہیں مگر وہی لوگ جو شہواتِ بہیمیہ سے اوسکی طرف نہیں دیکھتے جیسے باپ  
 بہائی چچا اور شوہر کہ یہ بھی اوسکی طرف شہواتِ بہیمیہ سے نہیں دیکھتا بلکہ ارادہ  
 امر یہ ہے۔ اور عورتیں منع کر دی گئی ہیں کہ اپنے چہرے اور اپنی ہڈیوں اور چپائے  
 کے قابلِ زینت کو ظاہر نہ کریں مگر قرابتِ مندوں یا اون مردوں کے سامنے جنکو  
 عورتوں سے غرضِ مطلب نہیں یا اون لڑکوں سے جو عورتوں کی پردے کی  
 بات سے آگاہ نہیں ہیں اور یہ اون ضعیف عقل والوں کی مثالیں ہیں جو بچتہ  
 دلی کے ساتھ اہلِ نظر کے مقلد اور حقایق کے ادراک سے قاصر ہیں۔ بس  
 یہی حال ہر مرید کا ہے۔ جو اپنے پیر کی بارگاہ میں خلوص کے ساتھ آتا ہے وہ اس  
 کے اہل میں سے ہوتا ہے اور اوپر اوسکا ستر کھلتا اور اسرار کا جلوہ ہوتا ہے  
 اور چونہیں تو نہیں۔

اہلِ تخصیص کی خصوصیت کو پہچاننے کے لئے اپنے نفس سے خلوص کا  
 مطالبہ کرو۔ اور جو کچھ تم اون سے چاہتے ہو وہ تم کو اونکے دوست رکھنے سے حاصل  
 ہوگا۔ اور اون سے یہ فرمائش نہ کرو کہ وہ اپنے دلوں کو تم میں مشغول کریں اور تم اپنے  
 نفس کے معاملہ کو چھوڑ بیٹھو کیونکہ اس میں تھوڑا فائدہ ہے۔  
 چاہو کہ کسب سے پیدا ہوتے ہیں اونکے لئے اسباب ویسے ہی ہیں جیسے  
 کہیتی کے لئے پانی کہ جب اوسکو پانی نہ ملے گا وہ خشک ہو جائے گی۔ بس یہی

حال سوچنے والوں کا ہے کہ جب وہ غم و فکر چھوڑ دیں گے۔ اون کے معتقدات نظریہ بیکار ہو جائیں گے۔ اور علیٰ ہذا تنگی سے زندگی بسر کرنے والے کہ جب وہ اپنی سختیوں کو چھوڑ دیں گے اونکی تاثیرات کو نیہ اور مکاشفات صورتہ جاتی رہیں گی۔ اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی دہی ہوتی ہے وہ برابر یکساں رہتی ہے۔

جس نے اپنا راز چھپایا وہ اپنے معاملہ کا مالک ہوا۔ اور جس نے ایسے احوال ظاہر کئے جو راز پر دلالت کرتے ہیں اونے کچھ بھی نہ چھپایا۔ اور اپنے گروہ پر نہ ظاہر کرو۔ مگر اسی قدر جسکو تم جانتے ہو کہ وہ تمہاری نسبت مان لیں گے کہ تمہیں اپنے خواب کو اپنے بہائیوں سے نہ کہہ بیٹھنا کہ تمکو کسی نہ کسی آفت میں پہنسانے کی تدبیر بن کرنے لیکن۔

شکر کامل کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا جو شکر کرے اوکو اللہ ہی کی طرف سے مشاہدہ کرے۔ اور کوئی شکر کرتا ہے تو اپنے لئے شکر کرتا ہے۔ اور حقیقت میں اللہ کا شکر نہیں کرتا ہے مگر اللہ ہی۔ اور بندہ اس سے عاجز ہے۔

جب تمکو معلوم ہو کہ تمہارے پیر کو تمہارے سارے احوال کی اطلاع ہے تو گویا تم نے اپنا نامہ اعمال اوکے سامنے پیش کر دیا اور اوس نے اسکو پڑھا۔ پس وہ یا تو تمہارا شکر کرے گا۔ یا تمہارے رب تمہاری بخشائش چاہے گا۔ اسلئے او سکی سنو اور اطاعت کرو۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کو بصیرت عطا فرمائے تو تم اس کے ذریعہ

لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ أَخِيكَ وَلَا تُنْذِرْهُ ۚ كَيْدُ الْكَافِرِينَ ۚ سوره یوسف کی

یاخون آیت (پارہ بارہ۔ رکوع ۱۱)

وَمِنْ شُكْرِ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۚ سوره نمل کی یا یسین آیت (پارہ ۱۹۔ رکوع ۱۸)

سے جان لو گے۔ گویا تمکو تمہارا نامہ اعمال پڑھنے کے لئے مل گیا۔ بس اگر اول نیکیوں پر تم نے عمل کیا جو اس میں ہیں تو تمکو نامہ اعمال دہانے ہاتھ میں ملا۔ اور اگر اس کے مضمون کی تم نے مخالفت کی تو تمکو وہ نامہ بائیں ہاتھ میں ملا۔ اور اگر تم نے اس کے دیکھنے میں غفلت کی تو تم کو وہ نامہ تمہاری پیٹھ کے پیچھے سے ملا۔ اور جہاں کہیں یہ بیان تمکو ملے تو اپنے نامہ کو پڑھ لیا اور اپنے حساب کو لکھ لیا کرو۔ آج اپنا حساب لینے کے لئے تو آپ ہی بس کرتا ہے۔ بس اسکو سمجھو۔

پیشوایان ہدایت اللہ عزوجل کے امان میں ہیں۔ اور وہ جو روتے اور گرا گڑا تے ہیں تو اپنی پیروی کرنا ہونگے لئے یعنی خواہ او کو تعلیم ہو کہ کیونکر عمل کرنا چاہیے یا شفاعت غیبیہ ہو۔ اور کوئی شک نہیں کہ تعلیم ہی شفاعت ہے اس لئے کہ جس نے سیکھا اور عمل کیا اس کے حق میں سفارش منظور ہوئی اور اسکو فائدہ پہونچا۔ اور جن لوگوں نے ایسا نہیں کیا ان کو سفارش میں کی سفارش فائدہ نہ دیگی۔ پس ان لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں۔

کشف تمہارے پروردگارِ علیم کی طرف سے ہے اور اوپر پردہ تمہارے ہمیں وہم کی طرف سے پڑتا ہے۔ اسلئے کشف کے لئے اپنے وہم سے مدد نہ لو اس لئے کہ اس سے اور بھی پردہ بڑھ جائیگا۔ اور حیوقت تم خلوص کے ساتھ

عَفَا بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسْبُكَ ۝ سورہ نبی اسرائیل کی چودھویں آیت

(بارہ ۱۵۔ رکوع ۲۲) مترجم

عَفَا فَمَا لَهُمْ عَلَى التَّذَلُّرَةِ مُعْرِضِينَ ۝ سورہ مدثر کی آیت چاس (بارہ ۲۹۔ رکوع ۱۶) مترجم

اوسکے وجود کی طرف متوجہ ہو گئے تو اپنے رب سے بخل کا اندیشہ نہ کرو کیونکہ وہ تم کو ضرور ہی دیگا۔

چونکہ جو آدم کی پوشیدہ شہوت کی منظر تہین اسلئے عورت کبھی نہیں پہنچتی مگر شہوت جسمیہ ہی کو جو نہیں جانتی کہ اوسکے اوپر کیا ہے اور اوس کی ہمت اعلیٰ کی طرف نہ ہی نہیں کرتی اور نہ کبھی انجام پر نظر کرتی ہے۔ وہ تو صرف اوس چیز کی طرف دوڑ جاتی ہے جسکی طرف اوسکا یہی دہم اوس کی خواہشوں کو حرکت دیتا ہے۔

بعض باتیں خلق کے لئے کمال کی اور حق کے لئے نقصان کی ہیں مثلاً ازواج و ذریت۔ پس اگر کوئی کہے کہ ازدواج نہ تو نتیجہ ظاہر نہ ہوں۔ تو اس سے کہو کہ نہیں نتیجہ وہاں سے حاصل ہو سکتا ہے جہاں سے آدم علیہ السلام کی صورت میں حاصل ہوا۔ لیکن بالکل اسباب ہی کی طرف نہ کرنا ہی تو وہ ممنوع کہانا ہو جو اوس عذاب کے مسلط ہونے کا باعث ہے جو ضروریات میں ہے۔ فافہم۔

اللہ تعالیٰ کے قول <sup>عہ</sup> خذوا زینتکم عند کل مسجد من زینت سے یہاں مکارم و محامد و فضائل مراد ہیں کیونکہ نفوس آدمیہ کیلئے تو یہی آراستگی ہے۔ اور اسکی ضد تو جانوروں کی آراستگی ہے۔ اور ”مُکَلِّ مَسْجِدٍ“ سے مراد کل وہ لوگ ہیں جو اپنے نور سے خلق کو راہ دکھاتے اور انکو حسن عبودیت کی طرف لیجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے <sup>عہ</sup> وَلِبَاسُ الْتَقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ مِّنْ ذَٰلِكَ

سورہ اعراف کی اکتیسویں آیت (پارہ ۸۔ رکوع ۹) <sup>عہ</sup> اور پہیز نگاری کا لباس یہ بہتر ہے۔ یہ خدا کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ غور کریں۔ سورہ اعراف کی چھپسویں آیت (پارہ ۸۔ رکوع ۱۰) ۱۲

مِنۡ آيَةِ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ حق پیدا ہوا ہے حق کی صورت میں بس یہی  
 اوس کی زندگی و شباب ہے۔ اسلئے حجب حجابوں اور غفلتوں کے عوارض اس  
 کو بڑا کر دیتے ہیں تو وہ آگ کا سمندر ہو جاتا ہے کہ جب وہ آگ میں ڈالا جائے  
 تو اس کا شباب لوٹ آئے۔ بس اسکو سمجھو۔ اور جو بندہ کہ بخیل یا گنہگار ہے یا اس  
 میں بغیر حلم کے عجلت ہے اوس پر محبت کی صفت کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔

قلب کا نام قلب اسلئے ہوا کہ یہ علم ازل میں حق تھا جسکی قوت میں اس کا خلق  
 ہونا پوشیدہ تھا۔ اور علم ابدی میں اس کا اٹھا ہو گیا۔ یعنی یہ وہ خلق ہوا جس میں اس  
 کا حق ہونا پوشیدہ ہے۔ پس وہ حق جو ازل میں تھا اپنے رب کا گھر ہے۔ اور وہ  
 خلق جو ابد میں ہے اوسکے بندہ کا گھر ہے۔ اور جیسا کہ ازل کے رو سے حق کے  
 ذریعے سے خلق کا ظہور ہوا۔ اسی طرح ابد کے اعتبار سے خلق کے ذریعے سے حق  
 کا ظہور ہوا۔ اور اس میں لمبی تقریر کی ہے۔

جب بندہ پر حق تعالیٰ کی نظر عنایت ہوتی ہے تو جو چیزیں کہ یہ بخون کی شقاوت  
 کے سبب ہوتی ہیں وہی اوسکی سعادت کے ذریعے ہوتی ہیں۔ یہ گناہ کرتا ہے۔  
 اور اس کے بعد دل شکستہ شرمندہ و ذلیل ہوتا اور حجاب و جدائی کا مڑا چمکتا اور اس  
 سے وصل کی قدر پہچانتا ہے۔ اور اس سبب سے زیادہ شکر کرتا اور زیادہ  
 مورد فضل ہوتا ہے۔ اور جو اسکے برعکس ہے اوس کا معاملہ ہی برعکس رہتے بیشک  
 اللہ حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قول ۝ اِذَا زُلْزِلَتِ الدِّیۡنُ یُخۡرُجُ صُورٌ فِیۡۤ اٰیٰتِنَاۤ فَاَعۡرَضۡنَا عَنْہُمۡ

۝ دیکھو سورہ النعام کی اڑستویں آیت (پارہ - ۷ رکوع ۱۴)۔ مترجم

کھیلے میں اون لوگوں سے روگردانی کا حکم ہے جنہوں نے جو اولیاءِ مکملین کا مشغلہ بنا رکھا ہے۔ کیونکہ یہی اللہ تعالیٰ کی وہ آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پہنچواتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **وَلِتُحَبِّلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ ط** (اور مقصود یہ ہے کہ ہم تمکو لوگوں کے لئے ایک آیت یعنی نشانی و نمونہ بنائیں)

چونکہ وکالت سے یہ بات نکلتی ہے کہ جس بات کو مکمل نے بکیل کے سپرد کیا ہے اوسمیں وہ عاجز ہے اور وکیل کو اس پر گو نہ قدرت ہے کیونکہ بربات خود کام کی انجام دہی کے مانع کا پایا جانا لایدی ہے۔ اسلئے اللہ کو اپنے بندہ کا وکیل کہا گیا اور بندہ اپنے رب کا وکیل نہ کہلایا۔

انہی پوچھا گیا کہ کیا حق کے مُرید (ارادہ کرنے والے) کیلئے جائز ہے کہ ایسی چیز میں مشغول ہو جو اوسکو اوسکی مراد سے روکے؟ اوہوں نے کہا کہ نہیں۔ تب یہ سوال کیا گیا کہ شارعِ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی امت کو نکاح کرنے کی اجازت دی ہے اس میں کیا حکمت ہے؟ حالانکہ اس میں جو رکاوٹ ہے وہ ظاہر ہے۔ اسکے جواب میں انہوں نے کہا کہ نفوسِ بشریہ کی پیدائش اس پر ہوئی ہے کہ اپنے عوارضِ مزاجیہ سے مغلوب ہوں۔ اسلئے انکو ایسی چیز کی اجازت دی گئی جس سے ان عوارض کے غلبہ سے رہائی پائی تاکہ یہ عوارض اوندکو حق سے نہ روکیں۔ اور نکاح کرنے سے پہلے ضرورت واقع ہونے کی شرط اسلئے لگا دی گئی کہ یہ حق کی طرقتوجہ نہ کہ اوس سے روگردان ہونے کا ذریعہ ہو۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے قول **ذَٰلِكَ آدَتِیْ اِنَّہٗمُ لَاقُولُوْنَ** کو نہیں دیکھتے۔ ”عوئل“ کے معنی زیادتی کر

۱۲ دیکھو سورہ بقرہ کی دوسواں آیت (پارہ ۳ رکوع ۳۷)

برین۔ یعنی نکاح قریب تر اس سے ہے کہ تم اپنے مولیٰ کو چوڑ کر اوسکی طرف جو  
اُس سے کم ہے جبکہ۔ اسلئے جو شخص اچھی نیت سے نکاح کرے گا وہ اپنے  
نکاح کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہے۔ علاوہ برین نکاح میں  
رہنا سے بھی جو اللہ تعالیٰ سے بہت ہی بڑا حجاب ہے بچاؤ ہے۔ اور جس نے  
محض شہوت ہی کے لئے نکاح کیا اوسی کے لئے یہ پروردگار سے باز رکھنے والا  
ہے۔

تیری روحانی حقیقت کے مبدع کا تیری جسمانی حقیقت کے مبدع سے تجہیز زیادہ  
حق ہے۔ اور جب تو نے اسکو جان لیا تو اپنے رب کے کام کو جو تیرا روحانی  
مبدأ ہے سب پر مقدم رکھ۔ اللہ تعالیٰ نے تیری نسبت فرمایا ہے ”پس میں نے  
اوس میں اپنی روح پھونکی“ اسلئے تیرے مان یا پ اور اللہ کے سوا ہر چیز سے  
حق تعالیٰ کا حق تجہیز زیادہ ہے اور وہ تجہیز اول سب سے زیادہ مہربان اور سب سے  
زیادہ تیری خوشی کا خواہاں ہے اور چیز کا مالک سب سے زیادہ اوس چیز کا مستحق  
ہوا کرتا ہے۔

تیرا مرشد و تربیت کنندہ جسکا خلیفہ ہو وہی اپنی حقیقت کی رو سے تیرا  
پروردگار و رہنما ہے۔ پس اے مرید اوس شخص کو پہچان جو تیری مراد ہے۔ اور  
اے شاگرد اوسکو جان جو تیرا استاد ہے۔ اور اسکی پابندی کو غنیمت جان  
بڑے علما و لوگوں کے حق میں ابلیس سے زیادہ ضرر رسان ہیں۔ کیونکہ  
ابلیس جب وسوسہ ڈالتا ہے تو مومن سمجھ جاتا ہے کہ یہ کمال دشمن و گمراہ کرنے  
والا ہے۔ اسلئے جب اوسکے وسوسے کی اطاعت کرتا ہے تو جان لیتا ہے

کہ میں نے گناہ کیا اور اپنے گناہ سے پروردگار کی درگاہ میں توبہ واستغفار کرتا ہے اور بُرے علماء حق و باطل کو گڈ مڈ کر دیتے اور اپنی کجی اور ہٹ دھرمی سے غرضوں اور خواہشوں کے موافق احکام میں زیادتی کرتے ہیں۔ اسلئے جس نے ان کی اطاعت کی اسکی محنت رائگان گئی حالانکہ وہ یہ سمجھا کہ میں نے اچھا کام کیا۔ اسلئے ان سے اللہ کی پناہ چاہو اور پرہیز کرو اور سچے علماء میں سے ہو جاؤ۔

مولویوں سے احکام دین کے علم کا دعویٰ حاصل کرو گے۔ اور علماء باعمل سے احکام دین پر عمل کرنا سیکھو گے۔ اسلئے دیکھ لو کہ دونوں میں سے کون سا فائدہ رب العالمین کے نزدیک قربت کا ذریعہ ہے۔ بس استحکام کے ساتھ اوسی کے پابند رہو۔ اور جب تم سے مولوی کہیں کہ تم نے خلوص والے صوفیوں سے کیا حاصل کیا؟ تو ان سے کہو کہ میں نے احکام دین کے جو اقوال تم سے سیکھے تھے ان پر خوبی کے ساتھ عمل کرنا میں نے ان سے سیکھا۔ قربت کی نیت عادات و مباحات کو بھی عبادت بنا دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اہل اللہ کے پشمی جبہ کو تم اور ان کے ریشمی لباس سے بہتر سمجھتے ہو۔ اور یہ اسوجہ سے ہے کہ اوس سے اونکا مقصود اللہ تعالیٰ کا رُخ ہے اور جو شخص نیکی کرے گا اوسکے لئے ہم اور زیادہ خوبی پیدا کر دیں گے۔

تیرے اور تیری دریافت کے بیچ میں یہی ہے کہ تو دنیا کی محبت کو اپنی پشت پر ڈال دے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا مِّنْ كُلِّ ثَلَاثٍ يُدْخِلْهُ فِي فَضْلٍ غَيْرِ مُتَّبَعٍ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا مِّنْ كُلِّ ثَلَاثٍ يُدْخِلْهُ فِي فَضْلٍ غَيْرِ مُتَّبَعٍ ۚ



خاتم الاولیا خاتم الانبیاء کے طور پر ہوتے ہیں۔ اور اسکی علامت یہ ہے کہ کُل اولیاء کی یافتہ اوس میں ہوگی اور اپنی خاص یافتہ کے ساتھ مخصوص ہوگا جیسا کہ خاتم الانبیاء میں کل نبیوں کے کمالات تھے اور ان سے اپنی خصوصیت کے باعث ممتاز تھے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ”واحد“ دو جہتوں سے دو اعتبار کے باعث صدیق قطب ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ صدیقیت نظام قطبیت کے ضمن میں ہوتی ہے اسلئے کہ وہ اسکے دائرہ کے مراتب میں سے ہے۔

قطب ایسے کمال پر کہ نوع انسان کے لئے اوسکے زمانے اور اوس کے دائرہ کے موافق ممکن ہے نور حق کا منظر ہے اور صدیق ایسے کمال پر جو اوسکے مثل کے لئے ممکن ہے قطب کے نور کا منظر ہے۔ اور نور وہ ہے جس سے کشف و بیان اور معانی کی تحقیق اعیان میں حاصل ہوتی ہے۔

اویار عارفین کی مجلسین روحانی محاضرات ہیں ان میں وہ روحانی زبان کی فصاحت کے سوا کسی چیز کی پروا نہیں کرتے۔ اور وہ ذوق کی رو سے معانی کی تحقیق اور حق و صدق کی رو سے اونکا حُسن قبول ہے۔ اور حجب اونکی یہ فصاحت درست ہے تو انپر کوئی مواخذہ نہیں ہے چاہے اونکی جسمانی زبان فصیح ہو یا کند یا غلط کار یا درست گفتار۔ حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا“

ماہرون رائن گریم و قال را  
ماہرون رائن گریم و قال را  
ان سے پوچھا گیا کہ شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ کی حزب النور میں

”اعوذ بک من السبعین والتمانیہ“ سے کیا مراد ہے۔ انہوں نے کہا کہ  
 سبعین یعنی ستر سے وہ زنجیر مراد ہے جس کی ناپ گزوں میں ستر گز ہوگی اور یہ  
 ہلاک ہونے والے فرقوں کا منظر ہے اور تمنا یہ یعنی آٹھ سے سات راتوں  
 اور آٹھ حسوم یعنی منجوس دنوں کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ آٹھ دروازے  
 جہنم کے منظر ہیں۔

ہر ول کے لئے خضر ہے جو اسکی روح ولایت کی متشکل صورت ہے جیسا کہ  
 ہر نبی کے لئے جبریل کی صورت ہے جو اسکی روح نبوت کا متشکل ہے کہ اسکے  
 حس میں اسکے نفس کے فوق سے ظاہر ہوتا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے  
 فرمایا کہ ”قسم ہے اسکی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کبھی تم کوئی  
 راہ نہ چلے مگر شیطان تمہاری راہ کے سوا دوسری راہ چلا“ اس سے حضرت عمرؓ  
 کی وہ صورت روحانیہ مراد ہے جس کے ساتھ وہ اس خطاب کے وقت تھے۔  
 اسلئے اس پر یہ اعتراض نہ ہوگا کہ جاہلیت میں ان کو شیطان نے کیونکر گمراہ  
 کیا تھا۔

نیک والد صاحب ختم الاعظم تھے پس شاذلی اور سب اولیا انہی سلطنت  
 کے پیاروں میں سے تھے۔ اسلئے سارے دائروں میں وہ حاکم تھے محکوم نہ تھے  
 پس ہم سے انہیں کہا جا سکتا ہے کہ تم لوگ شاذلی کا حزب کیون نہیں پڑتے  
 کیونکہ تم اونکے تابعین میں سے ہو۔ (میں کہتا ہوں کہ) جو لوگ احوال میں

۵ دیکھو سورۃ الحاقہ (پارہ ۲۹- رکوع ۵۷) کی ساتویں آیت جیسوین آئین - ۱۲ مترجم

صادقین تھے اور ان میں سے ایک جماعت نے مقام ختمیت کا دعویٰ کیا ہے اور جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر زمانہ کے لئے ایک ختم الاولیا ہوا کرتا ہے۔ اور اسپر قرنیہ انہیں کا قول ہے جو اوپر گزرا کہ ”ہر دلی کے لئے ایک خضر ہوا کرتا ہے“ واللہ اعلم۔

”اِنَّ اَوَّلَ لَیْلَتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِکَکَ“ (سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے ٹھہرایا گیا وہ یہی ہے جو مکہ میں ہے) اس آیت میں گھر سے آدم علیہ السلام کا قلب مراد ہے کیونکہ یہی پہلا گھر ہے جو بشر میں پروردگار کے لئے ٹھہرایا گیا اور آدم علیہ السلام اپنے جسد کے ساتھ خانہ کعبہ کی چوکھٹ کے نیچے مدفون بھی ہیں جیسا کہ اوٹکو شفت ہوا تھا۔ اور کعبہ کی عمارت تو قاصرون کے لئے مثال ہو کر اسکو دیکھ کر معنی کو یاد کریں۔

غذا ہر مقام میں مقام کی مناسبت سے غذا کھانے والے کے مشابہ ہوا کرتی ہے پس جسم کی غذا جسم۔ روح کی روح۔ نفس کی نفس عقل کی عقل علم کی علم۔ حق کی حق اور خلق کی خلق۔ بس اسکو سمجھو۔

خلق کے معنی لغت میں تنگ کرنے کے ہیں اور خانق تنگ راستہ کو کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے جس تکیہ میں رسمی صوفی رہتے ہیں اسکو خانقاہ کہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اور شرطوں کی وجہ سے جن کی پابندی خانقاہ کی دوائی اسکو میں کرنی پڑتی ہے اپنے نفسوں پر تنگی کرتے ہیں۔ اور لوگوں کا مقولہ ہے کہ ”جو شخص حضور سے غائب ہوا اسکا حصہ ہی غائب ہوا مگر اہل خواتق یعنی سختیان برداشت کرتے والے“

جو شخص احترام کو دوست رکھتا ہے اس کی ہتک حرمت تم نہ کرو گے مگر اسی صورت میں کہ تم میں حق سے مغائرت کا کچھ شائبہ باقی ہوگا۔ اور وہی شائبہ تمہاری نسبت یہ حکم لگائے گا کہ تم قلیل الادب ہو کیونکہ اس منظر میں احترام کو دور حقیقت دوست نہیں رکھتا ہے مگر حق ہی۔ لیکن اگر تم میں حکم غیریت کا شائبہ باقی نہیں ہے تو جو ام تم سے سرزد ہو گا وہ حق کی طرف سے اپنے لئے ہوگا۔ پس نظر دوڑاؤ کہ کیا دکھائی دیتا ہے؟ بلکہ خود انسان اپنے مقابلہ میں حجت ہے۔ گو وہ بہانے پیش لایا کرے۔“

یہاں جب کمانے پر قادر ہوا اور اس کی صلاحیت اس میں آگئی تو اس کی کفالت اس کے باپ پر نہ رہی۔ اور غلام کی کفالت آقا کے ذمہ سے کسی سبب سے ساقط نہیں ہوتی۔ اس لئے جو اس کا بندہ ہوا اس کی بندگی کو لازم کر لیا اور عقیمیت جانو جب عارف دیکھے کہ وہ اپنے معروف کا عین ہے تو لوگوں کے اس کی تعظیم کرنے میں اس پر کوئی الزام نہیں ہے۔ (میں کہتا ہوں کہ) اس کے عین معروف ہو جانے کے معنی یہ ہیں کہ معروف کی وہ صفات جن سے متعلق ہونے کا حکم ہے اس میں آجائیں اور یہ بیان اس پر مبنی ہے کہ صفات عین عین غیر نہیں ہیں۔

جس کے ساتھ کوئی چیز نہیں ہے اور نہ کوئی چیز اس کے سوا ہے اس کے ساتھ تم کیونکر متحقق ہو سکتے ہو حالانکہ تم اپنے نزدیک ایک چیز اس کے سوا اس کے ساتھ موجود ہو۔ کیونکہ اول کا وجود دوسرے یا دوسرے کے لوازمات کے نہ رہنے کے ساتھ مشروط ہے۔ فافہم۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول ”اٰر قبوا محمدًا فی عتوٰتہ“ کی شرح  
 میں یہ کہتے ہیں کہ محمد کو ان کے ذریعے سے مشاہدہ کرو۔ پس اگر ان میں کوئی ایسی  
 بات پاؤ جو تم پر گراں گذرے تو اسی طرح اس کو مان لو اور اوپر راضی ہو جاؤ کہ  
 گویا وہ تمہارے رو در رو آنحضرت سے آئی ہے اور پھر جو کچھ وہ فیصلہ کر دین اُس  
 سے کسی طرح دلیکھ ہی نہ ہو بلکہ دل و جان سے اس کو قبول کر لو اور اگر تم کو ان  
 سے کوئی تعجب انگیز امر پیش آئے تو اس کو رسول اللہ کی عترت میں رسول اللہ  
 کی طرف سے مشاہدہ کرو تا کہ ان کی وجہ سے تم رسول اللہ سے محبوب نہ ہو اور رسول اللہ  
 سے کم ان کو دوست رکھو اور انکو یاد کرنے کے سبب سے رسول اللہ کو بھول جاؤ۔  
 اس لئے کہ حقیقت میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی نسبت ہے  
 جو اچھے خاصے بشر کو اس روح سے جو اُس شکل میں آئی ہے۔ اور کیا شاخ  
 حقیقت میں جڑ کی غیر ہوتی ہے؟ اور اسکے پہل نہیں آتے مگر اُسی میں سے۔  
 ”کُنْتُ کَنْزًا لَا اُعْرِفُ“ (میں ایک غیر معروف گنجینہ تھا) اس سے تہجد کا  
 مرتبہ مراد ہے ”فَا حَبِیْتُ اَنْ اُعْرِفَ فَنَخَلَقْتُ خَلْقًا“ (پس میں نے چاہا کہ پہچانا  
 جاؤں اس لئے میں نے خلق کو پیدا کیا) یعنی تقدیری ذاتیں میں نے مقرر کیں اور ان  
 سے اپنے آپ کو پہچنوا یا اور ان سب کو انہیں کے ذریعے سے ان کی راہ دکھائی  
 پس میرے ہی ذریعے سے انہوں نے مجھے پہچانا کیونکہ میں ہی تو گل ہوں۔ تحقیق  
 میں اس کلام کی حقیقت یہ ہے جو میں نے بیان کی اور فرقان میں اسکے دو سکر

۵۔ سورہ نساء کی بیسٹھویں آیت (پارہ ۵۔ رکوع ۶) کا اقتباس ہے۔ اس لئے اس کو

معافی ہی ہیں۔ اور سب اللہ کے پاس سے ہیں۔ فافہم۔  
 اور ہر صورت آدمیہ میں آدم ہے اور فرشتہ او سکو سجدہ کرنے والے ہیں۔ اور  
 ایسے ہی اماموں کے حقایق ہیں بس ان میں سے ہر ایک ایک گلی ہے جو اپنے  
 پیروؤں کے اعتبار سے مقتدی ہے ”پس جسے میری پیروی کی میں وہی مجھے  
 ہے“ پس یہ لوگ مجملًا وہ ہیں۔ اور وہ مفصلًا یہ لوگ ہیں۔  
 تو اسے مرید شاخ ہے اور تیرے پیرو کا نور آفتاب ہے جو تھمکو زندہ رکھتا ہے  
 اور ماہتاب ہے جو تیری پرورش کرتا ہے۔

جب تو نے اپنے آلات ادراک کی رکاوٹیں دور کر دیں تو تو ان میں سے  
 ہر ایک سے ذہنی کام لیگا جو دوسرے سے نکلتا ہے۔ پس تو کسی بات کو نہ سنے  
 گا مگر اوسکو دیکھے گا بھی اور ہر مقام میں اسی کے موافق قیاس کر لو۔  
 جب تم نے نفس کو قلب کے حکم کا تابع کر دیا تو نفس کو کوئی جبرگڑا اپنے  
 رب اور حاکم سے نہ رہا۔ ورنہ جسقدر نفس میں شرک رہتا ہے اوسی انداز سے  
 اوس میں جبرگڑنے کا مادہ رہتا ہے۔

جہاں عالم کے ذمہ کلام کرنا ہے وہاں اسکا سکوت ویسا ہی ہے جیسا  
 جاہل کا کلام کرنا۔

حدیث ”مَنْ وَلَّى الْقَضَاءَ فَقَدْ ذَرَعَ بَغْئَةً سَكِينٌ“ (جس نے قاضی کا  
 حمدہ قبول کیا وہ بغیر چہری کے ذبح ہوا) کے مطلب میں یہ کہتے ہیں کہ ذبح  
 سے فضیلت رویہ کا دور کر دینا مراد ہے۔ بس معنوی ذبح بھی ہے کیونکہ یہ  
 بدون چہری کے ہوتا ہے۔ پس جس نے ذہنی رعونتوں کو دور کر کے قاضی

کا عہدہ قبول کیا وہ صاحب حکومت اور قاضی باجی تھی ہے۔ اور جس نے ایسا نہ کیا وہ زبردستی کرنے والا قاضی جو رہے (میں کہتا ہوں کہ) اسکی تائید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے ہوتی ہے جو مردار کے چمڑے کے بارہ میں ہے کہ ”اِسْكَاْ غَلَا يَاجَانَا هِي اِسْكَازِجْ كِرْنَا هِي“ فتاویٰ۔

جب تک تیرا تعلیم کر نیوالا تعلیم کے ذریعہ سے تیرے نزدیک معلومات کو پیدا کرتا ہے وہ تیرا باپ ہے۔ اور جب اوس کے نور سے تیری روح متحقق ہو گئی تو اوسکا علم تجھ میں معلومات کو عظمت کے ساتھ جلوہ گر کرنے لگا اور وہی وحی ہے اور تیری طرف تیرا رب ہی وحی بھیجتا ہے۔ پس پہچان اور غنیمت جان۔

اللہ تعالیٰ کے قول ”وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي“ (اور ہماری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو) کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ۔ یعنی نہ میرے اجر اور نہ میرے سوا کسی چیز کے لئے۔ بس یہی عاشقوں کی عبادت ہے۔

ہر محقق مُصَدِّق ہے اور ہر مصدق محقق نہیں ہے۔ پس جس نے حق کو حق کے ذریعے پایا وہ محقق مصدق ہے۔ اور جس نے کسی امر زائد سے پایا وہ صرف مصدق ہے۔

جس نے اپنی حد سے تجاوز کیا وہ مقید ہوا اور جسکا کوئی غیر ہی نہیں ہے اُس کے لئے کوئی حد نہیں ہے۔ فافہم  
جنگلوں میں دیکھتا ہے مگر توہی پہراؤ سکے ساتھ جو توہی ہے تجھے کون فائدہ

پہنچا سکتا ہے کہ تو دکھا واکر تا ہے تاکہ وہ تجھے دیکھے۔  
تیرا مرشد تجھ کو تجھ سے زیادہ جانتا ہے کیونکہ وہی تیری حقیقت ہے اور تو  
ظلمت ہے۔

تم اوسیدہ قدر اپنی حقیقت کو پہچانو گے جس قدر اپنے مرشد کو۔  
جب تک کہ تمہارے نزدیک تمہارے مرشد کی منازرت کا حکم اٹھ نہ جائے  
اوس وقت تک حقیقت کے اعتبار سے یقیناً تم نکلے ہو۔ اس لئے اپنے رب کی  
طرف رجوع کرو اور اس سے اس چیز کو مانگو۔  
جہاں کہیں ربانی خطاب اے بنی آدم کے الفاظ میں آیا ہے وہاں اون  
سے داہنی جانب والے مراد ہیں۔

جب ایمان کا ریشمی جامہ دونوں جہان کے کائناتوں سے چوٹ گیا تو اللہ  
وہاں نہیں ہے مگر اللہ ہی لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

حدیث ”کل عمل ابن آدم الا الصوم فانه لی“ (فرزند آدم کا ہر عمل اوسکے  
لئے ہے مگر روزہ کہ وہ میرے لئے ہے) کے متعلق انکا قول ہے کہ فرزند آدم سے  
وہ لوگ مراد ہیں جو محبوب ہیں کیونکہ مقربین کے سارے عمل اپنے رب ہی کے لئے  
ہیں اور وہ سب کے سب روزے ہی ہیں کیونکہ یہ لوگ عملوں کی نسبت اپنی  
طرف سمجھنے سے بری ہیں البتہ میں مجاز کے طور کی نسبت کو نہیں کہتا۔ یہ اللہ کا  
فضل ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے۔

مرشد ناطق کی صورت مُردہ صادق کے ستر کا آئینہ ہے کہ جب اوس میں  
بصیرت کے ساتھ نظر کرے گا تو اپنے ستر کو اوسکی سریرت کی صورت



میں مشاہدہ کرے گا پس مرید کے پہلے میا دی یہ ہیں کہ اوسکا باطن اہل صلاح  
 ولایت کے خط و خال سے آراستہ ہو۔ اور اسکے ہو جانے پر جب اپنی چشم  
 بصیرت اپنے مرشد پر ڈالے گا تو اپنی صلاح و ولایت کی صورت اپنے مرشد  
 کی صورت کے صفا میں دیکھے گا اور بول اوٹھے گا کہ اوسکا مرشد ہی ولی صالح  
 ہے۔ تب اوسکی لگاتار نگاہوں کی برکتوں اور اوسکی بلند ہمتوں سے مدد چاہیگا  
 اور برابر اپنے مرشد سے اعلیٰ درجہ کی دعاؤں اور عمدہ و نفیس خطرات کا طالب  
 رہے گا۔ اس سے وہ مرشد کے نزدیک ویسا ہی دوست سمجھا جائے گا جیسا  
 بہت لئے جلنے والا۔ یہاں تک کہ اسرافیل عنایت اُسکے قلب کی صورت  
 کے طور میں تخصیص آدمی کی روح پہونکے گا۔ اور اس مقام پر وہ اپنے مرشد  
 کو آدم زمان اور موجودات کا مالک عنان مشاہدہ کرے گا۔ تب اوس کی ویسی  
 تعظیم کرے گا جیسی کہ جو ان بیٹا اپنی باعرب باپ کی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ صورت  
 آدمیہ کا حجاب اٹھ جائے اور اوسکی مخصوص روح محمدیہ کا جمال جلوہ گر ہو جائے۔  
 اور اس مقام پر وہ اپنے مرشد کو محمدی سردار مشاہدہ کریگا۔ اور اوسکا غلام بن  
 جائے گا اور اسکے سوا نہ کسی کی طرف حاجت لیجائے گا اور نہ کسی طرف رخ  
 کریگا۔ یہاں تک کہ انوار روحانیہ اوسکے سدرۂ باطن پر چہا جائیں گے اور کدورت  
 کچی و پردہ سرکشی کو دور کر دیں گے۔ اور اسوقت جب اپنے مرشد پر نظر ڈالیگا  
 تو نہ دیکھے گا مگر ایک ہی کو جو ہر جلوہ گاہ میں دیکھنے والے کی وسعت کے مطابق  
 جلوہ گر ہے۔ تب وہ وجود کے سامنے عدم اور حضرت شہود میں محو ہو جائے گا  
 پس مرید کا اول امر توفیق ہے اور اوسط تصدیق اور آخر تحقیق۔ اور یہی انتہا ہے

مقعد صدق میں ملیک مقدر کے پاس قدم صدق سے دوڑ کر جانے کی ابتدا ہو  
 جو شخص اندرائن کے چھلکے میں شہر کرتا ہے اور اسکا اصل حال ناواقفون  
 پر مشتبہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ شہدین جب ظاہری ظفر کی تلخی محسوس ہوتی ہے  
 تو بوقوف آدمی اور اسکا اصل کی تلخی گمان کرتے ہیں کہو کہ جو لوگ ایمان رکھتے  
 ہیں ان کے لئے تو یہ ہدایت و شفا ہے۔ اور جو ایمان نہیں رکھتے ان کے  
 کانوں کے حق میں گرانی اور ان کی آنکھوں کے حق میں نابینائی ہے۔  
 بندگان مکر میں کو ان کی شناخت کے بعد ذیل دوا کرنا فوری زہر ہے کہ  
 جان قلب میں پہنچا اور فوراً آدمی مر۔

اللہ کا مخصوص وہی شخص ہے کہ اسکا ستر و جہر تمام اقطار سے نفوذ کرے  
 پس اس میں غیر اللہ کی سمائی نہ ہو اور نہ اللہ میں اس کے غیر کی گنجائش ہو۔  
 اور جو اللہ کے مخصوص نہیں ہیں وہ اسکی ضد میں اسلئے وہ زمین یا آسمان یا  
 برزخ یا جنت یا دوزخ میں مقید ہیں۔

ایک نہیں ظاہر ہوتا کل میں مگر ایک ہی گو صورت میں وہ ایک سے زیادہ  
 ہوں۔ اسلئے وہ سریرت میں ایک ہی ہیں جیسے عیسیٰ و یحییٰ و موسیٰ و ہارون  
 مثلاً پس یہ دونوں حس کی رو سے دو تھے اور حقیقت میں دونوں ایک تھے  
 پس تم دونوں کہو کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ یہ دیا ہی ہے کہ

قل هو اللذین امنوا ھدی وشفاء والذین کایو منون فی

اذ انھم وقرؤھو علیھم عمی۔ ۵ سورہ حم السجدہ کی چالیسویں آیت

(پارہ ۲۴۔ رکوع ۱۹)۔ ۱۲ مترجم

جب تم اسم ذات اقدس کی تعبیر عربی زبان میں کرنا چاہو تو اللہ جل جلالہ  
 کہو۔ عبرانی میں تو اَوَہِیْم۔ فارسی میں تو خدا۔ ترکی میں تو تکرہی۔ رومی میں  
 تو تہوہس۔ اور قبطی میں تو لیصا۔ یعنی ہر زبان میں ایک دو کے لفظ سے  
 تعبیر کی جاتی ہے۔ اور اس پر نظر دوڑاؤ کہ حبریل جب آدمی کی صورت میں  
 مشکل ہوتے ہیں تو کئی بازوؤں اور متعدد سروں والے حبریل ہونے سے  
 خارج نہیں ہوتے بلکہ وہ دونوں صورتوں میں ایک ہی ہیں متعدد نہیں ہیں  
 عقل ”تم“ کا حجاب ہے اور نفس ”میں“ کا اور جو ان دونوں سے  
 بلند ہوا اس نے طور سینا کے محضر سے ”قَابُ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی“ کے مشہد  
 تک ترقی کی۔

معتشوق کی عاشقوں کے اغراض سے مخالفت ان کے عشق کے سچے  
 ہونے کی دلیل ہے۔

قریب کا قرب بلاشبہ قرب ہے اور بعید سے دوری بلاریب دوری ہے  
 اور ایسا ہی معاملہ خضاعت و غیب میں ہے۔

غیر حکیم میں علم کا ہونا ویسا ہی ہے جیسے مغرب سے آفتاب نکلنا۔ اور  
 عمل بغیر ادب کے گویا شہد کو اندرائن کے تلخ چمکے میں رکنا ہے۔  
 شکوہ ہو کر بچپانے سے معتبوب ہو کر بچ جانا بہتر ہے۔

جس کا کوئی پیر نہیں اس کا کوئی مولیٰ نہیں اور جس کا کوئی مولیٰ نہیں اس کے  
 لئے شیطان اولیٰ ہے۔

مرید وہ ہے جس کی مراد اس کے مرشد کی آنکھوں کے سامنے پائی جائے۔

جو شخص افعال میں اپنے مرشد کی موافقت کرے گا اسکا مرشد اپنے اُن  
معارف میں جن کی خبر اسکو دیگا اس کو اپنی مطابقت پر لے آئیگا۔ اور جو شخص  
افعال میں اسکی مخالفت کرے گا وہ اس کے احوال کے معانی کے توہم میں  
مطابقت کو کہو دیگا۔

جو شخص بدون اپنی اپنے مرشد کے ساتھ ہوگا اسکا مرشد اللہ کے ساتھ اسکی  
معیت میں ہوگا۔

جس شخص کو یہ دہم ہو کہ اسکا مرشد اس کے غیر کی خبر دیتا اور اس کے سوا غیب کے  
ساتھ باتیں کرتا ہے وہ دور پہنیکا ہوا ہے۔

مرید صادق اپنے مرشد کی رحمانیت کے استواء کے لئے عرش ہے۔

اللہ نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے کہ اس قلب میں داخل نہو جس میں  
اسکا غیر ہو اور اس آئینہ کے سامنے ظاہر نہو جسے اس کے دیکھنے کی جگہ سے  
اس کے غیر کو دیکھا ہو۔

جس کو جیت نے بند کیا وہ حق کا چہرہ نہ دیکھیگا۔ اور جیت سے الگ نہ  
ہوگا مگر وہی جس نے آسمانوں اور زمین کے اطراف سے نفوذ کیا۔ اور جس میں  
جمائیت کا اثر مضبوط ہو گیا ہے وہ اس کے اطراف سے نفوذ نہیں کر سکتا۔  
کیونکہ انسان کا جسم ہی اس کا قید خانہ ہے۔ پس جب اس سے چھوٹا قید خانہ  
بے چھوٹا۔

جس نے اپنے آدمی ہونے کی طرف بالکل انقیاد کیا اس سے حقائق  
انسانیہ سلب ہوئے۔ اور جس سے حقائق انسانیہ سلب ہوئے وہ علوم الہیہ

کے حقایق سے جاہل رہا۔

مرید کے اپنے مرشد سے کامیاب ہونے کی تین علامتیں ہیں۔ اسکو سب سے بڑا کردار دوست رکھنا۔ اور جو کچھ اس سے سنے اسکو مان لیتا۔ اور اسکے کل شیون میں موافقت کے ذریعے اسکے ساتھ رہنا۔

جنے اپنے مرشد کا تقرب خدا کے ذریعے حاصل کیا اسکے دل سے اللہ سخاوت کی واسطے سے قریب ہوا۔

جس نے اپنے مرشد کو اپنی جان پر مقدم رکھا اللہ تعالیٰ نے اسکے لئے اپنے عطیہ قدس کو کھول دیا۔ اور جو اپنے مرشد کی بارگاہ کو نقائص سے منترہ سمجھا اسکو اللہ تعالیٰ نے خصائص عطا فرمائے۔

اور جسکا مرشد اس سے پلک جپکنے بہرہی او جہل رہا اسکو اللہ نے جدائی کے مہلکون میں ہلاک کیا۔ اور مرید اور اسکے مرشد کے مشاہدہ کے مابین کوئی چیز حائل نہیں ہوتی مگر یہ کہ مرشد کی مراد کی جگہ اپنی مراد کو قائم کرے اور جس کے مرشد نے اسکے نقائص پر اسکی تنبیہ نہ کی وہ اسکے خصائص کے حضرت میں فرحت اندوز نہوا۔ اور جس نے مرشد کے کوڑے برداشت نہ کئے اسکے سامنے عروس مودت کبھی جلوہ گر نہوئی۔ ہٹکار اس مرید پر جنے اپنی طبیعت سے رہنما سے سرکشی کی۔ بیشک وہ سید ہے راستہ سے ہٹ گیا۔ اور جس کے لئے اللہ نے کوئی نور مقرر نہ کیا اسکے لئے کوئی نور ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بات نے جو بدلتی نہیں اور اسکے عملہ آمد نے جو پلٹتا نہیں پہلے سے یہ قاعدہ بانڈہ دیا ہے کہ کسی شخص میں اسکے علم کی روح نہیں

پہنچی جاتی مگر اوسکے لئے خلافت کی دو ٹولیاں ہو جاتی ہیں۔ ایک تو ملکی جو اوسکو  
 سجدہ کرتی ہے۔ اور دوسری شیطانی جو اوس سے حسد کرتی ہے۔ اس لئے  
 تم اسکی حرص کرو کہ نعمت علیہ والوں کے محتاج بنو۔ اور اوس سے خود تنی کے  
 ساتھ ملو تاکہ تم بچو یا علم حاصل کرو یا مورد رحم ہو۔ اور خبردار اوس کے دشمن یا حسد  
 نہ بنو ورنہ یا تمہاری نعمت چھین جائے گی یا سنگسار ہو گے یا محروم رہو گے۔  
 عارف کا قلب اللہ کی بارگاہ ہے اور اوسکے جو اس اوس بارگاہ کے  
 دروازے ہیں۔ پس جس نے مناسب نزدیکی کے ذریعے سے عارف کے  
 جو اس کا قرب حاصل کیا اوسکے لئے اس بارگاہ کے دروازے کھل گئے۔  
 جو اپنے اخلاق کا مالک ہو اوس نے اپنے خلاق کو پوجا اور جسکے اخلاق  
 ہی اوسکے مالک ہوئے وہ اپنے خلاق سے محجوب رہا۔

عادت وہ ہے جس میں لذت نفوس ہو اور عبادت وہ ہے جسکا خالص مقصد  
 ملکِ قدوس ہو۔ چاہے وہ نماز روزہ ہو۔ اور چاہے سونا اور کھانا۔ عارف  
 کے نزدیک یہ سب عبادتیں ہیں۔

جس کی مالک اوسکی عادتیں ہو میں اوسکی عبادتیں رائگان گنیں۔ اور  
 جس سے عادتیں دور ہو میں بس وہی عارف یا مراد یا مشاہد ہے۔  
 جس نے اپنے پروردگار کو واحد مختار کی زبان سے یاد کیا اوسے گھر کو خاص  
 اوسی کے ذکر کیلئے خالی کیا۔

جس شخص کی برأت گھر سے ظاہر ہو گئی اور اسپر ہی اوس نے کہا کہ میں  
 اپنے نفس کو بری نہیں کرتا اوس کے لئے بادشاہ کا فرمان ہوتا ہے کہ

اسکو میرے پاس لاؤ میں اسے اپنے لئے خاص کر لینا چاہتا ہوں۔  
مفید ترین قلم وہ ہے جس کے فیض کو افہام قبول کریں۔

آئینہ کو دیکھو کہ تمام صورتوں سے مترا ہوا اور ہر صورت والے کو اس نے  
وہ باتیں بھی دکھائیں جنکو وہ دیکھ سکتا تھا اور وہ بھی جنکو اپنی صورت میں نہیں  
دیکھ سکتا تھا۔ اسی طرح جو شخص تمام عالم کے علاقے سے مجرود ہے اسکا بولتا  
ہوا چہرہ حقایق کا آئینہ ہے کہ جو صورت والا اس کے سامنے آئیگا۔ وہ ضرور اپنی  
حقیقت کے چہرہ کو اس میں دیکھ لیگا۔ پس جسکو خوبی نظر آئے وہ اللہ کا شکر  
کرے اور جسکو کچھ اور دکھائی دے وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے۔

جو خون کی ہٹکی کہ دائۂ قلب کے گردا گرد ہے وہ ہی وہ سانپ ہے جو  
ملکوتی میں سے عرش کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہے اور وہی وہ سانپ ہے  
جو جبروتی میں سے چشمہ حیات کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہے اور وہی وہ  
سانپ ہے جو ملکوتی میں سے قاف کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہے۔

دلغ کا بطن اوسط ہے جسکا نام دودہ (کیرا) ہے وہ قوت ہے جو بہشت والوں  
کیلئے ریشم پیدا کریگی۔

میں گویا کھڑا تھا کہ روح علی نے مجھ سے پوچھا کہ جس سے میں نے پیمان  
باندھا ہے اس نے سبب کہا یا تو بہول گیا پہرہ کہاں تھا جس کے ذریعے سے  
تم اقرار کرتے اور زمین ہو لیتے ہو؟ میں نے کہا کہ روح الامین کے پوٹے میں۔  
چنانچہ میرے رب نے جو الہام مجھے کیا تھا اسکو میرے لئے اس نے صواب  
قرار دیا۔ جیسا کہ اس نے مجھے اسکا مشاہدہ بھی کرایا اور میں نے اسکو پایا بھی

اور اوسى کے لئے فضل و احسان ہے۔

میں سوئے ہوئے کی طرح تھا کہ میرے فہم میں اک بات گذری جس کا مضمون یہ ہے کہ اے علی وہ پرندہ کو نسا ہے جسکو ہم نے ہر انسان کے گلے منڈھ دیا ہے ؟۔ میں نے کہا کہ آقاے من بودہ ناطقہ ہے۔ پھر مجھ سے پوچھا گیا کہ اس پرندہ کا پوٹا کو نسا ہے ؟ میں نے کہا کہ آقاے من گویائی کی قوت جو عبارتاً زبان کے آلہ سے اور کنایتاً و اشارتاً باقی اعضا سے کام لیتی ہے تب مجھے کہا گیا کہ اے علی یہ پرندہ جو کچھ حس و خیال و ادراک و قلب و فؤاد کے میدانوں سے چلتا ہے وہ اس کے پوٹے میں آجاتا ہے بعدہ اوس کے سب آلات میں سرایت کر جاتا ہے اور پھر عبارت و کنایت و اشارت میں اوس سے ٹپکتا ہے۔ پس جب دنیوی ترکیبیں اپنے اخروی بساط کپڑن لوٹیں گی تو یہ پوٹا کھلی ہوئی کتاب ہو جائیگا جس میں ہر پرندہ اون چیزوں کو دیکھے گا جسکو اوس نے چگا تھا۔ اسلئے وہ ہی اچا ہے جو اچھی بات کے یا چپ رہے۔

عقل کی فضیلت فضول کے ترک میں ہے۔ اور جو چیز کنایہ سے جسکی محسوس اور معقول دو قسمیں ہیں زیادہ ہے اور جو مقصود کہ غیر ضروری ہے وہ فضول ہے۔ اور جو وسیلہ ایسا ہو کہ اسکا ضروری مقصود اس کے بدون حاصل نہ ہو سکتا ہو وہ کسی طرح فضول نہیں ہے۔ اور عذا میں سے تمکو اوسى قدر پس کرتی ہے جو اللہ کے حکم کی تعمیل میں تمکو قوت دے۔

لباس میں سے تمکو اوسى قدر کافی ہے جسپر عقل والے تمکو بیوقوف نہ بنائیں



اور یہی قوت تمہاری ہنسی نہ اڑائیں۔ اور سواری میں سے جو تمہارا بوجھ اٹھائے  
 اور تمہاری ٹانگوں کو آرام دے اور تمہارے جیسے آدمی کیلئے معیوب نہ ہو۔ اور گھر  
 میں سے جو تمکو اون لوگوں سے چپائے جنکی نسبت تم چاہتے ہو کہ تمکو نہ دیکھیں  
 اور بیسیوں میں سے دوست رکھنے والی بچے تجھے والی۔ اور خادموں میں سے  
 امانت دار۔ فرمانبردار۔ اور ساتھیوں میں سے جو تمہارے ہر حال میں تمہارے  
 کمال کا معین ہو۔ اور ادب میں سے جو تمکو کریم و عالم کی ناراضی اور لئیم و ظالم کی  
 نیردستی سے بچائے۔ اور علم میں سے جو صحیح مذاق کے مطابق ہو۔ اور اعتقاد میں سے  
 جو تم سے معتقد کی طاعت بغیر روگردانی کے کرے۔ اور حق کی معرفت میں  
 سے جو تمہارے اختیار کو اس کے غیر کے لئے ساقط کر دے۔ اور باطل کی معرفت  
 میں سے جو تمکو اس کے اختیار کرنے سے روکے۔ اور محبت میں سے جو تم کو اپنے  
 محبوب کے تمین اس کے ماسوا پر مقدم رکھنے میں مضبوط کر دے۔ اور خلق کیساتھ  
 حسن ظن میں سے جس کے ساتھ نہ بری تاویل قبول کی جائے اور نہ خوردہ گیر  
 کا قول بلا دلیل مانا جائے۔ اور احتیاط میں سے جو ایسے میلان سے روکے  
 کہ اس کا مال جہدائی ہو۔ اور اللہ کی نسبت گمان میں سے جو نہ اس کی معصیت پر  
 دلیر کرے اور نہ اس کی رحمت سے مایوس ہونے دے۔ اور یقین میں سے جو  
 حیرت کے سبب طلب کے رخ کو پھیر دینے سے بچائے۔ اور توحید میں سے  
 جس کے ساتھ اس کے غیر کا اثر باقی نہ رہے۔ اور فکر میں سے جو اس کی مراد کی سمجھ  
 تک پہنچائے۔ اور اس کی نعمتوں پر نگاہ میں سے جس سے اس کے ووداد کی  
 روح وسیع ہو۔ اور خطرات میں سے جو قابل تعظیم کی تعظیم اور قابل تحقیر کی تحقیر

کی باعث ہو۔ میں نے تمہارے لئے انوار ظاہر کر دیے ہیں۔ پس اگر چاہو تو نور حاصل کرو۔ اور اصول ثابت ہو چکے اسلئے جامع کو سمجھو اور مانع کو دور کر داس کے بعد قیاس سے کام لو۔

کانون میں محفوظ رہنے کے لئے تصریح کرنی سے ذہن کی آنکھوں کے لئے منور کر دینا زیادہ تر بکار آمد ہے۔ اور جس نے نصیحت مانی نصیحت سے بچا۔  
 بالون کی جگہ ظاہری جسم ہے نہ باطنی اور اگر ایک بال بھی قلب میں چپک جائے تو فوراً موت آجائے۔ اسلئے اپنے باطن کو کسی دنیاوی چیز میں جو جسمانی ہے مشغول نہ کرو۔ اور اپنے قلب کو فانی مشغولوں سے جو بالون کے مانند ہیں خالی کرو کیونکہ دل اوس یکتا کی منزل ہے کہ جس نے اوسکے ساتھ کسی چیز کو شریک کیا اوسکو اوس نے اوسی شریک کے ساتھ چھوڑ دیا۔ اور جس نے محبت کے ساتھ اوسکی توحید کی اوسکے قلب کو اوس رب کے نور سے تسکین ہوئی جس کے ملک میں کوئی شریک نہیں ہے۔ بس سمجھو کہ کیونکر اللہ کے بندے اُمرد بے ریش و برت سرمہ دئے ہوئے بازو سے بازو ملائے ہوئے ایک دل ہو کر جنت میں داخل ہونگے۔ اسلئے اگر اوس کی طلعت روشن کا سرمہ تیری چشم بصیرت میں ہے تو ایک ہی کو مشاہدہ کر اور اس ذخیرہ کو غنیمت جان۔  
 جسکو چہر عقل کا خزانہ بغیر موانع کے اور بالکل کھلا ہوا ہاتھ آگیا واللہ وہ خس و خاشاک اور خاک دہول سے اپنے آپ کو بچائے گا۔ اور دنیوی زینت خاک دہول کے سوا اور کیا ہے جو جانے پرتی ہوئی ہے۔ اور آزمائش کیلئے پیدا ہوئی ہے جس سے اللہ کی سچی محبت رکھنے والے جو ٹون سے تیر نکلتے

جاتے ہیں۔ اسلئے جو اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے اس کے نزدیک دنیا مٹی کی  
 ایک ٹانگ کے برابر ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے نزدیک ساری کائنات محض  
 میج ہے۔ اور جو شخص جس صورت کا عاشق ہے اسی کو وہ پوجتا ہے۔ پس  
 اللہ کا عاشق سارے عاشقوں کا مخدوم ہے۔ وہ ان اسباب میں سے کسی  
 کو نہیں پوجتا۔ اور جو شخص جس صورت کا عاشق ہوتا ہے وہ اسی میں مل جاتا  
 ہے۔ اس سبب سے اللہ کے عاشق کے سامنے گردنیں جھکتی ہیں۔ پھر وہ  
 خاکی زمینیت کے سامنے کیا جھکیگا جسکی ایسی عزت و توقیر ہو۔ ”جو کچھ زمین پر  
 ہے اسکو ہم نے اسکی آرائش بنایا ہے تاکہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں  
 کون اچھے عمل کرتا ہے“ اور جو کچھ اس پر ہوا اسکو ہم بنجر زمین بنانے والے  
 ہیں۔“ اسلئے خاکی لذتوں سے بچنے والوں میں سے ہو جا۔ کیونکہ تم کو معلوم ہو چکا  
 کہ خزانوں کا خزانہ تمہارے ہاتھ آیا ہے۔

حجاب والوں سے مخالطت یعنی ملنا جلنا اور جو لوگ اللہ کے ذکر سے غافل  
 ہیں اور نگاہیں عذاب سے مگراؤں پیشواؤں کے لئے جو دلوں کے طیب اور  
 اپنے موائی کے حکم کی روح سے ایسی مخالطت قائم کئے ہوئے ہیں جو لوگوں  
 کو خوشنود کرتی ہے۔ ”جو شخص ہلاک ہونے والا ہے وہ محبت تمام ہوئے۔  
 پیچھے ہلاک ہو۔ اور جو زندہ رہنے والا ہے وہ حجت تمام ہوئے پیچھے زندہ رہی۔“  
 ”اور اللہ ہی زندہ رکھتا اور مارتا ہے اور اللہ ہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔“  
 نفس بومن کا مرکب ہے۔ اسلئے سن رکھو کہ مہتہ زوری و بد خوئی میں نفس کو  
 ڈھیل نہ دو اور نہ اسکو بد کنے کا خور ہوئے دو ورنہ دیار کی طرف واپس آئے

میں اس کے سبب سے تک جاؤ گے اور بہشت و دوزخ کے بچ برزخ کے صحرا میں چلنے کے وقت اس کے بارہ میں اپنی تقریط سے پھتاؤ گے۔

اور جان لو کہ دربار میں جانے والے کے لئے پل صراط سے گذرتے وقت نفس مرکب ہے۔ پس اگر تم اوسپر سختی کرو گے تو تم اوسکو دوزخ کے گڑبہ میں گرا دو گے اور اگر اوس سے نرمی برتو گے تو اوس سے منتہای مطلوب تک پہنچاؤ گے۔ پس جو دوزخ سے دور رہا اور جنت میں داخل ہوا بس وہ مراد کو پہنچ گیا۔ جو شخص اپنے اقتدار و اختیار سے گہر بناتا ہے وہ اوس میں غلاطت ڈالو منہ ہاتھ دھونے، اور استیجا کرنے کی جگہیں نہیں مقرر کرتا مگر کسی حکمت سے جو اوسکو پسندیدہ نظر آتی ہے۔ اس لئے نجس بندہ کو رحمت و رضوان کی نسیم جانفرا سے مایوس نہ ہونا چاہیئے چاہے وہ جس حالت و کیفیت میں ہو۔

دیکھو ایسا نہ کہ تمہارے بدن اور کپڑے کے دھونے کا وسوسہ نکلو اپنے نفس اور اپنے قلب کی طہارت میں باریک بینی سے باز رکھو اور تم اس وسوسہ میں اپنے وقت کو ضائع نہ کرو اور ناراضی کے مستحق نہ بنو۔ حقیقی طہارت تو بس یہی ہے کہ تم کہو کہ خداوند اہلکوار اپنی پاکیزہ نمازوں کے ذریعے سے پاک کر اور اپنی مبارک تحفوں کے ذریعے سے صاف کر۔ اور اہلکوار موت کے لئے اور موت کو ہمارے لئے عمدہ بنا۔ اور اپنی عنایت سے موت میں ہمارے دلوں کی راحت عطا فرما۔ اور اپنی معرفت اور اپنے مشاہدہ میں ہماری روحوں کی راحت مقرر فرما۔ کیونکہ تو ہی فتاح علیم ہے۔ اور سن رکھو کہ اب تم نے خوشگوار و صاف دریائے محیط کو پالیا ہے اس لئے اچھی طرح سے طہارت کرو اور الحمد للہ رب العالمین

کہو۔

دیکھو کہ جو شخص جس چیز کو پسند کرتا ہے اسکو اسی سے آرام ملتا ہے گو اسکا ظاہر اس پر دشوار ہو اور جو شخص جس چیز کو ناپسند کرتا ہے اسکو اسی سے تکلیف پہنچتی ہے گو اسکا ظاہر اچھا معلوم ہو۔ اس لئے ایک ہی چیز ناپسند کرنے والے کیلئے عذابِ اذیت اور پسند کرنے والے کیلئے آرام و راحت ہے پسند و خوشنودی منشاءِ نعیم اور ناراضی منشاءِ حیم ہے۔ خداوند اپنی وحدانیت کے چہرہ کے مکاشفہ پر اپنے سارے احکام کی نسبت اپنے آپ سے ہموارِ رضاے مطلق عطا فرما۔ بیشک تو ہی غنی حمید ہے۔

زمین جو تمہارے لئے فرش بنائی گئی ہے تو صرف اسی لئے کہ تمکو فروتنی کی تعلیم دے۔ اسلئے فروتنی کرو و لکھنائی حاصل ہوگی۔

جو شخص ظالم کی طرف مائل ہو گا وہ فتنہ کی آگ سے نہ بچے گا مگر وہی جس پر اللہ رحم کرے۔ اور جن لوگوں نے ظلم یعنی نافرمانی کی اونکی طرف کو جھکنا بھی نہیں ورنہ آگ تمکو آگے لے گی۔ اور میلان کے لئے نوکری کافی ہے۔ سن لو کہ جو ظالم کی طرف مائل ہو اور فتنہ سے بیکر نکل آیا تو یہ اسکی ابراہیمی کرامت اسکی بساط کے مطابق ہے۔

جو امید و بیم رکھے گا وہی ستائش و ہجو کرے گا۔ اور جس نے رضا و تسلیم برتی اوسی نے تعریف و تعظیم کی۔ اب نظر دوڑاؤ کہ تمکو کیا دکھائی دیتا ہے اگر تم

و لا تترکوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار سورہ ہود کی ایک سورہ ہون آیت

۱ بار ہون بارہ کا سوال رکوع ۱

حق کو بغیر شک کے دیکھتے ہو۔ لہٰذا بسط اللہ الرزق لعبادہ میں (۴) کے ضمیر لفظ رزق کی طرف پھرتی ہے۔ یعنی اگر رزق کے بندوں کے لئے رزق کو فراخ کر دو تو ضرور سرکشی کرنے لگیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو ربّانی حکیم کی طرح تصرف کرنے کی قوت نہیں ہے اس لئے ان کے تصرفات شہوتوں اور لذتوں سے مغلوب رہتے ہیں۔ اس لئے ایسی قوت والے اللہ رزاق کے بندے ہو ا کرتے ہیں نہ رزق کے۔ بس اذراق اور رزاق کے بندوں کا فرق سمجھو۔ یہ روزیان اپنی ہستی میں ان لوگوں کی طرف محتاج ہیں۔ اور ان کے بندے انکی ذات بلکہ انکی ہستی کے نشان کی طرف محتاج ہیں۔

حدیث قدسی کے جملہ ”فسی عرفونی“ (پس مجھ ہی سے لوگوں نے مجھے پہچانا) کی شرح میں یہ کہتے ہیں کہ یعنی اس لئے کہ میں ہی ان کا وجود اور ان کی عقل و نکا وجود ان کے شہود کے شواہد کا وجود ہوں۔

ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ شاذلی فرقہ والے اپنی پوشاک اور اپنی ہینٹوں میں آرایش کرتے ہیں حالانکہ ان کا طریقہ تو سلف صالح کا اقتداء ہے اور سلف صالح تو جیسا کہ یہ لوگ ہی جانتے ہیں بوٹے بھوٹے کہا فانی سیلی کچیلی صورت اور پٹے پرانے کپڑوں میں تنگ حالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس کے جواب میں میں نے کہا کہ شاذلیوں نے جب معانی اور حکمتوں پر نظر ڈالی تو ان کو معلوم ہوا کہ اگلے نیکو کاروں نے ویسی زندگی اور سوقت اختیار کی تھی جب انہوں نے دیکھا تھا کہ اہل عقلیت اپنی دنیا میں منہمک ہیں۔ اور اوس پر تقاضا کرنے کے لئے اور اوس پر مطمئن ہو کر اور یہ جھلسنے کو کہ ہم

اہل دنیا میں سے ہیں ظاہری زینت کے حاصل کرنے میں مشغول ہیں تو دنیا کی جس کی اہل غفلت عظمت کرتے تھے حقارت ظاہر کرنے کے ذریعہ سے نیکو کاروں نے ان کی مخالفت کی اور اہل غفلت جس پر مطمئن تھے اوس سے اللہ کے بہرہ سے پرہیز کیا اور اہل غفلت کی بس اوس وقت اون کے چہیتری زبان حال سے کہتے تھے کہ شکر ہے اوس اللہ کا جس کے سبب ہم دنیا سے غنی ہیں جس کا محتاج ہمارا نفس ہے۔ مگر جب زیادہ زمانہ گزر گیا اور اس معنی کو بھول جانے کے سبب سے دل سخت ہو گئے اور غافلون نے پہلے کپڑوں اور میلی کچیلی صورتوں کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا تو معاملہ برعکس ہو گیا اسلئے ان لوگوں کی مخالفت اللہ کی نعمت اور سلف کا طریقہ و فعل ہو گئی۔ اور حضرت ابو الحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اوس قول میں جو انہوں نے اوس شخص کے جواب میں کہا تھا جو میلی کچیلی صورت میں چہترے لگائے ہوئے تھا اور انکی پاکیزہ صورت پر معترض ہوا تھا اسی امر کی طرف جو مینے بیان کیا اشارہ کیا تھا۔ وہ قول یہ ہے: "یہ شخص امیر ہے"۔

اگرچہ اللہ کہتی ہے اور تمہاری یہ حیثیت کہتی ہے کہ اپنی دنیا میں سے کچھ دلو اور اس فرقہ کو انکی ربانی حکمتوں کے ساتھ گردش کرتے رہتے ہیں ان کی مراد اپنے رب کی مرضی اور انکا ارادہ ہر حال میں ذوالجلال والاکرام کا رخ ہے۔ تم اوکو اونکی خوبو سے پہچان سکتے ہو۔ اس لئے اگر تم ان کی خوبو اختیار کرو اور وہ ریاضتیں کرنا اور چلتے ہوئے چہرے رکھنا ہے تو تم اوکو پہچان لو گے اور انکے مقاصد تمہارے ظاہر ہو جائیں گے جن سے ان کے افعال کی خوبیاں تم پر

ظاہر ہون گی۔

وَيَسْأَلُ عَمَّا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَبِّكَ ۚ (اور اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف پلکیں  
کے متعلق انکا قول ہے کہ کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ مغفرت نہیں ہو سکتی  
مگر جہاں گناہ ہو گا اسلئے مغفرت کی طرف پلکنے کا حکم گناہ کرنے کا حکم ہے۔  
(میں کہتا ہوں کہ) کوئی ہادی و امام ربانی ایسا نہ کہے گا مگر اس معنی میں کہ بندہ  
اپنے آپ کو گنہگار ہی سمجھتا رہے گو وہ حتی الامکان اطاعت کرتا ہوتا کہ یہ ثابت  
ہو کہ کسی حال میں بندہ اپنے رب کا حق پورا پورا ادا نہیں کر سکتا اس میں  
وہ عاجز ہے قیطعہ سعدی

بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش      عذر بدرگاہِ خدا آورد  
ورنہ سزاوارِ خداوند      کس نتواند کہ بجا آورد  
اور اگر اس قول کے یہ معنی ہوں کہ وہ گناہ کا ارتکاب کرے تو یہ صحیح نہیں ہو  
کیونکہ جس کا امر کیا جائے وہ گناہ نہیں ہوتا۔ فافہم۔

میں نے عقول کی مجلس و عظیمین روح القدس کا یہ وعظ سنا۔ اے  
عقلو جنکی پرورش الہام سے ہوئی ہے اور جن پر اوہام کی غذا حرام کی گئی ہے  
سنو کہ مجالست کی کثرت فطرت میں مجالست پیدا کرتی ہے۔ اسلئے دیکھو طبعیتوں  
کی مجالست سے بچے رہو مگر کسی عمدہ ضرورت کیلئے جسکو اوضاع کے ہاتھ  
نے مضبوط کر دیا ہو۔ پس اگر تم میں سے کوئی طبائع کے حدود میں آجائے یہاں  
تک کہ ان کی قوتوں میں سے کوئی قوت اس میں پیدا ہو جائے۔ تو اسکو لازم

عہ سورہ آل عمران کی ایک سو تینتیسویں آیت (پارہ چارم رکوع پنجم) ۱۲ مستحکم



ہے کہ اپنے اخلاص کے خبیث مرکب پر سوار ہو کر اپنے خلاص کی راہ اختیار کرے اور اپنے حضرت اختصاص کو اس شخص کی راہ پر لے چلے جو طبایع کے ثرون میں اپنے تابوت کی چپت پر سوار ہے یہاں تک کہ جس وقت اس کے ملکوت اس کے لاہوت کے حضرات میں مستغرق ہوں اس کے ناموت کے شہر میں داخل ہو۔ اور وہاں کے لوگوں کی غفلت کے وقت شہر کے اندر گھسے اور مشعلوں اور نگہبانوں کو اس کے گرد اگر دپائے تاکہ نور مجروح کے ذریعے اون جاسوسوں کو گرفتار کرے جو اس کی رعیت کا ہمیں بدلہ دے اس کی رعیت میں ملے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اون میں دو شخصوں کو لڑتا ہوا پایا۔ جن میں سے ایک شریف یعنی اس کی طبیعت عزیزی ہو جو باعتبار اصل کے اچھے صفات اور بزرگان کرام کے اخلاق کو اس میں پہنچانے والی ہو اور اس کی قوم میں سے یعنی حقیقت کی مصدر اور شریعت کی مورد ہو۔ اور دوسرا اون عادتوں کی صورت ہو جو اس کے دشمن اور حزن کے دشمن سے پیدا ہوئی ہوں جو عالم ہستی میں ریاست و برتری کی عاشق اور جسکی صورت کی قبول کرنے والی اور اس کے اور اس کے ابناء جنس کے درمیان حائل ہوں۔ پس جو اس کی قوم کا ہو وہ اس شخص کے مقابلے میں جو اس کے دشمنوں کا ہو وہ مانگے جس حال میں کہ اپنے سرور کی حالت میں اس سے لڑتے لڑتے تھک گیا ہو۔ چنانچہ صاحب قوت اپنے اس نفس کو اختیار میں کر کے جو مشاہدہ قدس کا امین ہے اس کی مدد کرے۔ اور دشمن کو قدم صدق سے ٹکامارے۔ اور اون عادتوں کا خاتمہ کر دے جبکی حالت شیطان کے کاموں کی خوبیوں نے بدل دی تھی

بیشک وہ گمراہ کرنے والا کھلا دشمن ہے۔ پس ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور خدا کا شکر  
 ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ خداوند اس نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا جو اس  
 وقت تک اس کے احوال کی چہان بین نہ کی۔ اپنے حق کے نور عظیم کی برکت سے  
 طبیعت کی تاریکی کو معاف کر دے۔ چنانچہ اس کو معافی دی گئی بیشک وہی بخشنے  
 والا مہربان ہے۔ اوس نے کہا کہ اے سیکر پروردگار اوس تائید کے سبب  
 جو اپنی قوی و امانت دار روح کے ذریعہ سے تو نے مجھے بخشی میں ہرگز گنہگاروں  
 کا پشت پناہ نہوں گا۔ پس جب اوس کے حواس کے سامنے سے تلوں کی تاریکیاں  
 دور ہو کر چاند ناہو آیا تو مکروں اور باقی ماندوں کی مصیبت سے ڈرتا ہوا صبح کو شہر میں  
 آیا اور اوس کی نگاہ اون چہی ہوئی چیزوں پر تھی جو لذتوں کے کوئے گترے میں  
 رہ گئی ہوں۔ کہ ناگاہ اوس شخص نے جس نے کل اس سے مدد مانگی تھی اس کو  
 اوس شہوت کے مقابلہ میں جو ارادہ کا دشمن ہے آواز دی۔ پس جب چشم یقین  
 سے اس دشمن کو اس نے گہرا تو اوس قوی نے اوس سے کہا کہ بیشک تو کھلا  
 ہوا گمراہ ہے۔ مگر جب اوس کو پہلے کی طرح پکڑنا چاہا تو اوس نے کہا کہ میں  
 اس شہر میں بقائے نسل اور ملکین کی صورتوں کی حفاظت کے لئے رکھا گیا  
 ہوں جس طرح کل تو نے ایک نفس کو جو کمزوروں کے ساتھ نرمی و مدارات  
 کرتا تھا مار ڈالا تھا اوسی طرح مجھے مار ڈالنا اور سارے شہر والوں کو ہلاک کر دینا  
 چاہتا ہے۔ تو دنیا میں صرف زور و ظلم ہی کرنا اور درست کرنے والوں میں  
 سے نہیں ہونا چاہتا ہے۔ بس یہاں آکر وہ زور والا اوس کے قتل سے  
 رک گیا۔ یہاں تک کہ اوس کا خون منجنا بحرین یعنی اپنی جگہ تک پہنچ گیا

اور اگر اوسى دن اوسکو قتل کر ڈالتا تو دونوں مدتیں پوری کر دیتا اور دونوں  
 چوٹیوں کو طے کر لیتا اور نعلین سے پا مال کرتا اور دونوں جانب سے خطاب  
 کیا جاتا اور آنکھ کو مکانیت سے خالی کرنے کے پہلے اوس رویت کی درخواست  
 نہ کرتا جو ”تک“ سے محدود ہے اور اوسکی بعثت دو میں تقسیم نہوتی اور مجمع البحرین  
 تک خادم کو ساتھ نہ لیجاتا اور دو حضور یوں میں اطلاق کی درخواست نہ کرتا  
 اور دو مرتبہ ”نہیں“ اس کو نہ کہی جاتی اور ہمنشین کے قتل کئے جانے کے  
 وقت تک آپس کی جدائی ملتوی نہ رہتی۔ لیکن میتوں کے خزانہ کی حفاظت  
 ان سب تاخیروں کی مقتضی ہوتی۔ اور جب قوی امین نے اس ہمنشین کے  
 قتل سے روگردانی کی تو نور الہی اول مصادر سے شوارع آفاق پر دوڑتا ہوا  
 اوس کے پاس آیا۔ اور اس سے کہنے لگا کہ قوائے بشریہ کے گردہ تیرے  
 بارہ میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تیری صورت بشریہ پر غالب آکے تجھے قتل  
 کر ڈالیں۔ اسلئے ملکوں کے شہر سے نکل کر ملکین کے شہروں کی طرف جا۔ میں  
 تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ چنانچہ علایق کی کشش سے ڈرتا ہوا حقائق  
 کے نظر آجانے کی امید میں وہاں سے باہر نکلا۔ اور واصلوں کے قواطع کو  
 دیکھ کر صدق مراقبہ کی زبان سے اوس نے کہا کہ اے پروردگار ظالم قوم سے  
 مجھے چھوڑالے۔ اور جب مدین کے سامنے رخ کیا تو رہنما کی منزل کو اپنے سامنے  
 کا قبلہ بنایا اور کہا کہ قریب ہے کہ میرا رب مجھے سید ہی راہ دکھائے۔ اور برابر  
 دشوار گزار زمین کو قطع کرتا اور مہیب راہ پر چلتا اور گھاٹیوں پر چڑھتا اور گڑھوں  
 میں اترتا رہا اور خالص طلب دشواریوں کو اوس پر آسان اور خط ادب

راہ کی تلخیوں کو اوس کے لئے شیریں و خوشگوار بناتا رہا۔ یہاں تک کہ اوس نے  
 مصر شہوات کے حدود کو طے کر لیا اور نگہداشت و خلوات کے مدین تک  
 پہنچ گیا۔ اور جب مدین ذوق کے پانی کے پاس اُترا اور اوس وقت وجد  
 کی گرمی اور شوق کی چنگاریوں سے پھک رہا تھا تو اوس پر آدمی کے ایک  
 گروہ کو پایا جو حکمت کے چشموں سے اپنی فہمون کو سیراب کر رہے تھے اور  
 ان لوگوں سے الگ فکر و ہمت کو تدبیر و رحمت کی چادرِ دُن مین لپٹا ہوا پایا۔  
 اور ان دونوں کو ساقی نے اپنی اوس رعیت کی حفاظت کے لئے بھیج رکھا  
 تھا جو اوس کی جمعیت کے آثار سے پرورش پاتی تھی۔ پس جب ان دونوں  
 کو اوس نے شنوائی کے حضور پہنچا دیکھا کہ مخصوص پیروں مین سے  
 جو لوگ قابل ہیں ان کو بھیڑ چٹنے تک روکے ہوئے ہیں اور ان دونوں  
 نے کہا کہ جب تک کہ اوقات و انفس کے نگاہ رکھنے والے معیت  
 کی منگہٹ سے الگ نہو جائیں ہم اس رعیت کو فرق کے گھاٹ سے  
 پانی نہ پلائیں گے۔ اور ہمارا باپ ازل و ابد کی راہوں کا پیر ہے اوس کی  
 شہوت مرچکی ہے اور اوس کی قوت کامل ہو چکی ہے۔ پس جب اوس نے  
 سالکوں کے مرشد کے اوصاف سے اور مخصوص پیروں کے بارہ مین اوس کے  
 حسن رعایت کو دیکھا تو بلند ترین زمین پر چڑھنے کا سخت مشتاق ہوا اور قریب ترین  
 زمین سے رُشد کی مودت تک پہنچنے کے لئے کڑکڑایا۔ اس لئے ان  
 دونوں کی خاطر سے جبلت کی چٹان کو جو سائبان کے مانند تھا اوٹھا کر اپنی  
 ذات کے چشمہ سے پانی بہا یہاں تک کہ ان کو خوب سیراب کر دیا۔ بعد

سایہ کی طرف لوٹ آیا تاکہ ستر ربوبیت سے ملاقی ہو۔ اور جب عبودیت کی پوشاک کا اسکو خلعت عطا ہوا تو اس نے کہا کہ اے پروردگار جو کچھ ہی نعمت تو مجھے بھیجے میں اوس کا سخت محتاج ہوں۔ پس اپنے نورِ منیر کی رویت کے نور سے اخلاقِ مرشد کے آفاقِ میں بمقابلہ میری فکر و میری حیات و میری قوت و میری تدبیر کے میری فریاد کو پہنچ۔ اور عبودیت و ادب کی راہ سے اپنی ساری ہستی سے خالی ہو گیا۔ اور خلوص و طلب کے اقتضار سے اپنی نگاہ کو اپنے آپ سے پیرومِ رشد کی طرف پھیرا۔ تو مرشد کے قلب کی بصیرت سے بروقت ہمتِ ارشاد اوس کے اعضا میں شرمِ ماکر چلتی ہوئی آ پھونچی۔ اور جب وہ ہمت تنگ و رقیق ہو جانے کے بعد اسکی صورت کے حجاب کے سامنے آئی تو اوس نے اس کے ساتھ اس کے اوس ہم نشین کی صورت کو جو ڈوبتے وقت اسلام لایا تھا اوس سوز و گداز کے جبر کی طرف ملتفت دیکھا جو اُس نے برداشت کیا تھا (جیسا کہ دوسری منزلت والے نے کہا کہ اگر تو چاہتا تو اسکی مزدوری لیتا اور انہوں نے کہا کہ یہی مسیحا اور تمہارے درمیان میں جدائی ہے۔ پس جو شخص بذریعہ اللہ کے کام کرتا ہے اور جو شخص اللہ کے حکم سے کام کرتا ہے دونوں کے درمیان میں یہی جدائی ہے) اور جب اوس نے اجرت طلب کرنے والے کو دیکھا کہ اپنے حال کو اوس نے اس طور پر قوی بصیر سے چپا رکھا ہے کہ جو کچھ ہی نعمت تو مجھے بھیجے میں اوس کا سخت حاجت مند ہوں کہ میرا باپ تجھے بلاتا ہے کہ تو نے میرے لئے جو پانی بہرا ہے اوس کی مزدوری سب سے

دے اور اجر کے اعتبار سے تیرے کام کی وہی وقعت کرے جو تو نے میری  
 کی۔ چنانچہ جب وہ اسکے پاس آیا اور اس سے ساری سرگذشت بیان  
 کی اور اس کی حکمت سے اس سرگذشت کے کل مضامین کو اعلیٰ درجہ پر  
 لے گیا تو امان دینے کے قلم سے اسکے لئے یہ فرمان صادر کیا کہ ”تو خوف  
 نہ کر ظالم لوگوں سے تو نے نجات پائی“ اس موقع پر اگر فکر کرنے کہا کہ آبا  
 جان اس کو نوکر رکھ لیجے کہ جس کو آپ نوکر رکھیں گے اون میں سے  
 قوت والا امانت دار بہتر ہے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی  
 ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تمہارے لئے فرش فہم و عرش علم اس شرط  
 پر بناؤں کہ پورے آٹھ سال تک تم میری مزدوری کرو اور میری خدمت کے  
 مقام میں قیام کرو۔ پس ایک سال تک کلمات تعریف کی وادی فہم میں  
 تحریف کے عیوب سے نگہبانی کرو۔ اور ایک سال تک میرے حکموں کی  
 دل تنگی و اختیار کے عیوب سے خوشنودی و فرمانبرداری کے ساتھ نگہبانی  
 کرو۔ اور ایک سال تک ذات کے احکام سترہ کی ضروریات بشریہ کی رویت  
 سے نگہبانی کرو۔ اور ایک سال تک میری سطوت کے احکام کی میری بارگاہ  
 سے بہا گئے کے عیوب سے حفاظت کرو۔ اور ایک سال تک میرے ناقد  
 ہونے والے علوم و رسوم کی اس سے حفاظت کرو کہ گزرے ہوئے امور کے  
 ساتھ اونکا معاوضہ نہ کیا جائے۔ اور ایک سال تک میرے ارادہ تحظیہ و  
 حفظیہ کو منازعت کے عیوب سے بچاؤ۔ اور ایک سال تک میری محبت  
 کو جدائی و وصال میں سستی و غفلت کے عیوب سے محفوظ رکھو (میں

کہتا ہوں کہ) اور اٹھواں سال رہ گیا فتا ملی بس اس مقام پر بسوقت  
 کہ تیری صورت میری بیٹی کے بطن سے ظہور پذیر ہوگی تیری مراد برآئے گی۔ اور  
 مینے نگہبانی کو سال سال بہر پر صرف اسی لئے تقسیم کیا ہے کہ ہر حال کے  
 ساتھ ہر روز تیری طرف سے ایک سلام قائم ہو پس ہر سلام تیری طرف سے  
 اوس چیز کے ساتھ جو تیری جاری رہے۔ کسی اور ہر حضرت اوسکے  
 شکر میں قیام کرے جو تیرے لئے وہی ہے۔ لیکن اگر تم نے دس سال اس  
 طور پر پورے کئے کہ ایک سال تم نے اپنی بصیرت میں میری ذات کو انیت  
 کے عیوب سے محفوظ رکھا اور ایک سال میرے کل ارادہ کو آرزو کے عیوب سے  
 بچا یا تو یہ تمہاری خوشی پر موقوف ہے میری حقیقت تمہارے پاس آئیگی اور  
 مجھ کو تم پر مشقت ڈالنی منظور نہیں۔ اور جب تم ذات کی طرف کوچ کرو گے اور پھر  
 تعین کی طرف لوٹ آؤ گے تو انشاء اللہ مجھے تم مجمع البحرین میں نیکو کاروں  
 میں سے پاؤ گے۔ اوس نے کہا کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان میں ہے  
 تمہارا کام حکم دینے کا اور میرا کام قبول کرنے کا ہے اور چلنا اور پہنچنا مسیہ  
 ذمہ ہے اور اگر جدائی ثابت نہ ہوتی تو عمل درست نہوتا۔ اور اگر مجمع البحرین پر  
 مفارقت نہ ہوتی تو امید بربہ آتی۔ اسلئے جو معافی کہ نفس میں پوشیدہ ہیں ان کو  
 کی حالت میں سمجھ میں نہیں آتے اور کسی نفس کے لئے جائز نہیں ہے کہ  
 جب تک سر نہ جائے اللہ کو دیکھ سکے۔ اور اسی لئے مرشد جلیل سے انہوں نے  
 کہا کہ دونوں مدتوں میں سے جو نفس مدت چاہوں پوری کر دوں مجھ پر کسی طرح کا  
 جبر نہیں اور جو میرے اور آپ کے درمیان میں قول و قرار ہے اللہ اوس کا

گواہ ہے۔ بعدہ اوس کو نعمت و اہل بخشش یعنی کاشتکاری و خانہ داری کے احکام کی قوت عطا کی۔ پس حبیب اس قوی نے مدت پوری کی اور اوس کے حرکات حیوانیہ قابل ستائش ہو گئے اور اس کی حریم کا مستحق ہو گیا اس لئے کہ حضرت روحانیہ کی طرف سے اندر آیا اور صورت انسانیہ سے نظرت رمانیہ کی طرف اپنے اہل کے ساتھ چلا تو اوس نے طور قلب کی طرف سے ایسی آگ دیکھی جو ذکر و تقرب کی موجب ہوئی۔ اور اگر اس کے ساتھ صرف جبریل علیہ السلام ہی ہوتے تو ضرور نور تنزیل کو سدرہ ڈھانک لیتا۔ اور مقربین سے جدا ہوا تو قاب قوسین کے مشہد میں پہونچا۔ اور اس مقام میں نور و نار کا حجاب اس سے دور ہوا۔ اور کلام سے پہلے سلام سے ابتداء کی۔ اور ناموں اور کنیتوں کے حدود نے اوس کو نہ گھیرا۔ اور نفی انکاری میں ”ولن“ کا محتاج نہوا۔ اور نہ اثبات تعریف میں ”انا“ کا اور نہ بینائیوں سے پردہ کے لئے آنکھ پر پردہ رکھا۔ اور نہ پردوں کے بارہ میں ضرب المثل ہوا۔ بلکہ وہ آنکھ کے سامنے انسان جامع الانوار ہو گیا۔ اور سلام تمام اعیان سے اُسکے لئے ایک پردہ ہو گیا۔ اور حبیب اس ہم نشین کی استعداد کے موافق نور مبین ظاہر ہوا۔ اور قوی امین کے سامنے اللہ کی بھر کائی ہوئی آگ جو دلوں کی جاخبر لیگی حکمی اور اس آگ کے اعتبار سے وہ امام کے مقام میں نہ کہ سلام کے ساحل میں مقام کی زبان حال سے تبارک اسم ربک ذی الجلال واکرام پڑھتا ہوا کھڑا ہوا۔ تو قوی امین نے اپنی اہل سے کہا کہ ٹھہرو کیونکہ بارگاہ احد کی وسعت میں عدد کی گنجائش نہیں ہے۔ میں نے



غیر کے حجاب سے راحت کی آگ سیر کیلئے دیکھی ہے جن کے سامنے  
 نہیں جاسکتے مگر نورانی صورت والے بین عنقریب وہاں سے تمہارے  
 پاس کچھ خبر یا آگ کی ایک چنگاری لیکر آتا ہوں۔ چنانچہ جب اس آگ کے  
 پاس آیا اور اسکی قوت نمونہ کی ہوئی تھی اور نبات سے سرسبز و شاداب  
 صورت میں متشکل ہوئی تھی تو اس کے مزاج بشریت مصورہ کی نگہداشت  
 میں قوت مذکرہ نے اس پر تکیہ کیا اور قوت مفکرہ اس کے ذریعہ سے اعضا پر  
 اعمال مظہرہ اور علوم مخزہ کو حرکت دیکر سمیٹ لائی۔ تب شجرہ کے بقیعہ مبارکہ  
 میں میدان کے داہنے کنارہ سے آواز آئی۔ اور اگر عالم خلق کی بقا ہوتی تو  
 ضرور شرفی کنارے سے آواز آتی۔ کہ اے قومی امین ہمیں اللہ ہین سارے  
 جہان کے پروردگار۔ میں اپنے بندہ کی تربیت کرتا ہوں جیسی چاہتا ہوں  
 اور اپنے مرید کو اختیار کے قید خانے سے باہر لاتا ہوں اور قدم صدق  
 کے ساتھ فرما بنوداری کی بساط پر او سکو جاتا ہوں اور اپنی مراد کے ذریعہ سے  
 ساری مرادوں سے خالی کرتا ہوں۔ اور تمام اطوار میں او سکو میں  
 اپنا وجود اور اپنا ایجاد مشاہدہ کرتا ہوں۔ اور اسکی طرف وحی بھیجتا ہوں کہ میرے  
 حول و قوت کے سبب سے تو اپنے حول و قوت سے نکل آ۔ اور اپنے عصا کو  
 ڈال دے۔ تو جب عصا کو چلتے ہوئے دیکھا کہ گویا وہ سانپ ہے اور دشمن  
 کی حقیقت جان لی تو اپنے جسد کے ذریعہ اپنے نفس کی تدبیر سے پیٹھ پھیر کر  
 بھاگا۔ اور اس کی حضرت قدس میں اپنے حس پر عتاب نہ کیا۔ تب تدبیر  
 کو سا قہ کر دینے کے وقت جیسا کہ حجاب میں مرشد نے کہا تھا رو در رویہ

آواز آئی کہ آگے آؤ اور خوف نہ کرو تم امن میں ہو۔ بس ظالم لوگوں سے تمہاری  
 واقعی نجات ہو گئی۔ اور اُسکے پہلے دشمن کی صورت پر اُسکو دسترس ہوا۔  
 اور اُس سے کہا گیا کہ اِسکو لو اور خوف نہ کرو اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے  
 اندر رکھو۔ اور اپنی شہادت و غیبت میں میرے ہاتھ سے نصرت کرو۔ پس  
 جسوقت تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ کے نور میں سما جائے تو وہ بغیر کسی روگ  
 کے بہلا چنگا سفید نکلتے گا۔ اور رفعِ خوف کے لئے اپنے بازو اپنی طرف  
 سکیڑ لو اور پہر جا میں تیری طرف بہترین پہرنے والا ہوں۔ بس اوسی جگہ  
 تمہاری سیر کا ستقر اور تمہارے پرندہ کے بسیرے کی جگہ ہے۔ اور عادات  
 کے انوار کی طرف لوٹ آؤ تاکہ اون میں عبادات کی روحیں بھونکی جائیں۔  
 اُس نے کہا کہ اے پروردگار میں نے ان میں سے ایک جان کو مار ڈالا اور  
 معنیٰ وحشا اوس کو ان کے تعلق سے باہر نکال دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اسکو  
 تیری روح سے لطفاً و انساً زندہ کیا۔ اِس لئے میں ڈرتا ہوں کہ اگر توجھے اُنکو  
 پاس واپس بھیج دے گا تو وہ اپنے آپ سے مالوف کر کے مجھے مار ڈالینگے  
 اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے۔ اور حکمتِ تدبیر  
 نے اُن کے لئے عالمِ حکمت میں بڑی شان مقرر کی ہے۔ اِس لئے  
 تو اُن کو مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج کہ وہ لوگ میری تصدیق کریں مجھکو اندیشہ  
 ہے کہ لوگ مجھ کو جھٹلائیں گے۔ اور اگر عصا کو اُسکا سدرۃ المنتہی بنا دینے  
 کے بعد اللہ اوس کو عصا کے لینے کا حکم نہ فرماتا تو وہ یہ درخواست نہ کرتا کہ  
 اوس کے بھائی کو اُس کے ساتھ بھیجے اور اوسکو اُسکا قوت بازو بنا دے

لیکن جب اللہ نے اوسکو واسطون سے مجرود کر دینے کے بعد سبب کے مراتب کی طرف لوٹا دیا تو اس نے کہا کہ اے پروردگار ان ربوں میں مدبر حفیظ کو میرا معین گردان۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ میں تمہارے بھائی کو تمہارا قوت بازو بناؤں گا اور ہمارے ہاتھ کا تصرف تیری طرف سے تجھے کافی ہوگا۔ اور تم دونوں کو ہم اپنے صفات کے ذریعہ غلبہ بخشیں گے اور اپنا اصفیاء کا گہرا وطن بنائیں گے۔ اور جب قطع کرنیوالی چیزیں تمہاری طرف رخ کریں گی تو ہم انکو وہیں مسخ کر دیں گے پس وہ تم تک نہ پہنچیں گے۔ اور ہماری آیتوں کے ذریعہ سے تم اور تمہارے پیرو غالب رہیں گے۔ اسلئے اے سنتے والو! سمجھو اور اس رہنما کی پیروی کرو جو سب سے زیادہ اتباع کا سزاوار ہے۔ تاکہ طبائع کے شیطانیں پر غالب آؤ۔ اور جب تمہارے پاس گھلا ہوا حق آئے تو کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر بیشک یہی ہمارے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ ہم اس سے پہلے صاحب اسلام تھے۔ اور جب تم کو عمل میں بذریعہ توفیق کے تمہارا اجر ملے اور علم میں بذریعہ تحقیق کے تو دیکھو ہرگز اوسکو اسباب کی طرف منسوب نہ کرنا اور اس کے حاصل ہونے کو اکتساب سے گمان نہ کرنا ورنہ کشفِ ساق کے وقت تم خبروں سے اندھے ہو جاؤ گے اور روزِ تلاق تک اپنے اکتساب کے حجاب میں رہو گے۔ اور ہمیشہ اللہ کے لئے احتیاج کے قدم پر کھڑے رہو۔ کیونکہ تمہارا رب چاہتا ہے پیدا کرنا اور اختیار کرتا ہے۔ اور جو شخص صرف اللہ ہی سے خوش ہوا اللہ اپنے پاس کی چیز سے اوس کی مدد کرتا اور اوسکو وہ سہ مشاہدہ کرتا ہے جس کے کہنہ تک ادراک کی رسائی نہیں ہوتی۔

اُسکے رُخ کے سوا سب چیز ہلاک ہونے والی ہے۔ اُسی کا حکم ہے اور  
 اوسی کی طرف تم لوٹنے والے ہو۔ اور اُسکے محمدی دن کے لئے سارا عالم دوڑے  
 گا۔ صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ و شرفہم و کرم۔ واللہ اعلم۔ (مین کہتا ہوں کہ)  
 مینے اس قسم کی تقریر کبھی اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی کے کلام میں نہ  
 دیکھی اور یہ انکے علو حال کی دلیل ہے۔

اور انکا قول ہے کہ اگر تو اپنے حس کے محبت کے چمٹاؤ سے آگ نہ کالے  
 تو ضرور اپنے حضرت قدس سے تجھے اپنی نشست کی جگہ دکھائی دے۔  
 اور جسوقت آفتاب حقیقت کی شعاعوں سے تیرے نفس کی تاریکی کے  
 پردوں کی دہجیان اُٹیں تو تیرے منہ جانے کے آفتاب کے مطلع کی حقیقت  
 کی تجھے تحقیق ہو۔ پس سکرطہ جانے کے بعد تیری چشم بصیرت کے پٹے کھل  
 جائیں۔ اور تیری روح تیرے قلب کے مژدہ رسان کو باطن کی زبان سے  
 آواز دے کہ ”کھینچی میری راہ ہے میں بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا  
 ہوں“ اور اسوقت تو موجودات کے ٹیلہوں کی تاریکی نے آفتاب عرفان  
 کے دیکھنے سے تیری بینائی کو روک رکھا ہے۔ پس اگر تو صبح میں جوڑے  
 خیال کا بندہ اور شام میں وہم غالب کا مغلوب ہو گیا۔ تو حقائق کی خبروں سے  
 توند ہا ہو جائے گا۔ اور موانع کی طرف مائل ہونے کے باعث گڑھے میں  
 گر جائے گا۔ حالانکہ معشوق خیور کی زبان تجھے آواز بلند کہہ چکی ہے کہ اے  
 مغرور تو نے اپنے اختیار کو دخل دیا تو حیرت میں مبتلا ہوا اور تیرے وہم نے  
 تجھے تاریکی میں پسینکدیا اور اللہ نے جسکو نور عطا کیا اوسکے لئے کوئی نور نہیں

ہے۔ اور اگر تو اپنی فطرت کے آئینہ کو موانع و علل کے زنگ سے صاف کر کے معارف کے افق سے آفتاب ازل کے سامنے آتا تو ضرور تجھ سے لطائف کی شعاعیں ظاہر ہوتیں اور جو کثافتیں تھیں وہ گہل جاتیں۔

بایزید رضی اللہ عنہ کے قول ”میں نے اس سمندر میں غوطہ مارا جس کے کنارہ پر انبیاء کھڑے تھے“ کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ انکا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تکلیف کے سمندر کو عبور کر کے سلامتی کے کنارے پر پہنچے اور اُسکے ساحل پر کھڑے ہوئے اُن لوگوں سے ملتے ہیں جو بچ نکلے ہیں۔ اور اُن کو اسی کا حکم دیا گیا اور وہ اسی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ کیونکہ جسدِ آدم علیہ السلام نے اُس شجرہ میں سے کھایا تھا کشتی تو اُسیدین ٹوٹ گئی تھی۔

خلق کے اخلاق اور ان کی فطرت ذاتی کے معانی صفاتیہ ہیں جس نے ہوا و ہوس کے غلبہ میں اونکو بڑا اُس نے بڑا کیا اور جس نے ہدایت کے کام میں اونکو لگایا اُس نے بھلا کیا۔ فریب کو دیکھو کہ لڑائی میں حق کا بول بالا کرنے کے لئے اچھا ہو گیا۔ اور علی ہذا جوٹ کہ لوگوں میں میل کرانے وغیرہ مصلح میں جن کی شرع کی رو سے اجازت ہے درست ہے۔ اور جب وہ اخلاق کام میں نہ لائے جائیں مگر ایسے ہی امر میں جو طبیعت کو پسند اور شرع کے نزدیک ناپسند ہو۔ تو وہ ہی بغیر ہڈی کے اتباع ہوتی ہے۔ اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا۔ جو اللہ سے رہنمائی کے بدون اپنے ہوا کی پیروی کرے۔“

جاہل اکثر ہماری نسبت گمان کرتے ہیں کہ ہم جو بندوں کی خبریں بیان کیا کرتے ہیں تو اس لئے کہ ہم فائدہ اوٹھائیں اور ان کو یہ خیال نہیں آتا کہ عارف کا کام تو صرف یہ ہے کہ اور دن کو دے نعمت عطا کرے اور فائدہ پہونچائے۔

عارف اپنے معروف کا عین ہے اور محقق اوس چیز کی حقیقت ہے جسکی اُس نے تحقیق کی ہے اور شہودِ کمال و تکمیل کے اندازہ سے شاہد کی محبت اپنے مشہود سے ہوتی ہے اور محبت کے اندازہ سے محب کا محقق اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے اور محقق کے اندازہ سے متحقق کا ظہور متحقق یہ کہ حکم میں عین اور اثر کے رو سے ہوا کرتا ہے واللہ بکلی شئی علیہم۔

مجھ سے کہا گیا کہ سُنو! سارے موجودات میرے موجودات ہیں اس لئے جو چاہو میرا نام رکھو اور جس سے چاہو میری صفت کرو اور جس شخص کا تم نام لو گے یا وصف بیان کرو گے تو میرا ہی نام لو گے اور میرا ہی وصف بیان کرو گے حالانکہ میں اپنی ذات سے ان سب سے مجرد ہوں اور میری قیومیت اس میں میری معین کرنے والی ہے۔ سُن لو! کہ کوئی بندہ اپنے رب کو نہیں پکارتا مگر میں ہی پکارنے والا ہوتا ہوں اور کوئی بندہ اپنے بھائی کے محل کو اوسکی جنت میں نہیں دیکھتا جیسا کہ سہیل دیکھا جاتا ہے مگر میرے ہی محل کو دیکھتا ہے اور اور ملا کہ کسی عرش کو گمیرے ہوئے نہیں ہیں مگر وہ گمیرا ہوا میرا ہی عرش ہے اور کوئی کلمہ الہیہ تو نہیں بولتا مگر اللہ ہی اوس کا

بولنے والا ہے اور تو کوئی کام نہیں کرتا مگر اللہ ہی اوس کا کرنے والا ہے۔  
 اسی نے اُسکو اپنے علم سے اُتارا اور ملائکہ گواہی دیتے ہیں اور اللہ کی گواہی  
 کافی ہے۔

اس فرقہ کا ناطقہ محققین کا ناطقہ ہے جس طرح کہ محمدی ناطقہ نبیوں کا ناطقہ  
 تھا بس وہی اوندکا حق الیقین اور اُنکا نور مبین ہے۔

جس کو محبوب کہیںچ لے اوسکا کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جس کو  
 غیوب کا بلانے والا بلائے اوسکا کوئی باز رکھنے والا نہیں ہے اور جو  
 مطلوب کو چوڑ کر اور چیزوں میں مشغول ہوا اُسپر سخت افسوس ہے کہ وہ  
 محبوب ہے۔ جسوقت کہ مصیبتیں دور ہوں گی اور نفس گناہوں میں ڈوبے  
 ہوں گے اسوقت ایسے شخص کی تلاش ہوگی جو مدد کرے اور اُس پروردگار  
 کی طرف رجوع کر دے جو توبہ کرنے والے بندہ سے خوش ہوتا ہے۔ اور  
 جب محبوب تجھ سے خوش ہوا تو تیری خواہش سے بڑھ کر تجھے مل گیا۔

ہر مکان میں اوس کے اندازہ سے رب ہی موجود اور اصلاح کرتے  
 والا ہے۔

یہ اپنے غلاموں کو تعلیم کیا کرتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے  
 بیائی کو خط لکھے تو اوسکو لازم ہے کہ ہمیشہ اس طرح اس کی ابتدا کرے۔  
 ”بسم اللہ الرحمن الرحیم و علی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ وصحبہ و سلم یا  
 مولائی یا واحد یا معلائی یا دایمی یا علی یا حکیم۔“

از جانب عبداللہ بن فلان۔ بخند مست اخئی فلان ابن فلان متعبد للہ

بہا من بہ علیہ و بلغہ ما وجہ منہ الیہ۔ اے بعد فانی  
 احمد اللہ الذی لا الہ الا هو و هو ہو بسماء ہو سیدی و ربی و هو  
 مولائی و حسبی لیس الا هو و صلی للہ بذلک وسلم یا سماء و  
 بآمرک بصفاتہ علی احمد و محمد و احاطتہ تنزیلاتہ و حیطتہ بحلیاتہ  
 و علی الہ و محبہ و محبہ عیون تعیناتہ و مثل تمثلاتہ بجمادہ و سبحانہ و کل  
 من عند اللہ و الے اللہ تر جمع الامور

بعض نفوس ایسے ہوتے ہیں جو سب سے زیادہ معقولات کو قبول کرتے ہیں  
 ان کے اس حال سے جس میں وہ تیرے ساتھ ہیں منتقل ہو جانے سے پیغمبر  
 نہ رہو کیونکہ وہ بالطبع معقول ہیں۔ اور بعض نفوس ایسے ہوتے ہیں جو سب سے  
 زیادہ معقولات کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ان سے یہ امید نہ رکھو کہ اس قید  
 سے رہائی پائیں گے گو وہ کوشش کے ساتھ اس کی طرف میلان ظاہر کریں  
 کیونکہ وہ اصل کے اعتبار سے معقول ہیں۔ اور اپنے لئے اس کو چن لے جس کو  
 اللہ نے معتدل بنایا اور اپنے ماسوا سے پاک و صاف کر دیا ہو۔ بس یہ نہ پوچھو  
 گا مگر اویسی کو۔ اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔

حدیث ”تم میں سے جس کو جمعہ کا دن ملے اس کو غسل کرنا چاہیے“  
 کے متعلق انکا قول ہے کہ جسم کا غسل پانی سے تو نبی کا غسل بجا  
 آدمی حکم اور اس پر عمل کرنے کیلئے پیکر جانے سے۔ نفس کا غسل  
 توبہ سے بہت کا غسل اخلاص سے اور قلب کا غسل توحید سے کرنا  
 چاہیے۔



یہ اپنے اصحاب سے کہا کرتے تھے کہ میں تمکو محبوب کی توحید کی جیسا  
 اوس نے حکم دیا ہے اور اوسکے ذکر کی برابر پابندی کی تاکید کرتا ہوں۔ کیونکہ جو  
 اوسکا ذکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہمنشین ہوتا ہے۔ اور بادشاہ کا مصاحب  
 نعمت سے محروم نہیں رہتا۔ اپنے محبوب کے ذکر کو اوسکے ذکر کی خاطر سے لازم  
 کر لو۔ پہر تو کوئی مشکل نہوگی جس کو وہ آسان نہ کر دے اور کوئی آرزو نہوگی جس کو  
 پوری نہ کر دے۔ نمازون کی نگہداشت کرو اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ  
 کے لئے گرا گزرتے ہوئے۔ اور سُن لو۔ کہ سفر میں ہو یا حضر میں عشاء اور صبح کے  
 وظیفہ کے ترک کی رخصت نہیں ہے کیونکہ یہ اپنے صادقین پر اللہ تعالیٰ کا  
 عکس ہے۔ پس احسان کی پوشاکینِ رحمن کی امان میں زیب بدن کرو۔ اور آپس  
 میں نصیحتیں کرو اور ایک دوسرے کی رسوائی نہ کرو۔ چشم پوشی کرو اور آپس میں  
 رد و کد نہ کرو۔ آسانی کرو دشواری پیدا نہ کرو۔ خندہ روئی سے ملو اور آپس میں نفرت  
 نہ کرو۔ اور آپس میں رحم کرنے والے رحمانی اور حکما اور ربانی بنو۔

جس نے ہمارے ام کو سنا اس نے طاعت کی حقیقت چکھی اور جس نے  
 طاعت کی حقیقت چکھی وہ ایک گمنام میں پہونچ گیا۔

مراتبہ تمہاری کلیت کا تمہارے محبوب کے رُخ کی طرف پہر جانا ہے۔  
 اور توجہ بندہ کی طرف سے اس کے دل کے آئینہ کا اپنی صفائی کے سبب سے  
 اسکے لئے مستعد ہونا ہے کہ اوسکا محبوب اس میں ظاہر ہو۔ اور مستعد ہونا  
 سب مردوں سے خالی ہو جانا ہے تاکہ جو کچھ تیرا رب چاہے وہ کرے۔  
 بس یہی استعداد کا مقام ہے۔

نور موجودات کا سب سے ہر مقام میں اُسکے موافق ہوتا ہے۔ پس سارے حقائق کی جمع واحد ہے۔ اور اگر متعدد ہو تو وہ واحد کا احد ہے۔ اسلئے کہ واحد مظاہر سے متعدد ہوتا ہے اور احد متعدد نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ واحد کا خلاصہ ہے۔ اس لئے سارے محل کی جمع واحد سے ہے۔ اور اگر واحد اعداد کا آغاز ہے تو وہ اس کا اختتام ہے۔ پس وہ عین دلیل ہے کیونکہ احد مفرد ہے اور واحد سب کا جامع ہے۔ اسلئے وہ مفرد جامع ہو جاتا ہے۔ پس کل ظاہر میں اُس سے نکلنے والا اور اسی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ اور اس پر دلیل یہ قول ہے کہ وہی واحد احد ہے۔ پس جب واحد متعدد ہو تو وہ کمال دائرہ کی تنزیل ہے۔ اور جب مکمل ہو تو سب دائروں کی حقیقت واحد یہ احد یہ ہو گیا۔ پس یہی حقائق کا خلاصہ ہے پس جس نے اللہ کی تصدیق کی اُسکو اللہ نے واحد بنایا اور وہ واحد عارف باللہ للہ ہو گیا۔

اعمال سے بیع و شرا نہیں ہوتی مگر انہیں صورتوں کی جنکو عقول نظر یہ سلسلہ خیال میں بالفعل یا آئندہ اچھی سمجھتی ہیں۔ لیکن حقائق تو وہ سب امور ہیں جو نفوس کے اوہام سے چھپے ہوئے ہیں۔ پس جو شخص نفوس اور اُن کے عالم سے مجرد ہو اور تحقیق اوسکو سنج و راحت پہونچانے والے اوہام کے قید خانہ سے باہر لے آئی اوسکے سامنے اوسکا محبوب ظاہر ہو اور اوس کی آنکھوں کے سامنے اوسکا غیب روشن ہو گیا۔ اور اوسکا طالب و مطلوب متحد ہو گیا۔ اور اوس کا عاشق و معشوق ایک ہو گیا اور اُس کے مرغوب و نامرغوب ایک سے ہونے لگے۔ اور جو کچھ اس سے پرے ہے اُسکی نسبت کہ کیا ہے

سوال نہیں ہو سکتا۔

نور ایک جسم لطیف بسیط ہے۔ اور ضیاء راک معنی ہے جو نور میں اسی طرح قائم رہے جس طرح جسم میں روح یا روح میں حیات۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ماہتاب اک نور با ضیاء رہے اور جب اس سے آفتاب جو ضیاء کا باعث ہے آ زمین ہو جاتا ہے تو اس کا حال یہ ہو جاتا ہے نور بدون ضیاء کے دکھائی دیتا ہے اور وہی اس کی موت یا نیند ہے اور آفتاب کا یہی حال سب ستاروں کے ساتھ یا جو انکی چٹائی کے ہر ذرات میں اتنا فرق ہے کہ ماہتاب کی حقیقت ظاہر نہیں ہے اور ستاروں کی نہیں ہے۔ اور چونکہ آدم کے سوا عالم ہستی میں روح محیط کا کوئی مظہر نہ تھا۔ اس لئے اس نے فلک قمر پر نزول کیا تاکہ اس کو اس شخص کا حال معلوم ہو جو اس صورت میں اس روح کی تجلی اور اس کے اس سے محبوب ہونے کے وقت ابھین ہو جو وہ ہو۔

نفس مذمومہ کی روح حیات نفس شہوانیہ ہے جو روح حیوانی کا مظہر ہے اور اسی کے سبب گہرا پردہ واقع ہوا کرتا ہے اور جب نفس مذمومہ کہ وہی دنیا ہے زائل ہو گیا تو شہوت میں آخرت کا حکم ظاہر ہو گیا بخلاف اس کے جو ازالہ کے مقارن ہے اور اسی لئے اسم اللہ کا ذکر عمدہ ہے۔

عارف کو جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مفتون یعنی گمراہ ہونے کا گمان کرے۔ اور کیونکہ یہ ناجائز ہو وہ تو اپنے معروف کا عین ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ داؤد نے گمان کیا کہ میں نے اس کو مفتون کیا ہے۔ اس لئے اس نے اپنے رب سے مغفرت چاہی۔

چنانچہ میں نے اسکا یہ گناہ معاف کر دیا۔

تم اسکو پسند نہیں کرتے کہ تمہارے اور تمہارے لباس کے بیچ میں کوئی لکھی یا چوٹی یا پستویا جو ن آجائے اور تم اپنی حقیقی المقدور اسکو دفع کرتے ہو اور اگر وہ دفع نہیں ہوتی تو اس کے پڑے کے پہننے پر ننگے بدن ہو جانے کو ترجیح دیتے ہو۔ پھر تم اسکو کیونکر پسند کرتے ہو کہ تمہارے اور تمہاری حقیقت کے بیچ میں کوئی غیر آجائے۔ بس اسکو سمجھو کہ ہر وہ شخص جسکو تمہارے غیر کے ساتھ تعلق ہے وہ تمہارا غیر ہی ہے گو تم اسے تم ہی سمجھو۔

اگر تم کو محقق پرور مشد مل گیا تو تمکو اپنی حقیقت مل گئی اور جب تمکو اپنی حقیقت مل گئی تو تم کو اللہ تعالیٰ مل گیا اور سب چیزیں حاصل ہو گئیں اسلئے ساری مراد صرف اُسی پرور مشد کے ملنے میں ہے۔ فاناہم۔

سچا مرید اپنی تجرید کے بعد اپنے پرور مشد کا عین ہے۔

سیادت کا مرتبہ نہ شرکت کو قبول کرتا ہے اور نہ اسکو برداشت کرتا ہے اسلئے اسکو وہ اپنے آپ سے ایسے شخص جیسے رشک کے ساتھ دفع کرتا ہے جس کے تلوون سے لگی ہو اور اسے بوسیدہ ہڈی بنا کر چوڑ دیتا ہے۔

حق کا منظر اپنے آپ کو تجرید ظاہر نہ کرے گا جب تک کہ تجھ میں اس کے سوا حق کے دیکھنے کی کوئی آنکھ نہ ہو اور جب تک کہ تو اس کا غیر ہے وہ آنکھ تجھے نصیب نہیں۔ اس لئے جب وہ تجھے مغائرت سے چٹالے گا تب اپنے آپ کو اپنے نور سے تجھے دکھائے گا۔ اسوقت تجھے عین الیقین

سے تحقیق ہو جائے گی کہ اس کے سوا حق کے لئے اور کوئی آنکھ ہی نہیں ہے  
پس یہاں اگر وہ تجھے بصیرت کے ساتھ حق کی طرف بلائے گا۔ اس لئے کہ وہ تجھ  
سے کہیگا کہ میں ہی تیرا رب ہوں یا جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھ  
لیا۔ اور جس نے نہیں اس نے نہیں۔

جب تک کہ تم یہ سمجھو گے کہ تم میں ایسی آنکھ ہے جو تم کو اوسکی طرف  
رہبری کرتی ہے اس وقت تک تم غیب پر ایمان لانے والوں میں  
سے ہو۔

تم اوسی صورت پر ہو جس پر تم اپنے مرشد کو مشاہدہ کرتے ہو۔ اس لئے  
جیسا چاہو مشاہدہ کرو۔ اور نگاہ دوڑاؤ کہ کیا دیکھتے ہو۔ اگر تم اوسکو خلق مشاہدہ کرتے  
ہو تو تم خلق ہو اور اگر حق تو تم حق ہو۔

فرقان نذر ہے اور جمع اوس کی ظلمت ہے۔ پہر تنہائی کا کیا کہنا ہے۔  
اور مردانِ شب ہی مردہین جہان نہ تیر بند ہے اور نہ پانچامہ۔ پاک ہے وہ  
جو اپنے بندہ کو رات کے وقت لیگیا تاکہ یہ اوسے بلا فرقان دیکھے۔ جو کچھ  
دیکھا تھا دل نے اس میں کچھ جھوٹ نہیں ملایا۔

بندہ کا شرف یہ ہے کہ اوسکا آقا اس سے کام لے کیونکہ جس لباس کو  
مالک نہیں پہنتا وہ رکھار کہا میل اور بوسیدہ اور دہونے سے پڑرہ پڑرہ  
ہو جاتا ہے۔ اور اسی لئے مالک اوس کو پاک صاف کرنا نہیں چاہتا۔ اس  
لئے اپنے آپ کو اپنے پروردگار کے کام میں لگاؤ۔ اور خود اپنے کام میں  
لگ جانے سے حذر کرو۔ کیونکہ اس میں تم تلف ہو جاؤ گے۔

وہ نہیں ہے مگر تیری یافت اپنے پیروم شد کی۔ اور حبیب تو نے اپنی مراد پالی تو بس وہیں اللہ تعالیٰ ہے اسکو سمجھ۔

یہ سب صرف تیرے ہی موجودات میں جن میں تو ہر مقام میں اوسکے موافق ظاہر ہوتا ہے۔ پس شریف تیرا اپنی شریف ہے اور مکینہ تیرا ہی مکینہ ہے۔ جو شخص کسی موجود کی از حد تعریف کرے گا۔ اوس کو خدائی علم نصیب نہ ہوگا۔

جہاں مماثلت و مقابلت ہوئی وہاں مغائرت موجود ہے۔ جس شخص نے ایک ”آیت“ (یعنی اللہ کی نشانی) کا انکار کیا اوس کا وجود اوس آیت کے اعتبار سے اوس کے لئے سب سے گہرا پردہ ہو گیا پس جب وہ اسکا منکر ہے تو اوس سے دیکھ کیونکر سکتا ہے۔ نہ بے سعادت ایمان والوں کی اور جو اون سے اوپر ہیں اون کا کیا پوچھنا ہے۔ اور ہر علم والے کے اوپر ایک زیادہ علم والا ہے۔ قافم۔

ہر زمانہ والا ہی اللہ کی بڑی آیت اوس زمانہ میں ہوتا ہے پس اوسکا وجود وہ بڑی آیت ہے جسکے ذریعہ سے اُسکا وجود وہاں ظاہر ہوا ہے۔ قافم۔  
عالم نے جانا۔ جاہل نے نہ جانا۔ اور منکر نے انکار کیا کہ کو کہ ہر شخص اپنی بساط بہر کام کرتا ہے۔

اے نفس جب تک تو صاحبِ وقت کے ہاتھ میں اُسکا ملوک ہے وہ تجھے مقررین کی گدز کی جگہ میں لے جاوے گا اور جب اوس نے تجھے اپنے ہاتھ سے چوڑ دیا اور اپنی خدمت میں نہ رکھا تو تیرا انس و حشر سے

اور تیرا جمع فزق سے بدل جائے گا۔ مگر جب وہ تجھ پر مہربان ہوگا اور دوبارہ تو  
اوس کے ہاتھ میں آئے گا تو تو اپنی پہلی حالت پر واپس آجائیگا۔

انکار سے کنارہ رہو۔ اس لئے کہ جس نے اپنے کان ایسے حق سے  
بہرے جن سے اوس کا دل منکر ہے اوسکے کانوں میں پگھلایا ہوا ایسا  
اٹھایا جائے گا۔

حکیم ہر رتبہ میں مطالبہ نہیں کرتا مگر اوسی رتبہ کی زبان میں اور نہیں معاملہ کرتا مگر  
اوسی رتبہ کے پیمانہ و ترازو سے اور نہیں بیجا بیٹے کسی رسول کو مگر اسی کی قوم کی  
زبان میں تاکہ وہ اونسے آیت کو بیان کرے۔

اگر تو اپنے ہمنشین کا رنگ قبول کرنا والا ہے اور جو نعمتیں تجھ کو ملی ہیں اونکو  
وہ اپنے دل سے سچ سمجھنے والا ہے تو تو عالم کے لئے رحمت ہے وہ اللہ کا  
رنگ ہے اور اللہ سے اور کس کا رنگ بہتر ہوگا۔

بارہا ایسا ہوتا ہے کہ جس چیز کو قلب بلامرض اچھا سمجھتا ہے اوس کو  
فرض غرض سے بُرا جانتا ہے اور ہر قلب ہی اوس کو بالغرض بُرا سمجھنے لگتا  
ہے لیکن اگر تم کسی دن قلب کو اوس سے پیہر دو تو وہ پیہر ہی سکتا ہے  
اسی لئے اوس کا نام قلب رکھا گیا ہے کہ اوس میں تقلب یعنی پہر جانے  
کی صفت ہے۔

پوری آیت یہ ہے۔ **وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِيُنْذِرَ**  
**لَهُمْ فَيُضِلَّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ**  
سورہ ابراہیم کی چوتھی آیت الخ

اللہ تعالیٰ کے قول <sup>ع</sup>وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ۔ اس آیت میں اسکی دلیل ہے کہ سالکوں کو ایسی باتوں میں نہ پڑنا چاہیے جو جمہور کے نزدیک ثابت ہوں مگر ان کی سمجھ کے اعتبار سے دقیق ہوں اور سالک کو ہلک سے کیا نسبت۔

جہاں کہیں تم اوس کو مشاہدہ کرو وہ تمہارے نزدیک اور تم سے اور تم تک ہے۔ فافہم۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ کے بارہ میں ان کا قول ہے کہ ”احسن تقویم“ سے مراد اعلیٰ علیین ہے اور اس پر قرینہ <sup>ع</sup>لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ہے۔

جہاں کہیں کہ کسی بُرائی یا عذاب یا مصیبت یا پوشش کا کشف آئے تو اس سے مراد حجاب ہے کیونکہ دور نہ ہوگا مگر حجاب بھی اور حجاب بلا شک ہر مقام میں اس کے موافق بقا حقیقی کا مانع ہے۔

جس نے تم پر ظلم کیا ہو اوس کے لئے بد دعا کرنے سے احتراز کرو کیونکہ ایسی صورت میں تم خود اپنے لئے بد دعا کرو گے۔ قرآن میں

<sup>ع</sup>اور جب ایسے لوگ تمہاری نظر پڑ جائیں جنہوں نے ہماری آیتوں کا شغل بنا رکھا ہو تو تم ان سے ٹل جاؤ یہاں تک کہ ہماری آیتوں کے سوا اور باتوں میں لگ جائیں یہودہ انعام کی اڑسٹویں آیت (بارہم رکوع ۴۴) ہے یعنی انسان کو ”احسن تقویم“ میں پیدا کیا۔

<sup>ع</sup>پھر ہم اوسکو کتر سے کتر درجہ میں لوٹا لائے۔ ۱۲



ہے کہ ”اگر تم نے اپنے کام کئے تو اپنی ہی لئے اور اگر بُرے کام کئے تو یہی اپنے ہی لئے۔“ بیشک تمہارے ہی لئے ہے جو تم حکم دیتے ہو۔ پس جس پر ظلم ہوا وہ اسکو سمجھنا چاہیے کہ وہ اُسی سے اُسی کی طرف ہے۔ سن رکھو کہ خلق اور اہل صرف اُسی کا ہے پر ظلم کہاں ہے۔

اِس سے حذر کرو کہ تم قدرت کا دعویٰ کرو حالانکہ تم مرتبہ اضطراب کی قید و نہیں ہو اور استغناء کا دعویٰ کرو حالانکہ تم محتاجی کی قید وں کے مرتبہ میں ہو۔ اور ہر مقام میں اوس کی مناسبت سے عمل کرو۔ اسلئے کہ جہالت سے مدد لینا تم جیسے کے لئے سزاوار نہیں ہے۔ تمہاری شان تو احسن تقویم کی ہے۔

جو ہر چیز پر محیط ہے اُس میں کسی چیز کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ تو اوس حال میں ہے کہ اوسکے ساتھ ”چیز“ ہی ہے۔ پہر اوسکا کیا پوچھنا ہے جو ہر چیز ہے اور اوس کے سوا کوئی چیز موجود ہی نہ ہوئی۔ اور تجھے یہی پس ہے۔ پس اپنی کوشش میں اپنے نفس کو متحمل بناؤ یا تجربہ کو ثابت کرو۔ پس یہی تو بڑا ہنگامہ ہے۔ فافہم۔

غلام اپنے آقا کیلئے ہے پس جس کی چاہو بندگی کرو۔ فافہم۔  
ہر مرتبہ ایسا ہے کہ جو اوس کو چاہتا ہے وہ حق کی عبادت نہیں کرتا مگر حقیقتِ مبینہ کا مرتبہ کہ جو اوسکو چاہتا ہے وہ حق ہی کی عبادت کرتا ہے۔

عَنِ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِنَفْسِكُمْ وَاِنْ اَسَاءْتُمْ فَلَهَا  
عَنِ اِنْ لَكُمْ مَا تَحْكُمُونَ

اسی لئے حق نے اپنے ناطق محمدی سے کہا ہے کہ ”کہو کہ میں خدا ہی کی  
فرمانبرداری کو نظر رکھ کر اسی کی عبادت کرتا ہوں تم سب اس کی جسکو چاہو پوجو۔“  
یعنی اب رہا اس کا غیر تو اس کو لوگ نہیں پوجتے مگر صرف اس کے  
چاہنے سے ”اور بے حکم خدا کسی کا اختیار میں نہیں ہے کہ ایمان لے آئے۔“

تمہاری بشری قیدیں تمہارا قید خانہ ہیں اور تمہارا دوست وہ ہے جو تم کو  
اس سے رہائی دلائے۔ اس لئے ایسے شخص سے ہرگز ناواقف نہ رہو مبادا  
تم اس کو اس قید کا مضبوط دامن بنائیو الا گمان کرو اور تم اس سے اپنے دنیاوی  
و نفسانی امور کی فراخی چاہو۔ یا جو چیزیں تم کو اس قید سے چڑانے والی ہیں ان  
کے روک دینے کی خواہش اس سے کرو۔ کیونکہ جو لوگ اس کو پہچانتے ہیں وہ  
جو کچھ اس سے چاہتے ہیں یہ باتیں ان کے برعکس ہیں۔

ان لوگوں کو ان کے آٹا سے نہیں پہچانتا مگر وہ ہی شخص جو ان کے حقایق  
کو پہنچا ہے اور ان کے بشریہ سے نہیں پہچانتا مگر وہ ہی شخص جو ان کے جیسے  
اخلاق رکھتا ہے۔

قلوب کی جبلت میں عالم الغیب کی محبت ہے۔ اسی لئے لوگ اس  
شخص کو دوست رکھتے ہیں جو ان امور کو کہ ان کے جسموں سے چھپے ہوئے  
ہیں ان کے سامنے کہولہ سے اور ان کو دوسو سوں، دویہون وغیرہ سے بچائے  
کیونکہ یہ چیزیں ان کے نزدیک ان کے ادراک کے قاصر ہونے کی وجہ

عقل اللہ عبدی لصلی اللہ علیہ وسلم فاعبدوا ما شئتم من دونہ  
عبدوا ما کان لنفس ان تو من اللہ (پارہ گیارہ - رکوع ۷۱)

سے غیب کی بیماری چیزیں ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے شخص کو دوست رکھتے ہیں جو باریک بین نگاہ سے اونکے امور دنیا کو کھول کر رکھ دے۔ اور کچھ لوگ ایسے شخص کو دوست رکھتے ہیں جو حق کے معارف و حقائق اور پیر ظاہر کر دے کیونکہ انکے نزدیک غیب تو صرف اللہ ہی ہے۔

چیز جب تک اپنے اصلی مرتبہ میں رہتی ہے اس کی قدر و قیمت نہیں معلوم ہوتی عزت تو اس سے باہر نکلنے کے بعد ہوتی ہے۔ اس اصول کو تمام جواہرات اور نفیس اشیا میں دائر و سائر دیکھ لو۔ یہی حال عارف محقق کا ہے کہ وہ اپنے معروف کا عین ہے اور اس کا معروف اس کی حقیقت ہے۔ اور جب اپنی اس حقیقت کے حکم میں ظاہر ہوگا تو حق ہونے کی حیثیت سے اس کی تشریح ان تعینات سے واجب ہوگی جو خلق ہونے کی حیثیت سے اس میں ہیں اس لئے وہ خوار و ذلیل ہوگا اور اس کا "انا الحق" کہنا اس کے منہ پر راجحائیگا مگر جب مرتبہ عبودیت اور احکام خلقت کی طرف سفر کر کے آئیگا تو اپنے گنہگار میں پہچانا جائیگا اور اپنی تعظیم و عزت کے حکم کے ساتھ ظاہر ہوگا۔

پیر و مرشد ناطق تم کو کسی ایسی چیز کا جس کو وہ خود کرتا ہو اور تم پر دشوار ہو حکم نہ دے گا مگر اسوجہ سے کہ تم نے اسکو کامل طور سے قبول نہیں کیا یا تمہاری استعداد ناقص ہے۔

جب حق تعالیٰ اپنے بندہ کی طرف توجہ فرماتا ہے تو اسکو ایسی ہر ایک حرکت کے اعتبار سے مردہ بنا دیتا ہے جس میں نہ اسکا کوئی نفع ہو اور نہ خلق اللہ میں سے کسیکا۔ اور مجہر یہ حالت طاری ہے۔ چنانچہ میں اپنے آپ

میں کچھ قوت انہیں پاتا مگر نیک قول یا فعل کے وقت۔ اور اس کے سوا  
میں مجھ سے ایک نیو ہی پچوڑا انہیں جاسکتا۔ اس لئے میں مردہ شکل زندہ  
ہوں۔

یہ نہ چاہو کہ تمہارا کوئی حاسد نہو اور نہ یہ کہ کوئی حسد کرنے والا تمہارا حسد نہ  
کرے۔ کیونکہ حکم وجودی کا اقتضایہ ہے کہ نعمتوں کے مقابلہ میں حسد ہو۔ اس  
لئے جس شخص نے یہ چاہا کہ اوسکا کوئی حاسد نہو اس نے اوس کی آرزو کی  
کہ اوسکو کوئی نعمت نہ ملے۔ اور جس نے ایسے حاسد کے شر سے جسکا  
حسد متحقق ہو بچنے کی درخواست کی اوس نے یہ چاہا کہ اوسپر نعمت کا ظہور  
ہی ہو اور اوس کے بارہ میں مبتلا ہے پریشانی ہونے سے ہی اوسکو امان  
ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ”کہو کہ میں تمام مخلوقات کے شر  
سے صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں اور حسد کرنے والے کے شر سے  
جب وہ شر کرنے لگے“ اور ”جب“ کا لفظ لایا اور یہ نہ کہا کہ ”اگر حسد کرے“  
فافہم

جب علیم حکیم ہادی اپنے اہل زمانہ کے لئے آدمی کی صورت میں تجویز  
کرتا ہے تو اوسکا ظاہر اپنے اہل زمانہ کے لئے پیشوائے ہدایت ہوتا ہے  
اور اوسکا زبانی باطن اپنے اہل زمانہ کے لئے رب یعنی سرور ہوتا ہے جو  
اونکے پاس اوس صورت میں آتا ہے جس سے وہ اُسے پہچانیں۔ اور اُسکو

عَلَّمَ قُلُوبَهُمْ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ  
إِذَا حَسَدَ (پارہ ۳۰)

اس حیثیت سے نہیں دیکھتا ہے مگر وہی شخص جو معنوی موت سے مرچکا ہے۔ اور وہ اس طرح سے کہ اپنے آپ کو ہمیشہ اوہام سے خالی کر لیا ہے۔ جیسا کہ یہ حدیث اس کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ تم ہرگز اپنے رب کو نہ دیکھو گے جب تک کہ تم مرد نہیں۔“

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اسی طرح اٹھائے گئے ہیں جس طرح عیسیٰ علیہ السلام اٹھا ہو گئے تھے اور قریب پنج آئینکے طرح عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے (مین کہتا ہوں کہ) سید علی خواص رضی اللہ عنہ بھی اسکے قائل تھے۔ چنانچہ میزبان کو کہتے سنا کہ نوح علیہ السلام نے کشتی میں سے ایک تختہ علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا وہ اوسپر بٹلا کر آسمان کی طرف اٹھا جائے گا۔ بچا رکھا جاتا ہے چنانچہ وہ بابر قدرت کی حفاظت میں محفوظ رہا یہاں تک کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اوسپر اٹھائے گئے۔ واللہ اعلم۔

عارف باللہ جب جب اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا ذکر آپ کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور وہ اوسکو سنتا ہے اور اسی طرح جو شخص اس عارف کو حق الیقین کے طور پر جانتا ہے کیونکہ وہ اپنے معروف کا عین ہے۔ جس مرید کو اپنے مرشد کے ساتھ خصوصیت ہے اوسکی حقیقت مرشد کے اعتبار سے ایسی ہے جیسے کوئی دیکھنے والا آئینہ میں اپنے آپ کو دیکھتا اور آئینہ کے ذریعہ سے مطابقت پاتا ہے۔

شرمگاہ خیانت کی جگہ ہے پس معصوم وہ ہے جس میں محل خیانت نہ ہو اسلئے اوس میں شرمگاہ بھی نہ ہوئی۔ اور جس کی شرمگاہ کو حق چپا ہے وہ اسکے

خوف سے بے غم ہے۔ کیونکہ خوف نہیں ہوتا مگر اس چیز میں خیانت کرنے والے سے جس کو تم بچاتے ہو۔

جو شخص یہ مشاہدہ کرے گا کہ تمام امور پر قدوس ہی قائم ہے وہ وجود میں مشاہدہ نہ کرے گا مگر کمال ہی۔ اور جس نے اسکا اٹکا کیا وہ سرنگوں ہوا۔ - - -

زشتہ تنزیہ میں مقید ہے اور شیطان اسکی ضد میں مقید ہے۔ اور دونوں فرقان کے دائرہ میں مقید ہیں۔ اور غلص وہ ہے جو اس احاطہ کے نشو و نما کی وجہ سے جو سب میں پوشیدہ ہے دونوں مقید سے رہائی پا گیا ہے۔ اسلئے کسی مقید کا اوپر زور نہیں باقی ہے۔ پس وہی قائم اور وہی اول و آخر و ظاہر و باطن اور وہی ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اللہ کی قدس کے حضرات تو اس کے عارفوں اور اس کی راہ دکھانے والوں کے مددگار ہیں۔ اسلئے حسن مودت و خدمت اور صدق محبت و تعظیم سے اپنے لئے اون میں سے ہر ایک میں مستقر بناؤ۔ اور غیر اہل حق سے تعلق پیدا کرنے کا قصد نہ کرو ورنہ بچتاؤ گے۔ اور جس طرف رخ کرو حق ہی کا قصد کرو تب سلامت رہو گے اور غنیمت حاصل کرو گے۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ جس کو دوست رکھتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی دوستی کا تعلق نہیں ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کے اوسى اخلاق کے ذریعہ سے جس سے اس بندہ نے اپنے آپ کو متصف کیا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ”تخلقوا باخلاق اللہ تعالیٰ“ اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے آراستہ ہو فرمایا،

جسکو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے اسے لوگ صرف اس سبب سے بُرا سمجھتے ہیں کہ جس حال میں وہ ہوتا ہے اسکو وہ جانتے نہیں اور جس حال میں وہ خود ہوتے ہیں اس کے خلاف میں اسکو سمجھتے ہیں اسی لئے اسکا نام گمراہ کرنے والا اور جادوگر اور کاہن رکھتے ہیں۔ اور جس حال میں وہ ہوتا ہے اگر اسکو وہ دیکھیں تو اس کے عاشق ہو جائیں۔ پس لوگ دلیون کو صرف اپنے نفس کے اولہم کے باعث بُرا جانتے ہیں۔

جو شخص یہ مشاہدہ کرے کہ ہر نفع رسان چیز عیان حق میں سے ایک عین ہے اور ہر ضرر رسان شے حق کے اعیان ضرر رسان میں سے ہے اور علیٰ ہذا تمام امور ایمان تک کہ نماز روزہ و زکوٰۃ و خوف و خذہ اور سب صفات کو پس حقیقت میں ان میں سے ہر چیز کو اپنے پروردگار حق ہی کی دیکھے تو جس طرف ایسا شخص رُخ کرے گا وہیں اللہ کا سامنا ہے۔ اور یہ جب کہ جس طرف میںے مُوئدہ کیا۔ ظاہر حق کا چہرہ دیکھا تو اسکو ملامت نہ کرو۔ اور جب تم اسکو ملامت کرو گے تو اسکا دل اس سے کہیگا کہ ”انقطعہ واسجد و اقرب“ اس کا کہنا نہ مانو اور سجدے کرو اور قرب حاصل کرو۔ یعنی کل مظاہر کا۔

حق پر اسوقت کے اعتبار سے نگاہ ڈالو جب اس نے خلق کو پیدا نہیں کیا تھا اور دیکھو کہ ملک کیا نظر آتا ہے۔ پس تم ہرگز اس کے غیر کو نہ دیکھو گے۔ تمہارا وجود و موجود بیان میں دو ہیں اور حقیقت میں ایک پس اسکو سمجھو۔

ہر ربانی کی ناز صورت اسرانیہ ہے۔ اور اسرار محمدی سے کوئی صورت وہاں اعلیٰ نہیں ہے۔ اسی لئے اسرار کیجائے شہود میں اسکو سوا اور کوئی صورت فرض

نہیٰ پس سمجھو کہ غازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اور وہ ان اوس کے سوا کوئی نہیں ہے اور کلیم اوس کا کلیم اور سمیع اوس کا سمیع ہے جو چیز اللہ کی طرف سے آتی ہے وہ اوس کی طیرت آتی ہے۔ اور جب تم نے اُس سے محبت کی تو تم وہی ہو گئے اور ہمیشہ وہی رہو گے۔ اور اگر تم وہ نہ ہو گے تو تم اوس کے کان اور اوس کی زبان ہو گے کیونکہ وہ متکلم سمیع ہے۔

اہل حق میں حق کس قدر اجنبی ہے فافہم  
ہر مقام میں اوس کے موافق اسم عین مسمیٰ ہے۔ اور تم لوگ کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور اگر تمہارا عین اوس کی طرف راجع ہے تو پھر تم کون ہو اے اوس کو راہ دکھانے والے جس کا کوئی راہ دکھانے والا نہیں ہے۔ پس وہ وہی ہے۔

ضروریات و بدیہیات تو ہیں و جدانی ہی امور ہیں اور یہی نظریات کے اصول ہیں۔ اس لئے اس باب میں اصل اصول دل کی یافت ہے۔ اور حجتوں و دلیلوں و تعلیموں کی حاجت تو صرف اسی لئے ہوتی ہے کہ وجدان اور اُس کے لگ بھگ کے موقع میں نفس سے مطلوب کی توقع کی جاتی ہے اور جب تم نے مطلوب کو پایا تو ان چیزوں کی حاجت نہ رہی۔ اور اسی لئے ضروریات کو دلیل کی حاجت نہیں ہے۔ اس لئے اسے تحقیق یا تصدیق کی رو سے حق کے پانے والے تم کو تیری یافت کافی ہے۔ پس اگر تجھے کوئی معترض کہے کہ اس کے حق ہونے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے تو تم کہو کہ میری یافت اور اگر اسپر تم سے وہ کہے کہ اگر میں بھی کہوں کہ وہ باطل ہے اور



اس کی دلیل میری یافت ہے تو تم کو نہ بے خطر رہ سکتے ہو تو تم اے محقق  
 اوسکو کچھ جواب ندو۔ اور اوس سے کہو کہ تمہاری یافت میں تم سے کون جبکرتا  
 ہے تمہاری یافت تمہارے لئے ہے۔ اور میری یافت میرے لئے حق ہے  
 قل هو اللہ الذی آمنوا ہدی وشفاءہ (کہو کہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اون کے  
 لئے یہ ہدایت اور شفا ہے) اولیک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم ہر  
 منہ (یہی ہیں جن کے دلوں کے اند خدا نے ایمان کا نقش کر دیا ہے اور اپنے  
 فیضان غیبی سے اونکی تائید کی ہے) پس اون کے نزدیک وجدانی معاملہ ہی  
 اور جس چیز کو وہ اپنے نزدیک نقش کیا ہوا پاتے ہیں وہی اونکے نزدیک وجدانی  
 ہے۔ فانہم

دائرہ سمعیہ میں کلام عین متکلم ہے جیسا کہ فرمایا ہے ولقد جئناہم بکتاب  
 (اور ہم نے تو ان کو کتاب ہی پہونچا دی) پس وہی متکلم اور وہی کلام ہے۔ اور  
 قرآن اوسکا عین عقلی ہے۔ اور فرقان اوسکا عین خیالی۔ اور جو چیز پڑھی جاتی اور  
 جسکی تعبیر لفظاً کے ضمیر سے ہوئی ہے اوسکا عین حسی ہے۔ اور فرقان  
 کا تنزل قرآن کا تنزل ہے۔ اور قرآن کلام کا تنزل ہے۔ اور کلام عین متکلم ہے۔  
 اور یہ سب کسب ادکی عملی عمل کی جس کی تعبیر کلام سے کی جاتی ہے تفصیلی  
 تعینات ہیں۔

پیدا کرنا وہی مقدر کرنا ہے پس جو چیز کہ تحقیق میں عین ہے وہی تخلیق میں  
 مثل یا غیر ہے۔ کیا تم نے حق کا قول اوس کی محمدی جمعیت کی زبان سے  
 نہیں سنا؟ انکلی شئی خلقناہ بعدہ لفظ نکل کے رفع کے ساتھ اس

تقدیر پر کوہ ۲۱ کی خبر ہے۔

واجب کی حقیقت علم فعلی ہے جس میں اوس کا قائل مضمر ہے اور ممکن کی حقیقت علم انفعالی جس میں اوس کا فاعل پوشیدہ ہے اور متنع کی حقیقت مجرور علم ہے جو تمیز اثباتی کے صیغہ میں حاصل نہیں ہوا ہے مگر قول میں۔ کیونکہ یہ تعریف اور کل تعریفین تمیزی اثباتی صیغے میں۔

جو تجھے گمیرے ہوے ہو اور تو اوس کو گمیرے ہوے ہو تو تو نہ اوس کا مثل ہے اور نہ اوس کی صورت پر ہے۔

جب تک تم فرق کے دائرہ میں رہو گے اوس وقت تک شرکِ اشراک ناگزیر ہے۔ خداوندِ اہم کو خالص بنا اور مستخلص کر لے آمین۔ اور میں اوس کو کرچکا ہوں فافہم

جب تیرے صفات اصل میں اوسی کے ہیں تو تیرا وہم اوس کا علم ہے اور تیرا حق اوسی کا علم ہے اور تیری فکر اوس کا علم ہے اور تیرا سیکھنا اوس کا علم ہے اور تیرا فعل اوسی کا علم ہے اور تیرا قول اوسی کا علم ہے اور تیرا اختیار اوسی کا علم ہے اور تیرا تخیل اوسی کا علم ہے اور اسی پر قیاس کر لو۔ بیشک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہر چیز کو علم سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔ پس اگر ہر چیز چاہے جس اعتبار سے ہو اوس کی معلوم ہو تو یہ احاطہ کامل نہیں ہوتا ہے۔ اور جو شخص اس کو اسی طرح سے مشاہدہ نہیں کرتا وہ اَنَّا نَكِلُ شَيْءًا عَلَيْنَا حَاطَ بَكُلِّ شَيْءٍ عَلٰی حَقِیْقَتِہٖ مَشٰہِدَہٗ نَہِیْنُ کَرَمًا۔ اوس نے تو اوس کا شہود کیا ہے جو اوس کی تاویل کی اور جس سے اس عموم کی تخصیص اور اس اطلاق کی

تقصید کی ہے۔ بلکہ اسوج سے وہ اس کے شہود سے مقید ہو گیا ہے۔ اور ہمیں سے  
 وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے) کے معنی ظاہر  
 ہوتے ہیں۔

جب ہر آنکھ سے وہی تیری طرف دیکھنے والا اور ہر ادراک و علم سے تیرا  
 جاننے والا ٹھیرا تو وہ ان کوئی ایسا نہیں ہے جس کو تم دکھاؤ مگر وہی۔ اس لئے اس کی  
 مرضی کا کام کرنے میں ریا تمہاری حاجب نہیں ہو سکتی۔ اور اس سے بچو کہ زندہ  
 دیکھنے والا (اور وہ تم نہ ہو) تم کو ایسی جگہ میں دیکھے جس کی نسبت تم کو گمان ہو کہ  
 اس کی مرضی کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس وقت تم ہر ایسے منظر میں قائم ہوتے  
 ہو جو دیکھتا ہے تو جو تم کو دیکھتا ہے وہ وہی ہے۔ اور جب تمہارا یہ شہود درست  
 ہو جائے گا تو وہ تم کو اللہ میں تمام جہات کے اعتبار سے مستغرق کر دے گا  
 ”پس جس طرف تم رخ کر دو گے وہیں اللہ کا سامنا ہے“ فافہم

حقائق بدلتے نہیں ہیں اس لئے مقید مطلق نہیں ہو جاتا اور نہ مطلق مقید  
 ہو جاتا ہے۔ صرف مراتب مقبولہ کی صورتیں یکے بعد دیگرے اون کے  
 قبول کرنے والے پر آتی رہتی ہیں کہ تبدیل کلمات اللہ (اللہ کے کلمات  
 میں کوئی تبدیلی نہیں ہے)

کسی چیز کو تمہارا دوست رکھنا اسی اندازہ سے ہوتا ہے جس قدر کہ تم  
 اس کی ضد سے دشمنی رکھتے ہو اور علیٰ ہذا اس کا عکس تول کی تول مثل کی مثل  
 اور برابر کی برابر اور یہی معاملہ ہر مقابل کا اس کے مقابل کی نسبت ہے۔  
 کسی شے سے پناہ نہ مانگو بلکہ اس کے شر سے پناہ مانگو۔

ہر مقام میں اوس کی مناسبت سے تاثیر ربوبیت ہے اور تاثیر عبودیت ہے۔

خلق وہی تقدیر ہے اور تقدیر ہر مقام میں اوسکے موافق نقیض کے رتبہ میں تنزل ہے۔ اور جب یہ ظاہر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ ہی ہر موجود کی ذات ہے اور ہر موجود اُس کی صفت ہے اور اسکا کوئی مبداء اول نہیں ہے مگر وہی کیونکہ اوسکے بعد نہیں ہے مگر عدم اور عدم مبداء نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً کسی موجود کا۔ اور جب ہمارے نزدیک وجود کا یہ معاملہ کھل گیا۔ تو تمکو معلوم ہو گیا کہ جب تم کسی موجود کی طرف نگاہ کرو گے تو اوس کی طرف اس حیثیت سے کہ تم نے اوسکو ذات پایا ہے نگاہ کرو گے۔ اور تمکو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وجود کے سوا کوئی ذات ہی نہیں ہے۔ تو اس سے ظاہر ہوا کہ وجود حقیقت میں وہی موجود ہے اور موجود نہیں ہے مگر وہی وجود۔ پس اگر تم کہو کہ ہر فرق کمان سے آیا اور کمان جاے گا۔ تو میں کہوں گا کہ وجود سے خود اوس کی طرف۔ پہر اگر تم کہو کہ یہ کیونکر حاصل ہوتا ہے۔ تو میں کہوں گا کہ یہ اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ تجربہ بیانی کے طریقہ پر جو علم معانی و بیان میں مذکور ہے خود اپنے لئے مراتب قرار دے اور تم جانتے ہو کہ تمکو جائز ہے کہ ہر صورت میں تم اپنے نفس سے اپنے نفس کے لئے اپنے نفس میں مجبور ہو جاؤ اور وہ ساری صورتیں تمہارے خیال میں ہوں اور تم اپنے نفس سے ہر صورت کی حیثیت سے ایک خاص معاملہ کرو۔ اور اپنے نفس کو تم از یاد رفتہ تصور کرو کیونکہ تم نے اپنے نفس کو مجبور کر لیا ہے اور اس فراموشی کا فراموش کرنے والا ہی اور

اس کثرت کا متحقق بھی اور تم ایسے ہی ان حیثیتوں سے ہو گے۔ اور یہ اور اسکی  
 مثل اور باتیں نہیں ہیں مگر عین فعل وجود جو کہ تمہیں ہو نہ کہ اوس کی مثال ہو اور  
 حقیقت میں یہ سب امور بغیر کسی زیادتی کے صرف تمہیں ہو۔ پس باوجود کثرت  
 موجودات کے وہاں نہیں ہے مگر وجود ہی بلا حقیقتہ زائدہ کے۔ پس اگر تم  
 سوال کرو کہ وجود کی اس تقدیر کا مبدر کیا ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ اوس کا مبدر حکم  
 دینے کا اقتضا ہے۔ اور وہاں نہیں ہے مگر وہی اسلئے اپنی ذات  
 سے اپنی ذات کے لئے اور اپنی ذات پر تجرید کے طریقہ سے حکم دیتا ہے۔  
 جیسا کہ گزرا۔ اور قضا یا منتهی نہیں ہوتے ہیں کیونکہ اقتضا سے ذاتی کو قضا یا لازم  
 نہیں۔ اور یہ تقدیرات وجود کی تنزیلات ہیں اوس کی منزلت میں جو معاملہ  
 میں موجود نہیں ہے۔ اور انہیں کا نام موجودات رکھا جاتا ہے۔ اور بالبداہتہ یہ  
 تقدیر اولاً وجود میں ہوتی ہے۔ کیونکہ وہاں کوئی موجود نہیں ہے۔ اور یہی خلق  
 اول ہے۔ اور انہیں موجودات کا نام مراتب قدم و ازل و ایجاب صفات  
 معانی رکھا جاتا ہے۔ اور حقایق بھی اسطرح ہیں اور اسکے بعد تقدیر ان امور  
 کی ہوتی ہے جو وجودات کی لاوجودات میں۔ پس جس اندازہ سے کہ اُنکے  
 نام ذاتین اور ماہیتین اور تعینات و اُیمنات اور مثل ان کے رکھے جاتے  
 ہیں اوسی انداز سے انہیں اون کے مراتب لاحقہ مقدر کئے جاتے ہیں۔  
 اور یہی خلق ثانی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے **أَفَعِدْنَا يَا خَلْقُ**  
**الْأَوَّلِ لَكُمْ نَارًا** یعنی جس طرح پہلی خلق کے لئے آگ کا وعدہ کیا تھا وہی تمہارے لئے بھی ہے۔

بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے شک میں پڑ گئے ہیں، پس اول وجود کی تنزیل ہے اوس چیز کی منزلت میں جو وجود نہیں ہے اور ثانی جو وجود نہیں ہے اوس کا وجود کی منزلت میں ملتا پس اس طرز کو دیکھو کہ کیسا عجیب و غریب ہے اور اس تقریر کو انہوں نے طول دیا اور اسکے بعد کہا ہے کہ میں نے تمہارے لئے تحقیق کا دروازہ کھول دیا ہے اگر تم اوسکے اہل ہو تو آگے بڑھو اور نہیں تو نہیں۔ فافہم۔ (میں کہتا ہوں کہ) جو کچھ اس تقریر میں ہے اوسکی بنا وحدت مطلقہ والوں کے مذہب پر ہے۔ اور محققین کے مراتب کے اعتبار سے یہ نقصان کا مرتبہ ہے مگر شیخ اس مرتبہ میں اپنے مشہود کے اظہار میں مغلوب تھے اور اس کا قرینہ ان وصایا کی کئی جگہوں کا کلام ہے واللہ اعلم

عقل کا نام عقل تقیید تحدیدی کے سبب سے ہوا جو اوسکی شان ہے۔ اور اس کا نام ”لب“ (جس کے معنی مغز کے ہیں) اسکے منزل کی حیثیت سے ہے جو خلق کے جدید لباس میں آنے سے ہوا ہے۔ کیونکہ مغز ایسے چمکون میں چپا رہتا ہے جو اوس کے لئے لازم نہیں ہیں اور وہی اوس کا مبدیہ ہے۔

جہاں کہیں فکر پائی جاتی ہے وہاں وہ نہیں آتی مگر حق کے مغارات سے اور حق کے بعد مگر اسی کے سوا کیا ہے پس وہ حقیقت میں نہیں آتی مگر گمراہ ہونے سے یعنی اوس حقیقت جو خیر محض ہے گمراہ ہو جانیے۔ اسلئے فکر کہیں خیر محض سے نہیں آتی۔

جعل وضع و ابداع و تکوین و تمیز اور اس قسم کے سبب فعل خلق بمعنی تقدیر میں اگرچہ بعض مراتب میں ان کا نام خلق نہو۔

اے صاحبِ ذوق جب تم کو کوئی وجدانی کیفیت معلوم ہو اور کوئی شخص تم سے اس یافت کو تعقید کے ساتھ پوچھے یعنی تم سے کہے کہ فلاں کیفیت کی نسبت تم کیا کہتے ہو۔ تو تم اس سے پوچھو کہ آیا میرے سوا کسی نے اس بارہ میں کچھ کہا ہے۔ پس اگر وہ تم سے کہے کہ نہیں یا میں نہیں جانتا۔ تو تم اس سے کہو کہ میرے نزدیک ایسا ہے۔ پس اگر وہ اسے مان لے تو خیر اور اگر نہ مانے تو تم اس کے شر سے بچ گئے۔ اور اگر وہ کہے کہ ہاں۔ تب تم اس سے کہو کہ اب تم کو میرے قول کی اس بارہ میں حاجت نہیں ہے۔ لیکن اس پر بھی وہ تم سے کہے کہ نہیں مجھے تمہارے قول کی حاجت ہے تو تم اس سے پوچھو کہ کیا اس کے لئے سے تم مجھے افضل اور بہتر سمجھتے ہو یا اس کے لئے کو مجھے افضل بہتر جانتے ہو پس اگر وہ کہے کہ اس کو دیکھو تو تم کہو کہ اس کو تم اس سے زیادہ میری تصدیق نہیں کرتے اس لئے مجھے تم سے کچھ بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ میرے نزدیک تم اس سے افضل ہو۔ تو تم اس کو جواب دو وہ تم سے معاف نہ کر سکیگا گو وہ چال باز ہی کیوں نہ ہو۔

حدیث الانصار شعار و الناس دثار کے متعلق ان کا قول ہے کہ دو کپڑے ایک ساتھ تمہاری ظاہری جلد کو مس نہیں کرتے مس تو بس ایک

ع۔ ابو ہریرہؓ کی روایت سے صحیح بخاری کی ایک حدیث کا جو انصار کی تعریف میں ہے کہ جزو ہے (دیکھو مشکوٰۃ جلد چہارم کتاب الفقیہ باب جامع المناقب) شعار جامہ درونی کہ متسل بحبہ باشد۔ و دثار جامہ بیرونی کہ بالایہ پوشند چنانکہ در دار و ماستہ ان ۱۳۔

ہی شعار کرتا ہے اور جو اوس کے بعد ہو وہ دثار یعنی بیرونی کپڑا ہے۔ اور  
انصار شعار اسی لئے ہوئے کہ ماسوا کو چوڑا صرف اوسی پر راضی ہو گئے۔  
”جو اون کی طرف ہجرت کر کے آتا ہے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں“  
پس ان کی محبت اوس کے ساتھ تحقق کے سوا کسی علت سے نہیں ہے۔ اور  
دوسرے لوگ دثار اس سبب ہوئے کہ اون کو ایسی علتوں سے تعلق ہے  
جو اوس کے ساتھ تحقق سے خارج ہیں۔ ”اے گروہ انصار کیا تم اس سے  
راضی نہیں ہو کہ لوگ بکری اور اونٹ لیکر جائیں اور تم اپنی فرو دگا ہوں کو بچے  
لیکر جاؤ۔ انصار نے کہا کہ ہم راضی ہیں پس اے بہائی انصار کو اون کے  
چہرہ بشرہ سے پہچانوں پس اوس شخص کے لئے جو یہی اون کی نشانی ہے  
اور اون کو کسی قبیلہ یا گروہ میں مقید نہ جانو۔ جس میں یہ علامت ہو جاوے جو ہو  
اور جان ہو وہ انصار میں سے ہے۔ فانہم

وَتَبَيَّنَ بَلَدُ فَطْحٍ رَاوِرَا پنے کپڑے کو خوب پاک و صاف کر یعنی  
تاکہ تم جائہ نماز ہو جاؤ۔ جس چیز کا حکم دیا جاوے اوس کے سوا سے جو  
عَلَيْكُمْ تَوَكَّلُوا مَعَكُمْ هَاجِلٌ لِيَهْمُ ۵ دیکھو سورہ حشر کی پوری تین آیت (زباہہ ۲۸)

(رکوع ۴) یہ صرف اوس کا ایک ٹکڑا ہے۔ ۱۲

ع۔ اوسی باب جامع المناقب کی ایک دوسری حدیث ہو۔ اس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ  
میں نے طیبہ میں آنحضرت کے پاس کچھ مال غنیمت آیا تھا آنحضرت نے اُسے تقسیم فرمایا اس پر بعض کم عمر  
و کم خصلت کو انصار میں شریکایت ہوئی کہ آنحضرت نے انصار کو کچھ نہ دیا سب اور دن ہی میں تقسیم کر دیا  
اسکی خبر جب آنحضرت کو ہوئی تو اپنے انصار کو بلا کر وہ فرمایا جو قن میں نہ کھڑے ہو۔ ۱۲ مترجم



مجرد نہ ہوا تحقیق کرو سے اوس نے اُس پر عمل ہی نہ کیا۔

لَا يَفْقَهُ الْاَكْلَ الْمُطَهَّرَ كَتَّعْنِي اوس کے ساتھ متحقق نہیں ہوئے مگر  
تجربہ اختیار کرنے والے۔ کیونکہ اوروں کو اون چیزوں کے ساتھ چوند ہوتا ہے  
جو اوس سے روکنے والی ہیں۔ اور طہارت اُن موانع سے خالی ہو جاتا ہے  
جو نماز کی حقیقت کے ساتھ جو بندہ اور اوس کے رب کے درمیان میں  
چوند ہونے کی تلبیس سے باز رکھے۔

حکم کی تعمیل میں تمہارا مصروف ہونا صرف حکم ہی کی وجہ سے اخلاص  
ہے۔ اور اس کی میزان یہ ہے کہ تم فرض کرو کہ بجائے حکم دینے کے اُس  
نے تم کو اوس سے منع کیا ہے یا اسکا عکس لو اور اپنے نفس کو خیال  
کرو کہ اگر وہ دو صورتوں میں سے کسی ایک پر خوش ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ تمہاری  
مصروفیت کسی علت اور نفس کی خواہش سے ہے اور اگر ایسا نہیں ہے  
تو وہ اخلاص ہے۔ ہاے اخلاص کس قدر کیاب اور اوس کا ادراک کتنا  
دقیق ہے۔

ایک اعداد کی اصل ہے پس جو قابل قسمت نہیں ہے وہ قابل  
قسمت کی اصل ہے۔ ہر مقام میں اوس کی مناسبت سے۔ پس جو  
گہر تقسیم نہ ہو سکتا ہو وہ اوس گہر کا سا نہیں ہے جس کی تقسیم و تقسیم ہو سکتی  
ہو۔ اس لئے کہ جب تک کہ تم خلق جدیدی کسی کے مراتب کے حکم میں ہو اس  
وقت تک رہو بیت کی جانب میں بلول ظرفی متخیل نہیں ہوتا۔ فافہم پس  
قلب مالک کا گہر ہے اور گہر کا مالک اندر سکونت رکھتا اور ظاہر کی طرف

نزول اجلال فرماتا ہے۔

مستیلات نہیں مین گروہ ہی امور جو تمہارے غیب اور تمہاری قوت  
مین مین جن سے باعتبار تمہارے قوایل عاجہ متعین نہیں ہوئے مین کیا  
تم نہیں دیکھتے کہ وہ تمہارے تحیل و توہم مین قائم ہیں۔

اپنے پروردگار سے کوئی فرمایش نہ کرو گو وہ قلب ہی سے کیون نہو کیونکہ  
فرمایش اک طرح کی حکومت ہے اور یہ بندہ کی شان نہیں ہے۔

بندہ کا اپنے پروردگار سے اس کے امر و نہی کی علت دریافت کرنی صواب  
سے نہایت دور ہے کیونکہ پروردگار کو حق ہے کہ جو اس کی پسند مین آئے وہ  
کرے اور جو ارادہ کرے اس کا حکم دے اور بندہ کی شان یہ ہے کہ اپنے رب کی  
ہر بات کو قبول کر لے۔

جو شخص تم کو اللہ کا محقق بنا دے اس کی مکافات کبھی تم کر ہی  
نہیں سکتے۔

ذات کسی علم اور کسی ادراک کے احاطہ کے اندر داخل نہیں ہوتی۔  
عارف محقق کی نسبت اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا کہ جن امور کو  
عارف پسند کرے اون کو وہ اسباب عادیہ کے ذریعہ سے مہیا کرے جن  
مین اس کی ہمت مصروف ہو یہاں تک کہ اگر وہ کسی چیز کا سبب دے گا اور  
توجہ کو گردانے تو اس سبب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس امر کو اس سے  
روک دیگا۔ اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ اپنے افس معرفت کا  
عین ہو گیا ہے جس کے لئے یہی سزاوار ہے کہ سیادت و عزت کے ساتھ

ظاہر ہو چاہے وہ کرے۔ اس لئے جب تَسْبُب کی حیثیت سے ظاہر ہوگا تو برا معلوم ہوگا اور مراد میں توقف و تعذر واقع ہوگا۔ پس ہر جو لانگاہ کے لئے جدا گانہ لوگ ہیں۔

قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ (تمہارے رب کے پاس سے تمہارے پاس حق آچکا ہے) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ تمہارے پاس تمہارا رب کہ وہی یعینہ حق ہے آچکا ہے نہ کہ کسی موہوم مثال کے ذریعہ سے۔

عقول اسما و ذات کے حقائق ہیں اور ارواح اسما و صفات کے حقائق ہیں اور نفوس اسما و افعال کے حقائق ہیں۔ اور ہر اسم کے لئے تاثیر کا ایک دائرہ ہے جب کا وہ سلطان ہے اور اس دائرہ میں اس کی تجلیات اس کے مسببات کے سبب ہیں۔ پس خلق کے اسباب خلاق کی تجلیات ہیں اور رزق کے اسباب رزاق کی تجلیات ہیں۔ و علیٰ ہذا القیاس۔

رزقوں کے اسباب کی صورتیں ان عوام کے لئے جن کی نظر میں شہود خلق کی وجہ سے قاصر ہیں رب ہیں اور ان خواص کے لئے جو تحقیق بالحق تک نفوذ کرنے والے ہیں غلام ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کیونکر عوام خود اس کا انتظام کرتے ہیں جو اپنے غلاموں پر خرچ کرتے ہیں اور خواص جیسے امراء و وزراء کہ اپنے خرچ کا اہتمام اپنے خادموں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خرچ کا انتظام بلال کے سپرد تھا۔

اللہ تعالیٰ کے قول و کلمۃ اللہ ہی العلیا کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا کلمہ نفس ہے جس پر حکم الہی غالب ہے کیونکہ حکم کا ظہور اس میں

تخلیق و تحقق و کشف بیان کے ذریعہ سے ہے۔ اس آیت کے معنی کی یہی حقیقت ہے۔ اور اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ اللہ کا کلمہ یعنی اللہ کا نام ہی سب سے اونچا ہے کیونکہ وہ اسم اعظم جمیع اسماء کے حقائق کا جامع ہے۔

جس نے حق کو پہچانا اس نے نہ دیکھا مگر حق ہی کو کیونکہ حق کے بعد گمراہی کے سوا اور ہے کیا۔

جب کبھی مقتدی نے اپنے امام میں کوئی کمال یا نقصان دیکھا تو وہ مقتدی ہی کے باطن کی صورت تھی جو امام نے اس کو مشاہدہ کرائی۔ اور امام کا اس سے بالاتر اک دوسرا منظر تھا۔ اس لئے دیکھو اہل کمال کی نسبت اگر نقصان کا لگان نہ کرو اور کہنے لگو کہ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اس لئے وہ بیراہ ہوئے۔ بلکہ یہ نہ سمجھو کہ وہ صرف اس لئے ہوا تھا کہ تم پر ظاہر کیا جائے کہ جب تم مبتلا ہو تو اس حضرت کی صفائی کے لئے کیا تدبیر اختیار کرو گے۔ اور اسی پر قیاس کر لو۔

استغفار غفران کی مدد چاہنا اور نقص کی ذلت کے ساتھ علی وجہ الاستعداد کمال سے آراستہ ہونے کی طرف اور بڑا کرنے کی ذلت کے ساتھ احسان سے آراستہ ہونے کی طرف حقیقتہً متوجہ ہونا ہے۔ اور اس کی غایت یہ ہے کہ محبوب کے ساتھ ایسے تحقق ذاتی کے طور پر متحقق ہو کہ اس کے رہتے ہوئے اس کی ضد کا عارض ہونا محال ہو اور یہی ہر مقام میں اس کے موافق عصمت ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول ”لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر“

میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور غایت الغایت اس باب میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حلم سے اپنے ماسوا کا حکم تجبہ سے ڈھانک دے پس تجبہ میں منکشف نہ ہو مگر اوس کی کا پیارا چہرہ کیونکہ غفران کے معنی میں سرور انگیز چیز کے ذریعہ سے ضرر انگیز چیز کو بچا لینا۔ اسی لئے خود کو مغفرت کہتے ہیں۔ پس ۵

ہر سخن نکتہ دہر نکتہ مقامے دارد

طبیہوں کا قول ہے کہ زبان کا ٹھنڈا پڑ جانا حاصل قرار نہ پانے کا سبب ہوتا ہے۔ یہی حال مرید کے نفس کا ہے کہ جب اوس میں مقصود کے شوق سے وجد کی حرارت اور طلب کی سوزش نہ پائی جائے گی تو اس میں پیر کے فیض سے اوس کے معاملہ کی صورت نہ پیدا ہوگی۔ پس وہ گھٹا اشد میں ہے جس میں چنگاری سے صرف دھواں ہی پیدا ہوتا ہے۔ جیسے وہ دعویٰ اور غوثین کہ اون نفوس میں پیدا ہوتی ہیں جو شوق، خلوص و طلب کو شوش کی سوزش کے بغیر اس فرقہ میں داخل ہوتے ہیں۔ ایسے نفس کی دوسری مثال نم کاغذ کی ہے جس پر کتابت کا نقش نہیں ہوتا۔ اور ان کی اک اور مثال بھگی ہوئی گڈری کی ہے جس میں چنگاری اثر نہیں کرتی۔

جو شخص جس مرتبہ میں متحقق ہوتا ہے اوس میں اوس مرتبہ کی خصوصیتیں اور اوس کے امور اوس کے تحقق کے اندازہ سے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً جو شخص صورت محمدیہ بشریہ میں متحقق ہو اور وہ اللہم صل علی محمد و آلہ

الہی سلیتہ و الفضیلۃ الی اخرہ کے تو وہ حقیقت میں اس میثیت سے کہ وہ اوس میں متحقق ہے اس کو خود اپنے ہی لئے طلب کرتا ہے۔ اور

جو شخص صورت محمدیہ میں متحقق ہوتا ہے اوسکو یا محمد اور جو صورت موسویہ میں اوسکو یا موسیٰ اور جو صورت عیسیویہ میں اوسکو یا عیسیٰ کہا جاتا ہے اور اسی پر قیاس کر لیا اور جہان تک تمہارا ذوق پہونچے وہاں تک ترقی کرتے چلے جاؤ۔ کیونکہ ہر میدان کے لئے مرد ہوا کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ”ہم کردہ انبیاء کے جسم اہل جنبت کی روحوں پر اوگے ہیں“ کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی روحیں سماوی اور ارضی شکلوں میں منتقل ہیں اور ہر ایک اپنے جسم کی طرف لوٹنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو تکوین و نہی کی ہے تو اوس میں تمہارے سنے والے اور سمجھنے والے دل ہی کو مخاطب کیا ہے۔ اور تکلف کو جن باتوں کی تکلیف دی گئی ہے ان کو ادا نہیں کر سکتا مگر دل ہی۔ اسلئے جب تمہارا جسم کوئی عمل کرے اور تمہارا دل اوس سے غافل ہو تو وہ عمل نہ کسی شمار میں لیا جائے گا اور نہ تم کو بری الذمہ و سبکدوش کرے گا۔ یہ تو اسی صورت میں ہوگا جب تمہارا دل اوس کی طرف متوجہ ہو۔ اور کسی عمل میں جسم کے مصروف ہونے سے جو ظاہری ملامت ساقط ہو جاتی ہے تو صرف حضور قلب اور اوس کے ارادہ کے گمان پر۔ اسلئے علام الغیوب کا ہمہ دم دھیان رکھو کیونکہ وہ دلیون ہی کو دیکھتا ہے۔

ماہرون را بنگریم وصال را      ماہرون را بنگریم وصال را  
اللہ تعالیٰ کے قول فَاَجْرُ يُوحٰی سَعِمَ كَلَامَ اللہِ رِس پناہ دوائس

کو یہاں تک کہ اللہ کا کلام سننے کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ۔ یعنی تم سے اور اللہ کے کلام کے ساتھ تکلم نہیں کرتا مگر اللہ ہی۔ پس جب تم کو حق کی راہ دکھائے والا تم سے سرگوشی کرے تو تم اللہ سے سنو اور غنیمت جان کر اطاعت کرو اور یہ سمجھو کہ تمہارا رب تمہارے لئے معارف کی صورتوں میں سے ایک صورت میں تم کو پرچا کرنے کے لئے جلوہ فرما ہوا ہے تاکہ تم اوس کو پہچان کر اوسکی بات مانو اور اس میں تم متحقق ہو۔

سترہ ہے جسکو مشاہدہ نہ کرے مگر ایک ہی پس اگر تم کسی کے ستر کو مشاہدہ کرو تو جان لو کہ اس حیثیت سے کہ وہ ستر تمکو حاصل ہوا تم وہی شخص ہو۔ اور کیا ستر شد کے لئے اپنے مرشد کی صورت کے سوا اور کوئی چیز بھی ہے ؟ اور جب یہ حالت ہے تو کچھ ستر شد کی طرف سے مرشد کی طرف ہے وہ تو حقیقت میں مرشد ہی کی طرف سے خود اپنے لئے ہے۔ غلام اپنے آقا کی طرف سے قوم کا غلام خود اونکی طرف سے ہے۔ اور کوئی چیز اللہ کی طرف سے نہیں ہے مگر اسی کی طرف۔ اور میری بات کوئی نہیں سمجھتا مگر خود میں ہی۔

اللہ تعالیٰ کے قول اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا نَبِيَّ اٰدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدَ الشَّيْطَانَ (اے فرزند آدم کیا میں نے تم سے قول نہ لیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا) کے متعلق این کا قول ہے کہ۔ یعنی اوسکی اطاعت نہ کرنا اور اس کے حکم سے خوشنود ہو کر اوس کے فرمانبردار نہ بن جانا۔ کیونکہ جو شخص کسی

کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے وہ اسکو پوچتا ہے۔ عیسائیوں نے ”اپنے عالموں اور جو گیون کو تھاکے سوا اپنا پروردگار بنالیا“ اور کس قدر کثرت سے دیکھا جاتا ہے کہ مقلدین ایسے گمراہی کے پیشواؤں اور بُرے عالموں کی پرستش کرتے ہیں جو اپنے علم سے وہ باتیں چاہتے ہیں جن کو اللہ سے کوئی واسطہ دوسرہ کار نہیں۔

جب شیطان آدم کو ایک سجدہ نہ کرنے کے باعث کافر ہوا تو کیونکر فرزند آدم اسکو پسند کرتا ہے کہ شیطان کو بار بار سجدہ کر کے کافر بنے لیکن جس طرح حق پر ایمان لانے کے بہت سے درجے ہیں ویسے ہی کفر کے ہی بہت سے درجے ہیں۔

دیکھو پوشیدہ خلعت والوں کو جو تولیدہ موگرد آلودہ ہون بڑا سمجھنے سے حذر کرو کیونکہ ”اون کے چہرے تروتازہ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہیں“ یہ تو تمہاری ہی آنکھوں کی بیماری ہے جو اون کی اصلی صورتیں تمکو دیکھنے نہیں دیتی

خبردار خبردار! اوس شخص پر حسد نہ کرنا جسکو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے چُن لیا ہے ورنہ اللہ تمکو مسخ کر دے گا۔ جیسا کہ جب ابلیس نے آدم پر حسد کیا اور اون کو نہ مانا اور اون سے اپنے آپ کو بڑا جاتا تو ملکی صورت سے شیطانی

صورت میں مسخ کر دیا گیا۔ اور اس واقعہ میں تمکو ڈرایا اور جتلا یا گیا ہے کہ جب تم حق کی راہ دکھانے والے امام کو دیکھو تو اوسپر رشک و حسد نہ کرو اور اوس کے سامنے سر تسلیم خم اور اوسکی پیروی کرتے میں دون کی نہ لو۔ کیونکہ ایسا کر نیسے

تمہاری پسندیدہ صورت چمن جا کے گی اور غصبی صورت میں آجاؤ گے مگر جب تم اس کے سامنے فروتنی اور اوس سے عاجزانہ برتاؤ کر دے گے تو وہ تمکو شیطانی صورت سے نکال کر ملکی صورت میں لے آئے گا



روزہ عاشورہ کے بارہ کی حدیث میں جو یہ مضمون ہے کہ ہم باعتبار اون کے یعنی یہودیوں کے موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ تر حقدار ہیں اس کے متعلق ان کا قول ہے کہ موسیٰ کی قوم سے بڑھ کر یہ امت اون کی حقدار اس لئے ہوئی کہ ہم موسیٰ علیہ السلام پر ویسا ہی ایمان رکھتے ہیں جیسا اون کے زمانہ کے لوگ کیونکہ ہمارے نبی کا معجزہ یعنی قرآن جس کے معجزہ ہونے کو ہم مشاہدہ سے پہچانتے ہیں نہ کہ خبر سے اوس پر دلالت کرتا ہے۔ اور جن یہودیوں نے اون کا زمانہ نہ پایا وہ تو صرف خبر کی تقلید پر ایمان لائے۔ اور کہاں وہ جو معجزہ قرآنی کو آنکھوں سے دیکھ کر اور تحقیق کر کے ایمان لائے اور کہاں وہ جو تقلیدی ایمان رکستے ہو۔ پس ہم سب رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اون کی امت کے اون لوگوں سے جو اون کے زمانہ میں نہ تھے زیادہ تر حقدار ہیں۔

روز عرفہ روز عاشورہ سے اس لئے افضل ہے کہ اوس دن شرع میں حج رکھا گیا ہے جو ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے اور عاشورہ میں کوئی ایسا رکن نہیں رکھا گیا ہے جو اسی کے ساتھ مخصوص ہو جیسا کہ عرفہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قول وَبَشِّرِ الصَّادِقِينَ الَّذِينَ إِذَا أَفْتَحْنَا بِكَ الْبَابَ مَدَّ يَدُهُمْ قَالُوا سُبْحَانَكَ عَمَّا يُشْرِكُونَ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ”صِدْقاً“ بجائے فضل کے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ ”عَدْلًا“ کے مقابل میں ہے۔ یعنی ایک قوم کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے

صدق عطا فرمایا یہاں تک کہ انہوں نے اس کلمہ کی تصدیق کی اور دوسری قوم کے قلوب کی نسبت عدل کیا یہاں تک کہ انہوں نے اس کی تصدیق سے عدول کیا۔

تمہارے امام ہدایت سے جو کچھ تم کو ملے وہ تمہارے رب کی طرف سے ذکر اور تمپر رحم ہے اور تمہارے پاس اس کا آنا حادث ہے اور اس کا ظاہر ہونا اس امام سے اس کی ہستی کے اعتبار سے ہے۔ لیکن اپنے وجود کی حیثیت سے جو حق مبین اور ربوبیت و رحمانیت کے مرتبہ میں اس کی آنکھ کے سامنے تجلی کرنے والا ہے پس وہ ہمیشہ سے قدیم ہے۔ کیونکہ حق مذکور مرتبہ مذکورہ سے ہمیشہ سے متکلم ہے کیونکہ یہ اس کی ذاتی صفت ہے اور حدوث تو تعلق ظہوری کیوجہ سے حکم بالحدوث کی حیثیت سے آتا ہے۔

ایسی چیز کے موجود کرنے کو جو پہلے سے نہ تھی ابداع وابداع کہتے ہیں۔ اور جو پہلے سے موجود تھی اس کے مثل۔ موجود کرنے کو اعادہ و اختراع کہتے ہیں۔ سیادت ربانیہ کا ستر جس شخص میں ظاہر ہوتا ہے اس کے لئے ضرور ہے کہ پیر وہی ہوں۔ کیونکہ سید رب مصلح مدبر ہے۔

پس اس کے لئے ایسی جماعت کا ہونا ناگزیر ہے جس میں وہ حکم جاری کریں اور ہم بہت سے رسول تمہارے پہلے بھیج چکے ہیں اور ہم ان کے لئے بیپناہ اور بچے مقرر کئے تھے“ یعنی معنوی بچے کیونکہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جن کی نہ ظاہری کوئی بی بی تھی اور نہ صلیبی کوئی اولاد جیسے عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام۔

اور ہمیں سے سمجھ میں آتا ہے کہ ذکر یا علیہ السلام نے جو یہ دعا کی تھی کہ ”اے پروردگار مجھے تنہا نہ رہنے دے“ اس سے اون کی کیا مراد تھی۔ پس گویا انہوں نے یہی وہی کہا تھا جو اون کے بھائیوں نے کہا تھا کہ ”اے ہمارے پروردگار ہمارے ہمارے بیٹوں کی طرف سے اور ہماری اولاد کی تکمیل کی ہر شے کی عنایت فرما اور ہر شے کا رزق کا پیشوا بنا“

لہٰذا نزدیک محبوب ترین مخلوق وہ ہے جو اوس کے بندوں کے لئے زیادہ مفید ہو اوس کے لئے مصلح کی شان کے لئے یہ شرف کافی ہے کہ جن کی ہمت صرف اپنی ہی اصلاح کی ہو اون سے وہ حق کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں۔ جس شخص کا خلق قرآن ہو کہ اوس کی خوشنودی سے خوش ہو اور اوس کی ناراضی سے ناراض ہو وہ نسخہ حق ہے ”والذین آمنوا وعملوا الصالحات، وامنوا ببعثنا نزل علی محمد وھو الحق من ربھم“ (اور جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے اور جو اس پر ایمان لائے جو محمد پر اتارا گیا ہے اور وہ اون کے رب کی طرف سے حق ہے)۔ پس جو شخص اوس کو ہدایت کا پیشوا بنائے گا اور اوس کو اوس کی کتاب سمجھے گا وہ اوس کے امور کو ایمان کی آنکھ سے دیکھ کر نیکو کاری کے ساتھ اون کی پیروی کرے گا اور اوس کو اپنی کتاب دہانے ہاتھ میں لے چکی اور جو شخص نوشتہ پر اعتماد کرے گا وہ تو اپنے وہم کے حکم اور اپنی سمجھ کی حکمت پر بہرہ ور کرے گا۔ اور ایسا نہیں ہے ”وہ تو کھلی ہوئی آیتیں اون لوگوں کے سینوں میں ہیں جن کو علم عطا ہوا ہے“ یعنی اوس کے معنی علماء کی تقریروں میں کھلے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بندے کو ایسی لئے دوست رکھتا ہے کہ وہ اوس کی

صورت پر پیدا ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ بزرگ ہے کہ وہ اپنی اس صورت کے خلاف کو دوست رکھے جو مقدس و کمال مطلق ہے۔ (مین کہتا ہوں کہ) یہاں حق کی صورت سے آدم علیہ السلام کی صورت مراد ہے اس لئے کہ وہی سب صورتوں سے اشرف ہے اور اس ذات الہی کی صورت مراد نہیں ہے واللہ اعلم۔

اے آدمی جب تک تجہ میں صفات کریمہ پائے جاتے ہیں اور سوت تک تو انسان اور اپنی اصلیت پر باقی ہے نہ تو نسخ ہوا ہے اور نہ نسخ۔ اور جب تو نے صفات کریمہ کی جگہ صفات ذمیمہ اختیار کر لئے تو تو نے اپنی انسانیت کو شیطانیت سے بدل لیا جس میں تو اب مسخ ہو کر آیا۔ اور اگر تو نے نہ وہی قسم کے صفات کو گنہ گرد کیا تو تو نہ خالص انسان رہا اور نہ محض شیطان۔ اور اسی میں متفاوت ہونے والے متفاوت ہوتے ہیں۔ اور حکم غالب پر لگایا جاتا ہے۔ اگر تم سے کوئی شخص یہ کہے کہ عارفوں نے ایسے علوم و معارف کتابوں میں کیوں جمع کئے جو علماء قاصرین کو مفسرین اور عوام کو کون پوچھتا ہے کیا حکمت دس نظر و رحمت کا یہ تقاضا تھا کہ وہ اون کی تدوین سے باز رہتے۔ اگر وہ باتیں اون کو حاصل تھیں تو اونکی مخالفت میں نقصان ہے اور اگر حاصل نہ تھیں تو وہ خود ہی ناقص تھے اور حکیم نہ تھے۔ تو اس کے جواب میں تم کہو کہ کیا وہ علیم و حکیم نہیں ہے جو آفتاب نصف النہار کو روشن کرتا اور ابرو باد سے خالی دنوں میں اس کی کرنوں کو پہیلاتا ہے حالانکہ کمزور نگاہوں اور بہت سے فراجون کو وہ سخت مفسر ہیں۔ پس اگر وہ کہے کہ ہاں وہ علیم و حکیم ہے لیکن چونکہ آفتاب سے جو فائدے

حاصل ہوتے ہیں وہ نقصانات پر غالب ہیں اسلئے وہ ایسا کرتا ہے۔ تب  
اوس سے کہو کہ تمہارے سوال کا جواب بھی ایسا ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جن  
لوگوں نے ایسی تالیفین کی ہیں انہوں نے مجبور کے لئے نہیں کی ہیں اور نہ انکو  
اسکی اجازت تھی۔ بلکہ ایسے لوگوں پر ظاہر کرنے سے منع کئے گئے ہیں۔ اور  
اس بارہ میں نہایت تشدید و تحذیر کی گئی ہے۔ اور ان لوگوں نے اسکی صراحت  
کر دی ہے کہ انہوں نے تدوین نہیں کی ہے مگر اللہ کے حکم سے صرف اُسکے  
اہل کے لئے۔ اسلئے ایسی تالیفین ان لوگوں کے لئے امانتیں ہیں تاکہ انکے  
معانی کے ذریعے ان کو وہ باتیں نصیب ہوں جو ایسے کمالات کے دروازوں  
کے کھلنے کا ذریعہ ہوں جو خدا کی رحمت سے ان کے دلوں اور ان کی زبانوں  
سے ظہور پذیر ہونے والے ہوں۔ پس زمین ان کی رہنمائی کے نور سے جگمگا  
جائے اور ان کی ہدایت کے اثر سے زندہ ہو جائے۔ مگر غفلت و حجاب  
والوں نے ان سرداروں کے حدود سے تجاوز کیا اور ان کی تالیفات کو نااہل  
پر ظاہر کیا۔ جیسا کہ غافلوں نے اپنے پروردگار کے حدود سے باہر قدم رکھا اور  
قرآن کو دشمن کے ملک میں پہونچایا اور اللہ کے دشمنوں کو پہرے ہوئے دلوں  
اور اینٹھی ہوئی زبانوں سے اوس کے پڑھنے کا موقع دیا۔ چنانچہ انہوں نے  
اوسکو جلایا اور فساد پیدا کرنے اور اوس کی تاویل کی ٹوہ لگانے کے لئے اوسکی  
بہم آیتوں کی پیروی کی۔ اور کیا امان مجتہدین نے جو کچھ تدوین کی تھی وہ اسی  
لئے تھی کہ ان سے نفسانی خواہشوں اور حصول دنیا اور ظالموں اور حکمرانوں کی  
خواہش کے موافق مسائل پیدا کرنے میں مدد ملی جائے۔ واللہ ہرگز نہیں

لیکن اللہ تعالیٰ نے جو مقدر کر دیا تھا وہ ہو کر رہا۔ اور جب ظاہر ہو گیا کہ معارف و علوم باطنیہ کی تدوین میں بہت بڑے بڑے فائدہ ہیں۔ تو یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ان کی تدوین و تالیف سراسر حق ہے۔ کیونکہ اسکا فائدہ روح حق الیقین کی بقا اور نادیان بالحق کے مظاہر میں اور روح کا روشن رکنا ہے۔ جیسا کہ علم ظاہر کی تدوین و تالیف کا نفع روح اجتہاد و ظنی کی بقا اور راہ دکھانے والوں کے مظاہر میں اسکا ظہور ہے۔ اور اللہ بگاڑنے والے کو سزا دینے والے سے الگ پہچانتا ہے۔ ”نافع“

حدیث القلب بیت الرب (دل پروردگار کا گھر ہے) اور اللہ تعالیٰ کے قول ان اول بیت وضع للناس للذي مبكته مبارک (لوگوں کے لئے جو پہلا گھر بنایا گیا وہ یہی ہے جو گھر میں واقع ہے) کے متعلق ان کا قول ہے کہ پس پروردگار کے گھر اور لوگوں کے گھر میں تمیز کرو اور ان میں سے ہر ایک کی طرف اسکی شرط کے ساتھ توجہ کرو اور اسکا صحیح ادا کرو اور اسکی طرف متدبر کے گھر ہے اور اس کے گرد و طواف کرو اور جو بات تم میں اس کے مناسب ہے اس کے ساتھ اس میں داخل ہو۔ یعنی جسم میں جسم کے ساتھ قلب میں قلب کے ساتھ اور روح میں روح کے ساتھ اور ہر مجال کے لئے رجال ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے قول ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات كانت لهم جنّٰتُ الفردوس نزلاً (البتہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے فردوس کے باغ ان کے نزل کے لئے ہو گئے) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ ”نزل“ سب سے پہلی خاطر داری کو کہتے ہیں جو مہمان کی کیجاتی ہے۔ پس جب

فردوس برین سب سے پہلی خاطر داری ہوئی تو غایت درجہ کی خاطر و ہمانداری کا کیا کہنا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اوس خاطر داری کا کیا پوچھنا ہے جو اون دوستوں کی کیجائے گی جنسے کہی پردہ نہیں رہا ہے۔

جب دنیا دی جائے پناہ کی یہ عجیب و غریب حالت ہے کہ اوسکی پامداری سے لال دور ہوتا ہے اور اوسکے ہاتھ سے نکلی جانے کے بعد اوسپر غم ہوتا اور اوسکی خواہش ہوتی ہے تو مومن کو اپنے رب سے ملے بغیر کیونکر چین آسکتا ہے۔

اوس نفس مدد کہ جدائی قبول کرنے والے پر غور کرو جس کی طرف تم ”لفظ“ ”میں“ سے اشارہ کرتے ہو کہ کیونکر اوسکو تمہارے جسم کے سارے اجزاء سے تعلق ہے اور کیونکر ہر ٹکڑے اور ہر عضو پر اوسکا ایک خاص اثر ہے کہ میں تو اوسکا اثر دو سے کے اثر کے مماثل ہے جیسے چھونا کہ سارے سطح بدن سے اور دیکھنا کہ آنکھوں سے اور سنانا کہ کانوں سے متعلق ہے اور علیٰ ہذا القیاس اور کہیں اوس کا اثر دو سے کے اثر سے بُنا ہی ہے جیسے نکل کہ صرف زبان سے اور چکھنا کہ صرف تالو سے تعلق رکھتا ہے اور علیٰ ہذا۔ پس ایسا ہی حکم نفس کا باعتبار اون اعضا و اجزاء کے ہر جسے اُسکو تعلق ہے اور وہی نفس کل ہے جو سارے معانی کے ساتھ موصوف ہے اور جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے پروردگار کو پہچانا۔

پہر اپنے مرید کے لئے ستر بوبیت کا منظر ہے اسلئے مرید پر واجب ہے کہ اپنے پیروں پر ستر بوبیت کی تم نے حضرت یعقوب کے بڑے

یہ بڑے کا قول نہیں سنا ہے کہ ”جب تک مجھ کو والد صاحب اجازت نہ دیں یا جب تک خدا میرے لئے کوئی اور تدبیر نہ کرے میں تو اس جگہ سے ٹلنے والا نہیں“ بعد ازاں اپنے بھائیوں سے کہا کہ ”تم سب والد صاحب کی خدمت میں لوٹ جاؤ“ پس ظاہر ہو گیا کہ اپنے پیر کے سوا مرید کے لئے متوجہ ہونے کو کوئی رُخ نہیں ہے یہاں تک کہ جب اپنے پیر کی حقیقت میں متحقق ہو جائے اور دونوں کے مرتبوں میں مغایرت کا حکم باقی نہ رہے تب ادس پیر کے رُخ کی حیثیت سے جس میں وہ مرید متحقق ہوا ہے اللہ اس کا رُخ ہوگا۔ اور اس مضمون میں بڑی طوالت کی ہے۔

عالم کو چاہیے کہ ہر سید ہی راہ کے چلنے والے کے لئے قرآن کو ہدایت و رشد سمجھے۔ اس لئے کسی شخص کو اس سبب سے بُرا نہ سمجھے کہ وہ قرآن سے کوئی ایسی بات سمجھے جو ادس کی سمجھ میں ہدایت ہے گو وہ عالم کی سمجھ کے مخالف ہے اور جو لوگ علم میں بڑی پایگاہ رکھتے ہیں وہ تو اتنا ہی کھڑکھڑاتے ہیں ”یعنی ہر ایسی تاویل کے وقت جس میں ادرون کے لئے ہدایت ہے کہ“ اس پر ہمارا ایمان ہے سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے“ اور ”ہر گروہ کے لئے اک رہنما ہے“ اور ”ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور دستور العمل ٹھہرایا“ فافہم

منکر و نیکو کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں میت کے پاس اس کے انکار و تمکیر کی شکل میں آتے ہیں۔ پس اگر وہ منکر کا منکر اور اہل انکار کو اپنے مضبوط اعتقاد میں جو برہان سے ثابت ہے پُر سمجھنے والا ہے تو



وہ اس سے اپنے عقیدہ پر جابر ہوتا ہے۔ اور جو اس کے برعکس ہوتا ہے وہ اونڈ ہے منہ کرتا ہے۔

بادشاہانِ دنیا بادشاہانِ آخرت کے محتاج ہیں اور یہ دنیا کی نسبت تو ظاہر ہے کہ بادشاہانِ آخرت اس سے پرہیز کرتے ہیں اور ان پر حق کی توجہ ہوتی ہے۔ اب رہی شاہانِ آخرت کی تو نگری۔ تو اہل شک کو اس کے صحیح یا باطل ہونے کی تمیز نہ ہوگی مگر موت کے بعد جب سب چیزیں ہاتھ سے چلی جائیں گی۔ اور جس نے نصیحت مانی وہ فضیلت سے بچا۔

جس شخص نے تجھے اوس چیز کی راہ دکھلائی جس سے تو خدا کے غضب سے رہائی پاسکتا اور اوس کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے وہ تیری شفاعت و سفارش کر چکا۔ پس اگر تو نے اوس کی اطاعت و پیروی کی اور اوس کی بات مان لی۔ تو تیرے حق میں اوس کی شفاعت قبول ہو چکی اور اوس کا نفع تجھے پہونچ چکا۔ اور اگر نہیں تو اوس قوم کی حالت سے خدا اپنی پناہ میں رکھے جنگو سفارش کرنے والوں کی سفارش سے فائدہ نہ ہو اسلئے کہ نصیحت سے وہ روگردان ہیں۔

آخرت کی ترازو کا بوجہ حیرانی و پریشانی کی مقدار سے ہوگا۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی سخی داتا تم سے کہے کہ جو شخص جو کچھ لائیگا میں اوس کی برابر تو لکراؤ۔ چاندی دون گا۔ پس ایک شخص مشقت اٹھا کر چٹان لایا اوس کو چٹان کے برابر چاندی تول دی گئی۔ اور دوسرا کچھ اٹھا لایا اوس کو اوس کے ہموں چاندی ملی۔

اگر تم بوریہ لپیٹے بیٹھے ہو اور خواہشوں کی قید سے چھٹے ہوئے ہو تو اس  
سے کہیں بہتر ہے کہ تم بختہ محل میں ہو مگر اون کی قید میں اور اپنے معشوق  
سے حجاب میں ہو۔

پاے درزنجیر پیشِ دوستان      بہ کہ بابگائگانِ درپوستان  
اور اللہ تعالیٰ کے قول **وَلَا يَذْكُرُ كُفْرًا** (اور ہم نے  
روح القدس سے اون کی تائید کی) کے متعلق انکا قول ہے کہ روح الامین  
اس بنا پر کہ روح القدس اُس سے ملتی ہے۔ وہی فکر صادق ہے۔ اور روح القدس  
عقلِ ناطقِ حکمت والی ہے۔ جو نفسِ حیوانیہ میں حکومت کرتی اور ہر مقام میں  
اوس کے موافق اسکو ردائیل سے پاک و صاف اور فضائل سے آراستہ و  
پیراستہ کرتی ہے۔

**مَا كُنَّا حَدِيثًا يُفْتَرُ هَٰذَا وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ** (یہ کوئی بنا  
ہوئی بات تو ہے نہیں بلکہ جو اس سے پہلے موجود ہیں انکی تصدیق ہے) کے  
متعلق انکا قول ہے کہ اگر اپنے کشف و بیان سے اون حاضرین کے دلوں  
میں جو اوس کے سامنے حضورِ ایمانی سے موجود ہوں صدق کی روشنی پہونک  
دے وہ صادقین میں سے ہو جائیگا۔ اور اوسکا اگلی کتابوں کو اسطور پر سچ جاتا  
کہ جو کچھ قرآن میں ہے اوس کو اون کے مضامین سے مطابق کرے تو مشہور  
ہوے۔ پس اسکو سمجھو۔

صاحبِ وجد کلامین اور وجدِ کھم میں چنپا ہوا ہے۔ پس جو حکم تمہارے  
پاس حق کی طرف سے آئے اوس سے تم نعم کے ساتھ ملو یعنی اوسکو

اختیار کر لو اور نعمتوں میں سے ایک نعمت سمجھو۔

معرفت کی مقدار سے محبت ہو ا کرتی ہے اور محبت کی مقدار سے قربت اللہ تعالیٰ کے قول **يَوْمَ تَقْلُبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ** (جس دن کہ دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی) یعنی قلوب کا حکم قابون پر ظاہر ہو جائے گا پس جسکے قلب میں نیکی ہوگی وہ ظاہر میں دکھائی دیگی۔ اب رہا آنکھوں کا بدل جانا تو وہ یہ ہے کہ بصیرتوں کا حکم البصار میں ظاہر ہو جائے گا پس جس چیز کا دیکھنا دنیا میں صحیح نہیں ہے مگر ایمان سے اسکو آدمی قیامت کے دن آنکھوں سے دیکھے گا۔ اور جو لوگ کہ اسوقت وہ چیز دیکھتے ہیں جس کو اور لوگ نہیں دیکھتے وہ اسے نہیں دیکھتے مگر اسی حال میں کہ اون کا قیام اسکے ساتھ ہے۔ فافهم

عاقلاً اپنی عزت کے اعتبار سے بخیل اور اپنے جسم کے اعتبار سے  
سخی ہوتا ہے اور جو اسکی ضد ہے اوس کی حالت بھی اوس کی حالت  
کی ضد ہے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مردانِ قریش میں سے جو سب سے زیادہ تصدیق و ہدایت کی طرف سبقت کی تو اسی وجہ سے کہ انکا تعلق و رابطہ اون باتون سے جو ہدایت کی ضد تھیں اور جن پر جاہلیت کے لوگ تھے سب سے زیادہ مکرور تھا۔

صوم کے معنی لغت میں ایک امر پر ثابیت و استوار ہونے کے ہیں۔

عہ اٹھارہویں پارہ کا گیارہواں رکوع (سورہ نور کی سنیثیون آیت)

کیونکہ جب آفتاب اپنے استوار کی جگہ میں ٹھہر جاتا ہے تو عرب ”صَامَ الْهَيَّاءُ“ بولتے ہیں۔ اس لئے نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا کے معنی یہ ہیں کہ میں نے رحمن کے لئے اس کے مشاہدہ کے افراد پر ثبات رہنے کی منت کی ہے پس میں اس کے ماسوا کا مشاہدہ نہ کرونگا۔ اور تمہاری جان کی قسم صوم حق کیلئے اور حق میں ثبوت ہی ہے۔

جس نے حق کو پہچانا اس کے سارے وقت شب قدر ہیں۔  
 اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ وَ يُّحِبُّ الْجَمَالَ کے متعلق انکا قول ہے کہ۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ اسکو دوست رکھتا ہے کہ کوئی شخص اس کے بندوں میں نقصان نہ سمجھے نہ ظاہر میں اور نہ باطن میں۔ کیونکہ غلام اپنے آقا ہی کا ہوتا ہے اور اسکا معاملہ اسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

جو شخص رب العالمین کی حفاظت میں رہنا پسند کرے اسکو لازم ہے کہ غلوں کے ساتھ اولیاءِ عارفین کی خدمت کرے۔ قرآن میں ہے ﴿لِّلْمُحْسِنِ الْبِرِّ عَاصِفَةٌ مَّجْہُیْ بِأَمْرِہٖ اِلٰی الْاَرْضِ الْہٰی بِاَمْرِکُمْ اِنہِمْ عَاصِفٌ﴾ × × × ﴿وَلَمَّا لَہُمْ حَافِظُنْ﴾ پس دیکھو کہ کیونکر اللہ نے شیاطین کی اس سبب سے

﴿وَلَمَّا لَہُمْ حَافِظُنْ﴾ و مِنَ الشَّیْطٰنِ مَنۢ یُّفۡسِدُ لَہٗ و لِعٰمِلُوہٗ اَعْمٰلًا و ذٰلَکَ ہٗ دُوۡنَ اَمۡرٍ کَا تَرۡجِمَہٗ ہٗہٗ اور واسطے سلیمان کے بادشاہ کو سحر کیا جلتی تھی اس کے حکم سے اس زمین کی طرف حسین ہم نے برکت دی تھی اور میں ہم ہر چیز کو جاننے والے اور شیطانوں میں سے سحر کئے وہ جو اسکے لئے غوطہ مارتے تھے اور اسکے سوا بہت کام کرتے تھے اور ہم انکے واسطے نگہبان تھے (دیکھو سورہ ہود میں پارہ کا چٹا رکوع) ۱۲۔ مترجم

حفاظت کی کہ وہ اوس کے اولیاء عارفین کی خدمت میں تھے۔ اور رب العالمین کی حفاظت کے معنی یہ ہیں کہ بندہ کو مخالفت میں پڑنے سے بچائے۔

اللہ تعالیٰ کے قول کَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَهْیَ سَیْهَدَیْنِ ۚ فَاَنْ حَکِیْنَا الِیْ مَوْسٰی ۚ اِلَّا یَہ (ہرگز نہیں۔ بیشک میرے ساتھ میرا رب ہے جو ابھی مجھے راہ دکھلاے گا۔ پس وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کی طرف) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ حرف فار کے ذریعہ سے وحی بھیجنے کو اس قول کا اس اشارہ کے لئے نتیجہ قرار دیا کہ جو شخص خلوص کے ساتھ وہ قول کہے گا۔ اوسکو پروردگار اوس چیز کے بارہ میں جسکا وہ ارادہ رکھتا ہے رہنمائی کا الہام کرے گا۔

جو شخص مقام احسان میں داخل ہوا وہ جو ان اور پورا آدمی ہو گیا گو بچہ ہی کیون نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے (موسى علیہ السلام کے قصہ میں) فرمایا ہے فَلَمَّا بَلَغَ اَشْدَدَ ۚ وَاسْتَوٰی اَتْنِیْنَاهُ حَکْمًا وَّعِلْمًا ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْنِیْهِ اِلْحَسَنِیْنَ ۚ (اور جب پہنچا اپنی جوانی کو اور پورا ہوا دیا ہم نے اوسکو حکم اور علم اور اسی طرح جزا دیتے ہیں ہم احسان کرتے والوں کو) یعنی اوسکے احسان اور اپنے محبوب کو مشاہدہ کرتے پر۔

توحید و اخلاص محبت کے ساتھ گردش کرتے ہیں۔ اس لئے جو شخص کسی چیز سے محبت رکھے گا وہ نہیں چاہے گا کہ اوس میں اوسکا کوئی شریک ہو۔ غایت یہ ہے کہ جب مرد کو کسی عورت سے محبت ہوتی ہے تو وہ نہیں چاہتا کہ اُس میں

ع دیکھو انیسویں پارہ کا آٹھواں رکوع۔ ۱۱

ع دیکھو بیسویں پارہ کا پانچواں رکوع۔ ۱۲

اوس کا کوئی شریک ہو۔ اور یہی حال عورت کا بھی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جس بندہ کو پسند فرماتا ہے اوسکے قلب کو اپنی محبت اور اپنی مرضیات سے بھر دیتا ہے اور جس بندے کو ناپسند کرتا ہے اوس کے دل میں اپنی ناپسندیدہ باتوں کی محبت ڈال دیتا ہے۔

تعلیم پانے والے کی روح کو تعلیم دینے والے کی روح سے اور فائدہ اٹھانے والے کی عقل کو فائدہ پہونچانے والے کی عقل سے وہی نسبت ہے جو شاخ کو جڑ سے ہوتی ہے۔ اور جس مرید نے یوں اپنے پیرومشد کے کامل ہونا چاہا وہ مقصود کی راہ سے الگ ہو گیا۔ کیونکہ پہل مراد کو نہیں پہونچتا مگر گھٹلی کے وجود سے جو اوس کی جڑ ہے۔ بس اسی طرح سے کوئی مرید کامل نہیں ہو سکتا مگر اپنے پیر ہی کے ذریعے سے جو اوس کے نزدیک اوس کے نفس و روح و قلب و دل کی حقیقت میں متعین ہو۔

مگر ابھی کے پیشوا کی پیروی نہیں کرتے مگر کبھی ہی والے کیونکہ وہ ان کی کبھی کی صورت ہوتی ہے جو متشکل ہو جاتی ہے تاکہ وہ اوسے دیکھ کر اوسکی طرف جھکیں اور جو ذرہ کے برابر برائی کرے گا وہ اوسے دیکھ لے گا یعنی متشکل۔ اور اسی وجہ سے جتنے لوگوں کے دلوں میں کفر و نفاق ہو گا وہ دجال کی پیروی کریں گے اور رہنمائی کے پیشوا کا حکم اس کے برعکس ہے کہ اوسکی پیروی نہیں کرتے مگر اہل ہدایت ہی۔

جس نے حق کو پہچان لیا وہ باطل سے کیونکر ڈر سکتا ہے۔  
ہر طالب صرف حق ہی کو ڈھونڈتا ہے۔ مگر کبھی واقعی اس تک پہونچتا

ہے تو مکاشفہ کی بنا پر اوس کو پوجنا ہے۔ اور کبھی وہی طور پر اوس تک پہنچتا ہے  
تو حجاب کے ساتھ اوس کو پوجتا ہے۔ اسلئے کوئی پوجنے والا حقیقت میں نہیں  
پوجتا مگر اللہ ہی کو (میں کہتا ہوں کہ) اس پوجنے والے سے عام اہل اسلام  
جو توحید میں مراد ہیں۔ پس سمجھو۔ اور دیکھو غلطی میں نہ پڑو۔ واللہ اعلم

جو شخص اپنے آقا کے سوا کسی اور میں بھنسا اوسکو ضرور ضرر پہنچا۔ کیونکہ اس  
غیر سے یا وہ محبت کر لیا تو اپنے آقا سے باز رہے گا جس میں اوس کے لئے  
خرابی و نقصان ہے۔ یا اوسکو برا جانے لگا تو اوسکا رنج اوس سے اپنے آقا سے  
باز رکھے گا۔ اسلئے مومن کو اپنے رب سے ملے بغیر راحت نہیں ہے۔ اور  
جب تک اوسکو غیر کے ساتھ لگاؤ ہے اوسوقت تک وہ اپنے رب سے مل نہیں سکتا  
بس اسی میں خیر ہو کہ غیر سے تعلق نہ رکھے۔

کل اعمال صرف اسی لئے مقرر کئے گئے ہیں کہ مقرر کرنے والے کو یاد دلانے  
تاکہ لوگ اوسکو نہ بھولیں اور غیر کی طرف نہ جھکیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِقِمِ الصَّلَاةَ  
لِذِكْرِىٰ مَجْہِدْ يٰ اَدْرِىٰ كَيْفَ لَئِىٰ نَازِكِيْ يٰ اَبْنَدِيْ كَرُوْ-

ہر دائرہ میں وہی شخص خلیفہ ہے جو عبودیت کے حسن نظام کے ساتھ اس  
دائرہ کے قیام کو اتمام تک پہنچائے اور اس بات کا معترف ہو کہ وہ بندہ ہے  
اور اسکے ساتھ نظام ربوبیت کا بھی بدرجہ کمال پا بند ہو اور اس بات کا معترف  
ہو کہ جو کچھ اوس سے ظہور پذیر ہوتا ہے وہ اوس کے رب کا ہے۔ اور اوسکا  
رب ہی قابل ستائش ہے۔

جب تم اپنی محبت میں اعلیٰ و اوائی بہائیوں کی ثابت قدمی اور اس امر کے

خوابان ہو کہ سب کی زبانوں پر تمہاری تعریف ہو تو حلم و غفران کے ساتھ اون سے  
 پیش آؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول پر غور کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ يُفْسِدُ السَّمٰوٰتِ  
 وَ اَلْاَرْضَ اَنْ تَرَوْهَا لَا هٰٓؤُلَآءِ لٰكِنْ مَّا تَرٰلَآءِ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِ  
 اَنۡهٖ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا (بیشک اللہ نے تمام رکھا ہے آسمانوں کو اور زمین  
 کو اس سے کہ ٹل جاوین اپنی جگہ۔ سے اور اگر ٹل جاوین نہ تھامے گا ان دونوں کو  
 کوئی شخص اس کے بعد۔ بیشک وہ ہے بخشنے والا عمل والا) پس اللہ تعالیٰ  
 نے تمکو خبر دی کہ حلیم و غفور کے بعد کوئی اون کا روک رکھنے والا نہیں ہے فافہم  
 جب انسان نے رحمان کو چھوڑ کر اپنا دل موجودات میں لگایا تو ذلیل و خوار  
 ہوا۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو غلام کا غلام بنا دیا۔ اور جب  
 انسان نے رحمان سے دل لگایا تو معزز و باوقار ہوا۔ کیونکہ یہ اپنے آپ کو بزرگی  
 و علت غائی کی طرف پھیر لایا۔ اللہ تعالیٰ گویا فرماتا ہے کہ میں نے ہر چیز کو تیرے  
 لئے پیدا کیا اور تجھے میں نے اپنے لئے پیدا کیا۔ پس جس مقصد کے لئے تو  
 پیدا کیا گیا ہے اسکو چھوڑ کر اس میں دل نہ لگا جو تیرے لئے پیدا کی گئی ہے۔  
 کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب کوئی بڑے رتبہ کا آدمی مثلاً وزیر یا امیر کسی ذلیل عورت  
 پر عاشق ہو کر اس سے نکاح کر لیتا یا کسی جانور کی محبت کے پنجہ میں بھنکرائس  
 کی خدمت کرتا ہے تو لوگوں کے دل عقل کی وجہ سے اسکو ذلیل و خوار سمجھتے  
 ہیں گویا امید و خوف کے باعث ظاہراً اسکی تعظیم کرتے ہیں۔ اور آدمی گویا کیسا ہی  
 ہلکا اور معمولی ہو جب اس نے اپنے پروردگار برحق سے لو لگایا تو لوگوں کے دل



عقل کی ہدایت سے اوس کی تعظیم و تحکیم کرتے ہیں گو لنویت و غرور سے بظاہر اُس سے منہ پھیر لیں۔

اللہ تعالیٰ نے جو حضرت آدم سے یہ وعدہ کیا کہ میں تم کو زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں (انی جاعل فی الارض خلیفہ) یعنی ملا را دنی میں تو اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ اوس زمانہ میں وہ آسمان یعنی ملا را اعلیٰ میں خلیفہ تھے ہی کیونکہ ملا را اعلیٰ والے سجدہ میں گرے تھے۔

ہر زمانہ میں کامل ترین مظہر ہی ہوتا ہے جس کے کشف و بیان سے اُس زمانہ کے لوگوں کو اللہ کی وہ باتیں ظاہر ہوں جن کو وہ جانتے نہ ہوں۔ اور وہی اللہ تعالیٰ کا وہ غیب ہے جس پر اطلاع نہیں ہوتی مگر اسی شخص کو جس سے اللہ خوش ہو۔

جب آدمی کا جسم روزی کی فکر میں مشغول ہو مگر اوسکا دل اوسکی طرف التفات کرنے سے بری ہو تو یہ ایسی چیز کے لئے جسمانی تکلیف اور ٹہانی ہوئی جس کی حاجت نہیں ہے۔ اور جب جسم اوسکی فکر سے فارغ ہو مگر دل اوس کی طرف لگا ہو تو یہ اوس چیز کی محبت کا عذاب ہے جو حاصل ہونے والی نہیں ہے۔ پس دونوں صورتیں عذاب ہی کی ہیں۔

کامل وہ ہے جو اپنے نفس کو توڑے یہاں تک کہ اوسکا رب اوسکو پاک و صاف کر دے۔ اسلئے اُس شخص کی پیروی کرنے سے حذر کرو جس نے مخلوق کی زبان سے انا ربکم الاعلیٰ (میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار

ہوں) کہا تھا۔ ورنہ آخرت و ادنیٰ کے عذاب میں پکڑے جاؤ گے۔ کیونکہ اوسکی مثال گنہگار کی مثال ہے۔ اور اوس کی پیروی کرو جس نے کہا تھا کہ رب انی لیہا انزلت الی من خیر فقیر (میرے پروردگار جو کچھ بہلائی تجھ سے مجھے پہنچنے میں اوسکا سخت محتاج ہوں)۔ اور موسیٰ نے اپنے دل میں ڈر جیایا تو ہم نے کہا کہ تم نہ ڈرو بیشک تو ہی اعلیٰ یعنی غالب ہے (میں کہتا ہوں کہ) ”اوسکا رب اوسکو پاک و صاف کرے“ کے معنی یہ ہیں کہ اولاً اپنے بندہ کے دلوں میں اوس کی عظمت ڈال دے اور ادنیٰ کی زبانوں پر اوس کے محامد کو جاری کر دے کیونکہ وحی تو منقطع ہو چکی ہے اور صرف صحیح الہام باقی رہ گیا ہے۔ اور وہ سرخ گندہک سے بھی زیادہ کیا ب ہے۔ واللہ اعلم۔

جو شخص چاہے کہ جو نعمتیں اوسکو عطا ہوئی ہوں اون کو اللہ تعالیٰ دوامی کر دے اوسکو لازم ہے کہ اون کی نسبت اپنے رب کی طرف کرے اور اس کی حمد و ثنا و انہیں کے ساتھ کرے۔ چنانچہ جب اپنے قلب میں علم دیکھے تو کہے کہ میرا رب ہی علم والا ہے۔ یا قدرت مشاہدہ کرے تو کہے کہ میرا رب ہی قدرت والا ہے۔ اور علیٰ ہذا اکل معانی۔ فافہم۔

جس شخص کی فہم نے ایسی چیز سے حکمت و رہنمائی استخراج کی جسکو لوگوں نے غفلت میں ڈال دیا اور ہنسی ٹھٹھا بنا لیا ہے وہ بحرِ ظلمات میں غوطہ لگا کر چلنے دکتے جواہر نکال لایا۔ اسلئے اوس کے حق میں بحرِ ظلمات بحرِ نور ہو گیا۔ فافہم معانی اپنے قابلوں کے صدف کے جواہرات ہوتے ہیں۔ اس لئے

ایک گروہ کے چاہرات دوسرے گروہوں کے صدف میں۔ اسکو سمجھو۔ اور ہر ذی علم کے اوپر زیادہ علم والا ہوا کرتا ہے۔

جب تم اپنے گناہوں کو یاد کرو تو انہر لاجول ولا قوۃ الا باللہ نہ کہو۔ بلکہ یہ کہو کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے پس مجھے تو بخش دے بیشک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

جو شخص ایسے لوگوں کی صحبت سے لطف اٹھائے جو اس کے پروردگار سے پھرے ہوئے ہیں وہ اپنی نسبت باو از بلند یہ منادی کرتا ہے کہ میں اون لوگوں میں سے ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل و خوار کیا ہے اور جبکو اللہ ذلیل کرے اسکو کوئی عزت دینے والا نہیں ہے پس اوس سے متہمیرلو جس نے ہمارے ذکر سے متہمیر لیا۔ اور نہیں چاہتا مگر ادنیٰ درجہ کی زندگی اور پورے طور سے ہماری طرف متوجہ ہو جاو۔ اور اسکو غنیمت جانو۔

جو چیز تمہارے قلب کو تمہارے پروردگار سے غافل کرے وہ تمہارے پروردگار کا دشمن ہے۔ پس جو شخص اوس سے متہمیر لے اور اللہ کی طرف جھکے اور اپنے دل اور اپنے جسم سے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو وہی درد مند محل والا ہے۔ اسکو سمجھو اور اپنے حال پر نظر دوڑاؤ کیونکہ دشمن کا دوست دشمن ہوتا ہے۔ اور جس کو تمہارا رب دوست رکھتا ہو صرف اوسی کی صحبت اختیار کرو کیونکہ یہ تمکو تمہارے رب کی یاد دلاتا رہیگا۔

تمہارا باپ حقیقت میں وہی شخص ہے جس کے کشف و بیان سے تمہارے نفس کی صورت پیدا ہوئی یہاں تک کہ وہ بالفعل عقل ہو گئی۔ اور تمہارا جسمانی

باپ تو تمہارا مجازی باپ ہے کیونکہ تم یہ جسم تو ہو نہیں بلکہ اوس میں جو روح ہے وہ ہو۔ اسلئے جب تم کو تمہارا جسمانی باپ تمہارے روحانی باپ سے غافل کرے تو جسمانی باپ سے بیزار ہو جانا تمہارا واجب ہے۔ اور تمہیں حلال نہیں ہے کہ اپنے حقیقی باپ کے سوا اور کے نام سے پکارے جاؤ کیونکہ یہ اس کے فاعل کی ناشکری ہے۔ ابن مسعود کی قرأت کے موافق قرآن میں ہے۔

”النبی اولى بالمومنین من انفسهم وانما وجہ امہاتہم وھو اب لھم“ ہو کی ضمیر فضل اور لفظ ”اب“ پر اوس کی تقدیم کے ساتھ۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مومنوں کا حقیقت میں نبی کے سوا کوئی باپ نہیں ہے کیونکہ اس ضمیر سے نبی کا مومنین کی ابوت کے لئے مخصوص ہونا استفادہ ہوتا ہے۔ اور اگر تم میں روحانیت ہے تو تمہارے لئے یہ دلیل کافی ہے کیونکہ تمہارے نفس کو خلق جدید کی پوشش سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول نے مجرد کر دیا ہے ”میرے نسب کے سوا کل نسب منقطع ہوئے والے ہیں“ واللہ اعلم۔

جب تک مرید اپنے مرشد کے زیر حکم رہتا ہے برابر اوس کی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن اگر اوس پر تکلیف کر کے جو اوس سے حاصل ہوا ہے قولاً وفعلاً اوس کے حکم سے باہر نکل آیا۔ تو اوس کی مثال اوس پتھر کی ہے جو آسمان کی طرف اٹھایا جائے کہ جب تک اٹھانے والی قوت اوس کے ساتھ رہے گی وہ بلند ہوتا جائے گا۔ اور جب اوس قوت میں سستی آجائے گی وہ زمین کی طرف گرے گا۔ اسلئے مرشد کے زیر حکم رہو اور اسکو غنیمت جانو۔

جس چیز کو تم اپنے دل میں مخفی رکھو گے اور خلق سے چھپاؤ گے وہ اوسی دن ظاہر ہوگی جب قلوب الٹ جائیں گے اور چھپی باتیں آزمائی جائیں گی اسلئے اسکو سمجھو اور اسکی کوشش کرو کہ تمہارے دل کے اندر صرف حق ہی ہو۔  
 وَجَادِ لَهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (اور ان سے اوس چیز سے جو بگڑا کر جو بہت بہتر ہے) سب سے بہتر چیز سے ایسی بات مراد ہے جس سے حق کا منادینا اور اوس کے حکم کا باور کرنا حاصل ہو۔ پس اگر یہ مقصد استدلال و بحث سے حاصل ہو تو یہی سب سے بہتر ہے اور اگر ترغیب ہی سے حاصل ہو تو اسوقت ترغیب ہی سب سے اچھی چیز ہے۔ اور اگر ترہیب یعنی خوف دلانے ہی سے مطلب برآئے تو اسوقت یہی سب سے عمدہ ہے۔

تمہارا مرشد وہی ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تمکو سید ہی راہ دکھائے کیونکہ تمہارے رجب نزدیک وہی تم کو سب سے زیادہ دوست رکھنے والا اور وہی تمہارے رب کی حضرت ہے۔ اوسے کے ذریعہ سے تم باتیں اور اور اُسی کے ذریعہ سے تم کام کرتے ہو اور جس چیز کی طرف تمہارا نفس تم کو بلائے اُس کی طرف اپنے مرشد کی رضا کے قبل دوڑ کر نہ جاؤ۔ اور جس چیز کی طرف تمہارا مرشد تم کو بلائے اوس پر فوراً دوڑ پڑو اور اوس میں اسلئے سستی نہ کرو کہ تمہارا نفس اُسپر راضی ہو۔ کیونکہ تمہاری کامیابی اوسکے حکم کی تعمیل میں ہے نہ تمہاری شہوات میں۔

ذاتوں کی ذاتیں تمام معلومات کے پرے ہیں (میں کہتا ہوں کہ)

ذاتوں کی ذاتوں سے مراد وہ روح کلی ہے جس سے سب روحیں متفرع ہوئی ہیں۔ فافہم۔

۹۹؎ سات سو تنانوے ہجری میں مجھے جو الہام ہوا اسکا مضمون یہ تھا کہ اے علی! میں نے تجھے روحوں کو اون کے جسد کی قبروں سے اٹھاتے کے لئے چنا ہے۔ پس جب ہم تجھے کسی بات کا حکم دین تو کان دہر کر سن۔ ”اور ان لوگوں کی خواہشوں پر نہ چلو جن کو علم نہیں۔ اللہ کے مقابلے میں یہ لوگ تمہارے کچھ بھی کام نہیں آسکتے۔ اور نافرمان لوگ ایک کے ساتھی ایک اور پرہیزگاروں کا ساتھی اللہ“

مرشدوں کے ناطقے اون کے آفتاب حقایق کے مطلعے ہیں۔ اور عالموں کی قابلیتیں اون کے وجوہ رقایق کے آئینے ہیں۔

اَنْلَزْنٰکُمْ مِّنْہَا وَاَنْتُمْ لَهَا کَاۡرِہُوْنَ ؕ (کیا ہم اسکو تمہارے گلے مڑے رہے ہیں اور تم ہو کہ اسکو ناپسند کئے چلے جاتے ہو) کے متعلق ان کا قول ہے کہ شان سیادت اسکو نہیں حاصل ہوتی جو اسکی خواہش رکھتا ہے اور نہ اس کو جبراً دیجاتی ہے جو اس سے انکار کرتا ہے۔ اس لئے محبت و خلوص پر جمے رہو۔ تمہارا محبوب ہی تمہاری نعمتوں اور خصوصیتوں کا کفیل ہے۔

قدسی نعمتوں کے لئے مرد ہیں۔ اور حسی زمینوں کے لئے عورتیں ہیں۔

۷ دیکھو پچیسویں پارہ کا اٹھارواں رکوع (سورہ جاثیہ کی اٹھارہویں و انیسویں

آیتیں) ۱۲

۷ دیکھو بارہویں پارہ کا تیسرا رکوع (سورہ ہود کی اٹھائیسویں آیت)

پس جس عورت کی ہمت اور نعمتوں کی طرف جھکی وہ مرد ہو گئی۔ اور جس مرد کی ہمت اور زینتوں کی طرف مائل ہوئی وہ عورت ہو گیا۔

جس نے علماء عارفین کی تصدیق کی وہی مرد ہے گو بظاہر عورت ہو۔ اور جس نے اون کی تکذیب کی وہی عورت ہے گو بظاہر مرد ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پہچاننے والے سچے کلمہ تائید میں۔ اور اللہ تعالیٰ کے جانتے والے کتب جامعہ ہیں۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ کسی شخص کے مواجہہ میں وہ بات نہ کیجائے جو اسکو بُری لگے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی جزا اور کو یہ عطا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اون کی امت کا ذکر فرمایا اور اون کو اس طور سے نصیحت کی اور اون کے صیون سے خبردار کیا کہ قصوں کے پیرایہ میں اگلی امتوں کے عیوب قرآن میں بڑی عمدگی کیساتھ بیان فرمائے تاکہ یہ غیروں سے عبرت حاصل کریں اور متنبہ ہو جائیں۔

عقل نہ اپنے قال سے اپنے آپ کو سراہتا ہے اور نہ اپنے حال سے اپنے آپ کو بُرا بناتا ہے مگر اس حکمت سے کہ اس کے کمال سے نقص دور ہو جائے۔

اپنی نسبت اعتقاد رکھنے والے سے پیغمبر نہ ہو گا اس کا نفس تمہاری نسبت انتہا درجہ کی تسکین ظاہر کرے، کیونکہ اس کی تسکین اس سبب سے ہے کہ اس کی عقل نظری نے عارضی احوال و اعمال و اقوال کی قطعی ڈویروں میں اس سے باندھ رکھا ہے۔ اور گمان منسوخ ہوا کرتے اور عارضی چیزیں باقی نہیں رہتی ہیں۔ اس لئے

گو یا تم ڈوریوں میں بند سے ہوئے ہو۔ اور جب وہ کھل جائیں گی یا ٹکڑے ہو جائیں گی تو معقول وحشت و فساد کی طرف لوٹ آئے گا۔ اور جو عاشق ہوگا وہ آگ میں بھی سمندر کی طرح اپنی جگہ سے نہ ٹلے گا۔ جو کچھ تم چاہو گے وہی وہ بھی چاہے گا۔ وہ تمہاری ذات میں مشغول رہے گا گو تمہارے صفات رنگ بدلتے رہیں۔

عاشق گو یا آنکھ کی تیلی ہے کہ اوس کا وجود چھوٹا اور شہود بڑا ہے۔ مگر فریق یہ ہے کہ عاشق کسی عارضی چیز سے متاثر نہیں ہوتا اور نہ عوارض اوس کے بشود کو کمزور کرتے ہیں۔ بس اتنی ہی بات سے صاحبِ بصر اور صاحبِ نظر میں تمیز ہوتی ہے۔

عشق والے تھوڑے اور اعتقاد والے بہت ہوا کرتے ہیں۔ اور جو چیز تھوڑی اور نفع رسان ہو وہ اوس چیز سے جو زیادہ اور مشغول رکھنے والی ہو بہتر ہے۔ اور مشغولی سے بڑھ کر کوئی ناسا ضرر ہو سکتا ہے۔

جس نے یہ گمان کیا کہ وہ اعتقاد سے مراد کوپونچے گا وہی وہ شخص ہے جو اللہ کے ذریعے سے اللہ سے گمراہ ہو کر ہر جگہ میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ ”اور جبکہ اللہ گمراہ کرے اوس کا کوئی راہ دکھانے والا نہیں ہے“ اور جو شخص یہ سمجھا کہ اللہ تک نہیں پہنچ سکتا ہے مگر اللہ ہی کے ذریعے سے وہی وہ شخص ہے جو پونچے بغیر نہ رہے گا ”اور جس کو اللہ راہ دکھائے اوس کو کوئی گمراہ کرنا والا نہیں ہے“

جب تم حق کی یافت والے کو حق کو پالینے کی حیثیت سے پہچان لو تو



سمجھو کہ وہی حق کا وہ رُخ ہے جس کے سامنے اوس نے تم کو کر دیا ہے۔ اس لئے اوس کی طاعت کو لازم سمجھو اور اس آیت کے مصداق ہو جاؤ۔ ”جو تمہارے پروردگار کے مقرب ہیں وہ اُن کی عبادت سے سرتابی نہیں کرتے اور اُسی کی تسبیح اور اسی کے آگے سجدے کرتے رہتے ہیں“

بادشاہ کو اوس شخص سے چشم پوشی کرنی سزاوار ہے جو اوس سے چُپا کر اُس کی ناراضی کا کام کرے اور اوس شخص کو سزا دینی مناسب ہے جو کُلمے بندوں اور سکی حضوری میں ایسا کام کرے۔ کیونکہ اس کو چوڑ دینے سے انتظام میں خلل واقع ہو گا۔ پس اس کو سمجھو اور حق کو پس پشت ڈال دینے سے حذر کرو تو مخدوم ہو جاؤ گے۔ اس لئے کہ معلوم ہو چکا ہے کہ حق کی مخالفت باوجود مشاہدہ کے فوری سزا کے موجب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”پھر جب ان لوگوں نے ہکو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدل لیا“ اور ایک سجدہ ترک کرنے پر شیطان کا ملعون ہونا اسی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اوس نے حکم کے بعد حضرت معاینہ میں اس کو ترک کیا۔ ورنہ بہتیرے بہت سی نمازین حجاب و جل کی صورت میں ترک کرتے ہیں اور اون کو مہلت دی جاتی اور اُن کی سزا میں جلدی نہیں کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قول اِنِّیْ ذَاْ هَبْ اِلٰی سَبٰی (میں تو اپنے پروردگار کی

عہ سورہ اعراف کی اخیر آیت (نویں پارہ کا چودھواں رکوع) ۱۲

عہ سورہ زمر کی پچیسویں آیت (پچیسویں پارہ کا گیارہواں رکوع) ۱۳

عہ سورہ الصفت کی ننانویں آیت (تیسویں پارہ کا سبوتواں رکوع) ۱۴

طرف چلا جاتا ہوں) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ۔ یعنی میں اپنے پروردگار کے وجود میں معدوم ہوتا ہوں نہ مجھ میں کوئی قوت ہے اور نہ کوئی قدرت میرا سارا معاملہ میرے پروردگار ہی کا ہے۔ اس پر غور کرو۔ کیونکہ حقیقت میں اللہ کے سوا وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ پس جب اوس نے تمکو اپنے آپ سے معمور کر دیا تو ہر چیز نے تمکو یگانہ سمجھا۔

نہیں کشائش دیتا پروردگار اپنے بندوں کو مگر اسی چیز کی جسکو اوس نے اون کی عقل و ادراک سے پوشیدہ رکھا ہے۔ پس جس چیز کی اون کو کشائش ہوتی ہے وہ اوس کو یاد دلاتی ہے فذلک انھا انت مذکور۔

حق مبین اپنی مخصوص نامی ذات کے ساتھ کہی کسی زمانہ میں متعین نہ ہوا مگر مدارک نظریہ کے فرشتوں نے اوس کے بارہ میں "تجمل فیہا من" کیا تم اس میں ایسے شخص کو قائم کرے گا) کہا اور برابر اسی طرح سے اوس وقت تک کہتے رہتے ہیں کہ وہ اپنی ربوبیت کے ساتھ تنزل کرتا او اپنی جبروت کے قلبہ کا ہاتھ پھیلاتا اور اون کی مملکتوں کو اپنے ملکوت میں داخل کر لینے کی اوس کو قدرت دیتا ہے اور جب یہ ہو جاتا ہے تو وہ فرشتے اوس کے سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اوس کا دشمن بھی دہم کا شیطان ہو جاتا اور اوس کی عداوت پر عجم جاتا ہے کیونکہ یہ ہر حاکم کو اوس کے حکم سے خارج کرنا چاہتا ہے۔ اور اس مضمون کی طرف اور دن نے ہی اشارہ کیا ہے۔

چنانچہ ایک نے کہا ہے کہ کوئی شخص وہ باتیں جو محمد لائے لیکر نہ آیا مگر اوس سے عداوت کی گئی۔ اور دوسرے نے کہا ہے کہ اور انبیاء اسی طرح سے آزمائے

جاتے ہیں اور خاتمہ اونہیں کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے صبر کرو اور معاف  
و درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا امر لائے یعنی ظاہر اور اپنے حکم کے ساتھ  
متجلی ہو۔ فافہم۔

اگر کوئی شخص تم سے وحشی جانوروں کے اخلاق کے ساتھ پیش آئے  
تو تم بزرگوں کے اخلاق کے ساتھ اس کی مخالفت کرو۔ کیونکہ ہر شخص اپنے  
نمونہ پر کام کرتا ہے اور وہی اس کی پاداش ہے۔

تم کو اللہ کی راہ دکھانے والے کی فضیلت اور سب چیزوں پر حق  
کی تم اس کی امداد سے امید رکھتے ہو ویسی ہی سمجھنی چاہئے جیسی اللہ کی فضیلت  
اپنے بندوں پر۔

اس کی فرمائش نہ کرو کہ تمہارا مرشد اے الحق تمہارے حدود میں محصور  
ہو۔ کیونکہ اگر تم نے اس کو نہیں پہچانا کہ وہ تم کو احاطہ کئے ہوئے ہے تو تم اس کو تو  
پہچانو گے کہ وہ قیام میں تم سے بڑا اور مقام میں تم سے زیادہ وسعت والا ہے  
اور جو بڑا اور وسعت والا ہو وہ اپنے آپ سے کم میں کیونکر محصور ہو سکتا ہے  
تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ اس کا حکم باعتبار ذات اور اثر کے تمہاری استعداد  
کے موافق تم پر غالب ہو۔ فافہم۔

حق تعالیٰ کی محبت کسی نہ کسی علت سے ہر مخلوق میں پائی جاتی ہے  
اور محبت کا خلوص علتوں سے بالاتر ہے۔ اسی لئے حق کی محبت کے خلوص  
کا پتہ نہیں لگتا مگر حق ہی کو۔ اور جب اس نے اس کو پالیا تو کبھی اس کو  
جانے نہ دے گا۔ لا تبدیل لکلمات اللہ واللہ کے کلمات میں

تبدلی کمان)۔

نااہلون کے لئے عشق کی زبان اعجمی ہے اور جو اسکے اہل میں اونکے لئے صاف و فصیح عربی ہے۔

دنیا کو غفلوں کے لئے چوڑا اور برزخ کو صلیہ چاہنے والوں کے لئے اور دوزخ کو شیطانوں کے لئے اور جنت کو جنوں کے لئے اور اے دیان کے بندو تم ”سلا م“ کو لا من رب رحیلہ“ کہو۔

جو شخص اپنے نقص سے متنبہ ہو اور وہ حال کو چھوڑ کر قال پر قائم نہوگا۔ اگر تم دعا مانگتے ہو جبکہ تو انوار تمہارے حجاب ہوں گے۔ اور اگر تم بائیں جانب جھکے تو آگ کی گھاٹیاں تمہاری حجاب ہوں گی۔ اور اگر تم کسی طرف نہ جھکے تو تم نے اپنے معشوق کو بلا حجاب پالیا۔ اور جب کا ہر حجاب عذاب ہے۔ اے ہمارے پروردگار رہے عذاب کو دور کر۔ فافہم

جب تک تم خدا کے بیچ میں ہو تم غلبہ میں ہو۔ مگر جب تم اوس کے لئے خالص ہو گئے جس کی کوئی ضد نہیں ہے تو تم کو اس غلبہ سے آرام ہوا۔

پیر و مرشد تک نہیں پہنچتا ہے مگر وہی جو اللہ کے نزدیک مخلص ہے کیونکہ وہ مخلوق شدت کا پہنچائے گا۔ پس اگر تم اوس کو پاؤ تو اوس کے آگے سر تسلیم خم کرو۔ تب تم سلامت رہو گے۔ اور غنیمت پاؤ گے۔

تمہارا اعتبار سے تمہارا پیر ہی تم پر اللہ کا فضل اور تمہارے ساتھ اس کی رحمت ہے۔ پس جو کچھ فائدہ تم سے حاصل کیا ہے اوس سے تمہارا پیر کے ساتھ تحقق ہی بہتر ہے۔ قل بفضل اللہ وبرحمۃ فبذلک فلیفرحوا وہو خیر

مآجمعون“ کہو کہ لوگوں کو چاہیے کہ خدا کا فضل اور اس کی رحمت پا کر خوش ہوں کہ جن چیزوں کے جمع کرنے کے پیچھے پڑے ہیں یہ اُن سے کہیں بہتر ہے“  
 قلب پروردگار کا گھر ہے جس کا آباد کرنا اوس میں رہنے والے کا پالینا  
 ہے اور اوس میں رہنے والی روح اوس کی روح ہے۔ اور کوئی مخلوق نہ کہیں کی  
 مالک ہے اور نہ اوس روح کی۔ اور ایسی جگہ سے جس کو بشر نہیں سمجھتا فرشتے  
 اس کی طرف آتے جاتے اور اس میں داخل ہوتے ہیں مثلاً اُس جگہ میں سے  
 جس کا ذکر ۱۲ جعلتم سقایۃ الحاج سے الذین آمنوا وھاجروا ۱۲

عہ یہ اشارہ سورہ توبہ کی انیسویں و بیسویں آیتوں کی طرف ہے (دسویں پارہ کا نو ان رکوع) وہ  
 دونوں آیتیں تباہی یہ ہیں ۱۲ جعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کما من  
 باللہ والیوم الآخر وجاهد فی سبیل اللہ فلا یستقون عند اللہ طوۃ اللہ  
 لا یھدی القوم الظالمین ۱۲ الذین آمنوا وھاجروا وجاهدوا فی سبیل اللہ  
 یا مولیٰ انفسہم ۱۲ عظیم درجۃ عند اللہ طوۃ انیک ہم الفائزین  
 ان دونوں آیتوں کا ترجمہ یہ ہے۔ کیا تم لوگوں نے حایوں کے پانی پلائے اور حرمت والی  
 مسجد کے آباد رکھنے کو اس شخص کی خدمت میں بھیجا سمجھ لیا جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتا اور  
 اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں اور اللہ ظالم  
 لوگوں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے  
 جان و مال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کئے اللہ کے ہاں درجے میں کہیں بڑھ کر ہیں اور یہی  
 ہیں جو منزل مقصود کو پہنچنے والے ہیں۔ ۱۲

جَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ تَكْسِرُ

اللہ تعالیٰ کے پاس کے بڑے درجہ سے ان کو نہ مال نے روکا اور نہ جان نے اور یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار تک پہنچنے والے ہیں۔ فافہم

جس شخص کو تم دیکھو کہ باوجود عظمت و علو مرتبت کے اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے علم و حکمت کے ساتھ فروتنی کرتا اور اس کے خوف

سے اپنے آپ کو چھوٹا ظاہر کرتا ہے اس کا قدم ہرگز نہ چھوڑو۔ کیونکہ یہی وہ شخص

ہو جو تمہاری صورتوں کی صورتوں میں انوار نورانیہ پہونے لگا۔ اور سلام ہے اسرائیل پر

اور کس چیز نے تجھ کو بتایا کہ اسرائیل کیا ہے اور سلام ہے اُس پر جس نے سید محمد

راستہ کی پیروی کی۔ فافہم۔

ثابت قدم رہ پہلے پہلے گا اس لئے کہ جس درخت کا زمانہ ایک جگہ

سے اوکھڑ کر دوسری میں اور دوسری سے تیسری میں اور علیٰ ہذا نصب

ہی ہونے میں صرف ہوا وہ کبھی پروان نہ چڑھا۔ فافہم۔

اگر ادراک میں غیر متناہی کی صورت متناہی نہ جاتی تو فہم اس کا احاطہ نہ کرتا۔

اگر تو اُحد کے ساتھ متحقق ہونا چاہتا ہے تو اپنے سارے مراتب خارجہ

کی فنا کے لئے آمادہ ہو جا۔ اور بیشک اس سے نیچے کی طرف دہشتیں ہیں جسکو

وہی لوگ برداشت کرتے ہیں جو صبر کرتے ہیں۔ اور یہ تو فیق اُن ہی کو دیکھائی

ہے جسکے بڑے نصیب ہیں۔“

عہ سورہ نجم سورہ کی تیسری آیت (پارہ ۲۴ - کرم ۱۹) مَا يَلْقَاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا

وَمَا يَلْقَاهَا إِلَّا الَّذِينَ عَظِيمُونَ

یا تحقیق کے مرتبہ میں رہو اور یا تصدیق کے مرتبہ میں اور ان دونوں سے جو مرتبہ نیچے ہے اس سے حذر کرو کہ وہ اچھا رستہ نہیں ہے۔

حدیث ان الله يقول لقوم يؤمن قيا متهم انا اليوم مرسل نفسي اليكم (بیشک اللہ ایک گروہ سے قیامت کے دن کہیگا کہ آج میں اپنا بھیجا ہوا آپ ہوں تمہاری طرف) کے متعلق ان کا قول ہے کہ۔ پس وہ ہی اذن کا معبود ہے بذریعہ آلہیت کے اور وہی اذن کا رسول ہے بذریعہ رسالت کے اور جس شخص نے اپنے اور اک کے ساق سے اپنے وہم بشری کے حجاب کو ہٹا دیا وہ نہ دیکھے گا امر کو مگر اسی طرح ہر مقام میں اوس کے موافق۔ اسکو سمجھو۔ نماز اذان سے لیکر سلام تک مرید کی صورت حال ہے یعنی اوس کی اوس دعا سے لیکر جو اوسکے حجابوں سے ہوتی ہے اوس کے اپنے رب کے ساتھ اپنے حجابوں کی طرف لوٹ آئے تک۔ پس سمجھو کہ تکبیر اخلاص کی صورت ہے اور یہ مناجات کرنے والے کے حرم کی کھچی ہے۔ اور جس نے شکر کیا وہ خود اپنے ہی لئے شکر کرتا ہے۔ اور اسی لئے نماز کا آغاز خدا کی حمد ہوا ہے جو اپنے بندہ کی زبان سے وہ خود ہی کرتا ہے۔ اور حبیب اوس نے بندہ کو دوست رکھا تو اوسکی زبان ہو گیا تو واسطے ساقط ہو گئے۔ اور حبیب مناجات کرنیوالہ کا حجاب لوٹ آیا تو اسنے رب کی قیامت اسکے بندہ میں کھلی دیکھ لی کی مانند سے اوسکو بہت بڑی سمجھا اس لئے اس نے تعظیم کے لئے رکوع کیا۔ اسنے اسکا رکوع عظمت قیوم کا مظہر ہوا۔ اسکے بعد وہ کھڑا ہوا اور اوس نے فاتحہ کی تجدید حمد کے ساتھ کی۔ اور وہ کلیم ہے۔ اور اوسکا رب سمیع ہے۔ مگر اس کو چاہیے

نہ ہونے پائی تھی کہ اوس کو غیرت آئی۔ اسلئے اوس کے قیام کی حجابیت جو باقی رہ گئی تھی اوس کو اوس نے فنا کر کے سجدہ کیا اور اوس کے ساتھ ساتھ اس ذات کے اعلیٰ ہونے کی جو قومیت میں لگانہ ہے اس طور سے تسبیح کہی کہ اوس کے سوا کو وہ مشاہدہ نہیں کرتا۔ اسلئے اس کا سجدہ اس کی اقرابت میں اس کے رب کی علویت کا مظہر ہوا۔ اور کھڑا ہوا تو اپنے رب میں متحقق ہو کر برقرار ہوا اور اوس کے ذریعہ سے اوس نے اپنے حجاب کی طرف لوٹنا شروع کیا۔ پس اوس نے ثابت کیا کہ وہ اپنے قیام و سلام میں مسلوب المغارت تھا۔ اس لئے اوس نے التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ کہا۔ اور یہ وہ تسلیمات ہیں جن سے اوس کے اُن حضرات میں داخل ہونے والے ابتدا کیا کرتے ہیں جن کی طرف وہ پہر لوٹ آتے ہیں۔ اسکے بعد وہ اوس کی حضرت نفسانیت میں جو ساری صورت کی جامع ہے داخل ہوا تو اوس نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ یعنی ہر بندہ نیکو کار پر پس اس وقت وہ کون ہے؟ اور اوس کے شہود میں کون نبی ہے؟ اسلئے نگاہ دوڑاؤ کہ تم کیا دیکھتے ہو؟ اور کیونکر تمہارے لئے نماز میں معراج کے مشہد کو اوس نے مختصر کر دیا ہے۔ اس کو سمجھو کیونکہ عارف اپنے معروف کا عین ہے اور محقق اوس کی حقیقت ہے جس کی اوس نے تحقیق کی ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

میں نے دائرہ خلق کی تحقیق نہیں کی ہے مگر اسی لئے کہ تم حق کو اس کے اسماء و صفات کی تفصیل کے ساتھ اوس کے آثار کے مظاہر میں



پہچانو۔ مین غیر معروف گنجینہ تھا پس مین نے خلق کو پیدا کیا اور اوس سے  
 اپنے آپ کو پہچنوا یا۔ پس میرے ہی ذریعہ سے لوگوں نے مجھے پہچانا۔  
 اور اسکا مصداق اور مین نے جن و انس کو پیدا نہیں کیا مگر اسی لئے کہ وہ  
 میری عبادت کریں یعنی مجھے پہچانیں ہے۔ پس جو شخص کہ آثار کے حال  
 کا زیادہ تر پہچانتے والا ہے وہ اسماء و صفات کے مظاہر کا زیادہ تر شناسا  
 ہے۔ اور جو شخص کہ سبھی موصوف کے مظاہر کا زیادہ شناسا ہے وہ حقائق  
 ظاہرہ کی معرفت کے اندازہ سے ان مظاہر کے حقائق کا زیادہ شناسا ہے۔  
 ہر نفس اپنے جسم کے اعتبار سے ایک کلمہ ہے اور ہر عقل اسکی ذات  
 کے اعتبار سے ایک کلمہ ہے۔ اور اللہ ہی کا کلمہ سب سے بالاتر ہے پس  
 ہر مقام کے لئے مقال ہے اور ہر مجال کے لئے رجال ہیں۔ فافہم  
 جس شخص نے اپنے نفس روئے کو اوس سے مجرد ہونے کے ذریعہ  
 سے مارڈالا اوس نے اوس کی جگہ نفس زکیہ کو قائم کیا۔ پس اگر اپنے نفس  
 زکیہ کو اوس کے دعویٰ سے خالی کر کے بلکہ جو معاملہ اوسکا اللہ تعالیٰ کے  
 ساتھ ہے اوس میں بلند نامی کے شہود سے مارڈالا تو وہ اوس سے مجرد  
 ہو گیا۔ اور جب وہ اوس سے مجرد ہو گیا تو اسوقت بندہ اپنے نوافل کے  
 ذریعے اللہ کا مقرب ہو گیا تب اوسکو اللہ نے دوست بنایا۔ پس اس  
 انانیت کی جگہ میں جس سے وہ مجرد ہوا وہ اپنی روح کے ساتھ اوس کی  
 ہویت کی وحدت کے شہود میں اوسکا ہو گیا۔ اور یہ روح اوس نفس زکیہ  
 سے پاکی میں بہتر اور پاس قرابت میں قریب تر ہے۔ فافہم

جس چیز کو محقق تمہارے نزدیک متحقق کر دے اوس کی نسبت جانو کہ وہ  
 اوس کی تجلیات میں سے ایک تجلی ہے۔ اور اوس میں سے جو شخص تمہارے  
 ادراک میں متعین ہو وہ اوس کی تمثیلات میں سے ایک تمثیل ہے۔ اور  
 وہی محقق سب سے زیادہ بزرگ یا تمہارے وجود کے حقایق میں سے وہ  
 بزرگ ترین شخص ہے جو تمہارے شہود میں اُن حقایق کے ذریعہ سے  
 قائم ہے۔ کیونکہ مرید باعتبار اپنے پیر کے اپنے پیر کے عیون میں سے  
 ایک عین ہے۔ اور پیر باعتبار مرید کے وجود مرید کی حقیقت ہے۔ اور  
 وجود سب میں ایک ہی ہے جو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اسی لئے معانی  
 کمال میں مرید اپنے پیر کے ذریعہ سے وجود میں متحقق ہوتا ہے اور متعرفین  
 کے مدارک میں پیر اپنے مرید کے ذریعہ سے شہود میں متحقق ہوتا ہے۔  
 یہی وجہ تھی کہ پیر و مرشد کامل نے اپنے مرید کامل سے کہا تھا کہ ”اے  
 علی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں“

جو شخص کہ اپنے پیر کے صرف بشریت ہی کے رخ کو دیکھتا ہو اوس کے  
 لئے جو حق مبین کہولہ یا جائے گا وہ اوس کے اعراض و تکذیب و نفرت ہی  
 کو بڑھائے گا۔ اسی لئے تم ہر محقق کو پاؤ گے کہ جس قوم میں وہ ظاہر ہوتا  
 ہے اوس کے مشاہدہ کی حیثیت میں رہتا ہے اور ہمیشہ اوسکی مماثلت  
 اوس سے ظاہر ہوتی ہے اُن سے باتیں کرتا ہے تو انہیں کی زبان میں  
 اور جو تو لٹا ہے تو انہیں کی ترازو میں اور ناپتا ہے تو انہیں کے پیمانہ میں  
 یہی سبب تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام صحابیوں سے کہا کہ مجھے

موسى پر فضیلت نہ دور۔ بعدہ جب اپنی بشریت سے الگ ہو گئے تو آپ کے خاص صحابہ کی زبان سے نکلا کہ آنحضرت تمام مسلمین اور ملائکہ مقررین سے افضل ہیں اور اسکو بشاشت و خالص تصدیق کے ساتھ اُن لوگوں نے قبول کیا جن سے آنحضرت اگر بھی امر اپنی بشریت کی حالت میں کہتے تو وہ ضرور شک کرتے اور یہی حال ہر دلی کا ہوتا ہے کہ اسکی بشریت کے ظہور کی حالت میں اکثر اُس کے سچے کشف بھی نہیں ماننے جاتے اور جب وہ اپنی بشریت سے مجرد ہو جاتا ہے اور اپنے صدیق کی زبان سے کہلواتا ہے تو اسکی بات مان لیجاتی ہے۔ پس عاشقوں کی وہ باتیں اُن کے معشوق کے بارہ میں مان لی جاتی ہیں جو حجاب ممانت والوں کے نزدیک خود معشوق سے اپنے بارہ میں نہ مانی جاتیں۔

اگر کوئی شخص تم سے پوچھے کہ ذات کیا ہے؟ تو اس سے کہو کہ ذات اور وجود دونوں بدیہی ہیں اسلئے ان کی نسبت کیا ہے؟ کا سوال نہیں ہو سکتا اور نہ ان کی حد پوچھی جاسکتی ہے۔ پھر اگر وہ کہے کہ میں ”تنبیہ“ کا طالب ہوں تو اس سے کہو کہ ذات وہ ہے جس سے ہر حاکم و محکم و محکوم کا قیام ہے۔ پس ان چیزوں میں سے جس کو تم پاؤ اُن چیزوں میں سے ہے جو ذات سے قائم ہے ذات نہیں ہے۔ بس میں نے تمہاری عاجزی کے سبب سے تمکو مستنبہ کر دیا۔ لیکن اگر وہ کہے کہ مجھ سے کہو لکر بیان کرو کہ وہ بدیہی کیا ہے تو اس سے کہو کہ ذات اس حیثیت سے کہ وہ ذات ہے جیسا کہ تم نے سنا ہے بیان میں آہی نہیں سکتی ہے اور وہ

بدیہی ہے اور یہ نہیں ہے مگر ایک جہت سے نہ کئی جہتوں سے کیونکہ وہی  
 اپنی ذات کے لئے حکم دینے کا مقتضی ہے اور وہ ان اوسکے سوا کوئی نہیں  
 ہے۔ پس وہ اپنے نفس سے اپنے نفس کے لئے حکم دیتا ہے اور چونکہ  
 اوسکا اوس طور پر حکم دینا اپنے لئے واجب ہے اسلئے اس پر غیر متناہی قضا یا  
 ہین اور یہ اوس طریقہ پر ہے جس کا نام علماء بیان کے نزدیک تجرید بیانی ہے  
 پس جب تم نے اپنے نفس کو اپنے نفس سے طالب و مطلوب و طلب  
 اور اوس کے ذکر کرنے والے کے اعتبار سے مجرّد کر لیا تو تمہارے لئے  
 تقابلیہ ممکن نہیں ہے۔ اور اوسکو ہو لکر تم سے اوسکا ذکر ہو نہیں سکتا۔ کیا  
 تمہاری یہ حالت نہیں ہے کہ ان احکام کے سبب سے تمہارے نزدیک  
 متقابل صورتیں قائم ہوتی ہیں جنہیں سے کوئی ایک تمکو دوسرے سے باز  
 نہیں رکھتی ہے پس تم ان سب کے سب کی حقیقت ہو اور وہ حقیقت میں  
 تم پر زائد نہیں ہیں حالانکہ وہ صورتیں تمہاری اغیار اور فی نفسہا حکم و معاملہ  
 میں تم سے متغائر ہیں۔ پس اسی طرح اوسکو بھی سمجھو۔ پس ذات کا اس حقیقت  
 قضائے اعتبار سے ذات وجود نام رکھا جاتا ہے اور قضا یا کا نام موجودات و مراتب وجود رکھا جاتا ہے پھر  
 موجود کی کئی جہتیں ہیں۔ ایک جہت تو وہ ہے جو مطلقاً وجود ہے اور اس حیثیت سے اس کا  
 علم لفظی عربی ہی اوسکی جہت ہے۔ اور جو کہ ایسا وجود ہے جو ہر ایسی چیز  
 سے مجرّد ہے جس پر زیادتی کا حکم لگایا جاتا ہے اور اوس کا اسم علم ہو  
 ہو ہے اوسکی جہت وہ وجود ہے جو تعین کے اعتبار سے ہر موجود کو احاطہ  
 کئے ہوئے ہے۔ پس وہی ہر موجود کی ذات ہے اور ہر موجود اوسکی

صفت و تعین ہے اور اسکا اسم علم ”اللہ“ ہے جو ہرگز کسی چیز سے مشتق نہیں ہے۔ اور اس مضمون کو انہوں نے اس قدر طول دیا ہے کہ عقل سلیم کی وسعت سے باہر ہے چہ جائیکہ غیر سلیم۔ واللہ اعلم۔  
 فَأَعْفُ عَنْهُمْ يَا أَعْلَمُ إِنَّ اللَّهَ مُجِيبُ الدُّعَاءِ (پس معاف کر اُن سے اور درگزر بیشک اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو) کے متعلق انکا قول ہے کہ۔ اور جب اُن کو دوست رکھا تو مدرکون کے مدارک میں اُنکو موجود کرتا ہے۔ پس جب تم نے اسکو دوست رکھا تو تم وہی ہو گئے اور اسی پر قیاس کرو اور دیکھو کہ نہیں عبادت کرتے ہیں قال کے رو سے مگر وہی لوگ کہ اللہ اُن کو وہ حال عطا کرتا رہتا ہے جس کی وہ خواہش کرتے ہیں پس سمجھو کہ جو کچھ تم سے ہوتا ہو وہ تمہاری ہی طرف آتا ہے اور تمہاری طرف نہیں آتا مگر تمہاری ہی طرف سے۔ بیشک تمہارے لئے وہی ہے جسکا تم حکم دیتے ہو۔

جود و وسعت بخشش کو کہتے ہیں اور سہبہ عطیہ کے پائدار بنانے اور محبوب لہ پر اوس کے پورا کر دینے کو کہتے ہیں۔ اور سماحت بخشش کی سہولت کو اور سخاوت و محتاج کی حاجت دور کرنے کے لئے دینے کو کہتے ہیں۔

جب وجود دائرہ دلالت میں اپنے موجود سے ظاہر ہوتا ہے تو موجود کا نام منظر ہوتا ہے اور وجود کا ظاہر۔ اور یہ اس دائرہ کے ہر مقام میں اوسکے مناسب ہوا کرتا ہے۔

وجود جہان اور جس طرح سے اور جس کے ذریعے سے ظاہر ہو تمہارے  
 نزدیک ظاہر ہوگا مگر اسی حیثیت سے کہ وہ وجود ہے اور تم اوسکو اور اوسکی  
 کسی چیز کو ادراک نہیں کرتے ہو مگر اسی ذریعے سے کہ وہی تمہارا وجود اوس کا  
 ادراک کنندہ اوسکے ادراک سے اس حیثیت سے کہ وہی تمہارا وجود ادراک  
 ہے۔ وہاں کوئی خلاف نہیں ہے۔ اوسکو لو اور سن رکھو کہ وہ ہر چیز کو احاطہ  
 کئے ہوئے ہے۔

جیسا کہ حق تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جائے کہ نہیں معاف فرماتا  
 ہے اوسی طرح سے اوس کے مظاہر اپنے ساتھ شریک کئے جائے کہ  
 معاف نہیں کرتے کیونکہ اون کی حقیقت ظاہر جو اون میں صورت پذیر  
 ہوئی ہے وہی ہے۔ پس وہ یہ ہیں اور وہ ان کی قوتیں ہے اور ان کے  
 کل امور اوسکے امور ہیں۔ پس جب تم ان میں سے کسی کو دیکھو کہ جس شخص  
 کی محبت و تعظیم اوس کے لئے مستعین ہے اوسکی اس بات کو وہ ناپسند  
 کرتا ہے کہ اوسکے سوا کسی اور سے ویسی محبت کرے یا ویسی ہی تعظیم بجالائے  
 تو جان لو کہ یہ اوس اللہ کی شان ہے جو اپنی نسبت شرک کو معاف نہیں  
 کرتا اور وہ اوس کے ذریعے سے اوس کے مظہر میں ظاہر ہوئی ہے پس  
 سمجھو بھی انوار برابر لگے پیٹے رہو۔

اس حدیث کے متعلق کہ ”جس نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور پھر  
 توبہ کی تو اللہ نے بھی اوس کی توبہ قبول کی“ یہ کہتے ہیں کہ۔ یعنی اس لئے کہ  
 گناہ کا انکار اور چوٹ کے ساتھ اوس سے اعتذار گنہگار نفس کو بیگناہ



میں پڑا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر غور کرو کہ ”زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا ہوئی ہیں“ پس آپ جانتے تھے کہ بندہ کے املاک جس قدر زیادہ ہوں گے اسی قدر اوسکو اور دن پر فضیلت و وسعت ہوگی اور اللہ کا فضل اوسپر زیادہ ہوگا۔ پس بندہ کی طرف مالوں کی نسبت ویسی ہی ہر جیسی ملکوں کی نسبت اُن کا انتظام کرنے والوں کی طرف۔ واللہ اعلم۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (البتہ کافر ہوئے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی ہے مسیح مریم کا بیٹا) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ وہ کافر اس سبب سے ہوئے کہ باوجود اس اعتراف کے کہ وہ اللہ ہیں اُن کی یہ صفت بیان کرتے ہیں کہ وہ مریم کے بیٹے ہیں۔ اور اس سبب سے کہ اُن لوگوں نے مسیح کو لفظ اللہ سے ایسے زمانہ میں موصوف کیا جس میں وہ اُس کے موصوف نہ تھے۔ کیونکہ وہ حق مبین کے وصف کے ساتھ اپنی محمدی جہت کی حیثیت سے موصوف ہیں۔ اور ہر زمانہ میں اُسی صفت سے موصوف ہوتا ہے جس میں ظہور ہوا کرتا ہے۔ اور وہ جہت جو سارے وجہ عینید الیہ فرقانہ پر محیط ہے عیسیٰ اور اُن کے سوا اور لوگ ہیں۔ اور نیز اس سبب سے کہ اُن لوگوں نے اُن کو اللہ ہونے کے ساتھ موصوف تو کیا اور اُن کے اس قول پر مقتضائے ایمان کے موافق قائم نہ رہے ”وَمُبَشِّرًا بِسُوءِ يَأْتِي مِنَ الْبَعْدِ“ اسمہ احمد“ اور نہ اس

ص ۱۲۱ پانچواں رکوع سورہ مائدہ ۱۲۱

اللہ اور نبی خیر والہ اس سول کی نسبت جو میری سچا دیکھا اور جاننا نام احمدی اٹھائیں وہیں بارہکانوں کی (میرا صوفی)



قول پر "اعبدوا اللہ سببی و ربکم" (عبادت کرو اللہ کی جو میسر ہو چکا ہوگا اور تمہارا پروردگار ہے) یعنی جو اپنی محمدی ہمت سے ظاہر ہے۔ اور اس مضمون کو طوالت دی ہے۔

جب تک کہ بادشاہان دنیا اور اولیاء کے مطیع رہیں گے جو علماء حق ہیں اور ان کا حکم اون میں چلتا رہے گا اس وقت تک ان میں صلح و فلاح پائی جائے گی اور جب اس کا خلاف ہوگا تو معاملہ برعکس ہوگا۔ کیونکہ تحقیق کی رو سے اولیاء ہی نبیوں کے وارث ہیں۔ اور علم لادنے والے جو غرض کے موافق اور ہوا ہو اس کی پیروی کے مطابق مسائل پیدا کرنے والے ہیں۔ ان کو اس وراثت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ تو وہی ہیں جنکی صفت "الذین حملوا التوراة ثم لم يحملوها" ہے اس لئے قرین صواب یہ ہے کہ ان کے یوحیہ سے فائدہ اٹھایا جائے مگر نہ ان کو حکومت دی جائے اور نہ ان سے رائے لی جائے اور نہ ان کو تصرف کا موقع دیا جائے۔ کیونکہ گدھا بوجھ لادنے اور نفع حاصل کرنے کے لئے ہے نہ اس لئے کہ وہ حکومت کرے یا اس کی بات سنی جائے یا اسکی اطاعت کی جائے۔ فافہم۔

(میں کہتا ہوں کہ شاید شیخ کی مراد ان لوگوں سے ہے جو جھوٹ سے اپنے ہوا ہو اس کی تائید کرتے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ جو اپنی بدعتوں کو رواج دینے کے لئے حدیثیں گڑھتے ہیں۔ اور ان سے وہ علماء مراد نہیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شریعت قائم کرنے کے لئے تعینات کیا ہے

امان ہدایت حقیقت میں ارواح مقدسہ ہیں جو اپنی بشریتوں میں  
پہلے کھاتے رہتے ہیں۔ اس لئے جو شخص اون کے ظاہر کو دیکھتا ہے  
متحیر ہوتا ہے اور جو اون کے نورِ باطن پر نگاہ کرتا ہے وہ بصیرت حاصل  
کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار ہی ہر زمانہ میں اپنے زمانہ کے انوار ہوا  
کرتے ہیں۔ جن کی روشنی تخصیص کے ساتھ اوس کی سر اجیت (روشنی)  
سے مستفاد ہوتی ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے قول ”و سر اجا منیل“  
میں اشارہ ہے۔ پس جب تک یہ لوگ کلام کرتے اور ظاہر رہتے ہیں اوس  
وقت تک نور ظاہر اور پہلا ہوا رہتا ہے اور انکھوں سے محسوس ہوتا ہے  
اور برائیوں اور بہلائیوں کا فرق صاف معلوم ہوتا ہے۔ اور جب یہ حق کے  
بیان سے سکوت کرتے ہیں تو لوگ تلف ہوتے حیرت میں رہتے اور  
اختلاف کرتے ہیں۔ اس لئے اپنے زمانہ کے چراغ کا مقابلہ نفسانی خواہشوں  
سے نہ کرو۔ اور اوسکے حق کی نگہداشت کرو تو تمہارے لئے اوسکی روشنی ہمیشہ  
رہے گی۔

امام ہدلی کے شرائط میں سے ہے کہ اپنی ہمت کے ذریعہ سے اُن  
چیزوں سے ہجرت کرے جن کی نفوس بشریہ خواہش رکھتے ہیں۔ کیسا تم  
آدم علیہ السلام کو نہیں دیکھتے کہ اون کو خلافت نہ ملی مگر اوسی وقت جب  
انہوں نے جنت سے اور اُن چیزوں سے جو اس میں خواہش نفس کی تھیں  
زمین کی طرف ہجرت کی۔ اور یہی حال ہر اوس شخص کا ہے جسکی مراد حق ہے۔

کیونکہ وہ حق کے ساتھ قائم ہو نہیں سکتا جب تک کہ ہمت کر کے اِدین  
 چیزوں سے باہر نہ نکل جائے جو اوس کو حق سے باز رکھتی ہیں فلا  
 تتخذوا منہم اولیاء حتی یہاجر فلا فی سبیل اللہ فافہم  
 جب جمہور کسی عارف کے بارہ میں کہیں کہ کیا وجہ ہے کہ اوس کے  
 نایاب معارف الہیہ نہیں ظاہر ہوتے مگر خاص خاص مقاموں اور خاص  
 خاص لوگوں میں اور اگر وہ حق میں جیسا کہ اوس کا زعم ہے تو اسے  
 عوام الناس پر کیوں ظاہر نہیں کرتا اور جمہور کے سامنے کیوں سب نہیں کہوتا  
 تو ان سے کہو کہ تم اس مثال کو سمجھو کہ دنیا اک بڑا بہاری جنگل ہے اور جو  
 لوگ کھلے ہوئے حق کے حقائق سے عجوب میں وہ اوس کے وحشی  
 درندے جانور ہیں۔ اور قلب سلیم اور گوش شنوا والا ایک آدمی ہے  
 جو رات کے وقت اس جنگل میں آگیا ہے۔ یہ شخص خوش بیلن و خوش  
 لہجہ و خوش آواز ہے مگر جب اسکو محسوس ہوا کہ اس میں وحشی درندوں کی  
 کثرت ہے تو اس نے ان سے بچنے کے لئے ایک درخت میں پناہ  
 لی۔ اور درندوں کے ڈر سے یہاں اوس نے قرآن بلند آواز سے خوش  
 لہجی کے ساتھ نہ پڑھا۔ تو اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا اسکا درندوں سے چھپنا  
 اسکی دانائی کی دلیل ہے یا غیر انسانیت کی؟۔ شق ثانی تو ہرگز صحیح  
 نہیں ہے کیونکہ اگر وہ اپنے آپ کو درندوں پر ظاہر کرتا یا اِدین کو اپنی  
 خوش آوازی و قرأت سناتا تو وہ نہ راہ راست پر آتے اور نہ اوس کو  
 سمجھتے۔ بلکہ اوس کے پہاڑ کہاٹے کو دوڑتے اور یہ شخص سمجھ بوجھ کر اپنے

آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہوتا۔ اس مثال پر غور کرو اور اعتراض کرنے والے سے کہو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دیا ہے کہ ”لا تجھلن بصلواتک ولا تخافتنہا“ (اپنی نماز کو بلند آواز سے نہ پڑھو اور نہ بہت آہستہ سے)۔ دیکھو آنحضرت کو حکم ہوا ہے کہ قرآن کو اس قدر بلند آواز سے نہ پڑھیں کہ انکار کرنے والے جاہل سنیں تو اپنے جہل کے باعث گالیان دیں۔ اور نہ اس کو ایمان لانے والوں سے چپاٹیں۔ تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی قرأت کو منکرین جاہلون سے مخفی رکھنا قرأت کے باطل ہونے پر دلالت کرتا ہے یا اس کے حق ہونے میں کوئی ہرج ڈالتا ہے؟ اور حبیب اس عارف کے لئے اپنے معاملہ کو ظاہر کرنے کے ایسے سامان مہیا ہو جاتے ہیں جن سے منکرین مغلوب ہوں اور طوعاً و کرہاً اس کا اقرار کریں اور سوقت وہ اپنے عرفان کو بر ملا ظاہر کرتا اور اس میں قرآن کے اظہار کی پیروی وقت ماکرنا ہے کہ جب انصار و اعداؤں کی کثرت سے اس کے اظہار کے اسباب مہیا ہو گئے تو وہ ظاہر کیا گیا۔ اور یہ مجنبہ و سیاہی ہے کہ جب تک کہ آدمی معاونت و قوت کے ذریعہ سے وحشیوں اور فرعون پر غالب آنے کا سامان مہیا نہ کر لے اور نہ سے مقابلہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ پس اگر معترض کہے کہ جب تک کہ قوت و قدرت حاصل نہ ہو یہ عارف اپنے معارف کے اظہار سے دست کش کیوں نہیں ہو جاتا اور جس حالت

ع وابتغ بین ذلک سبیلاً ۝ مندر ہوں پارہ کا بارہواں رکوع (سورہ نبی سہرائل

میں جمہور ہیں اوس میں کیون نہیں آجاتا تاکہ وہ بخوبی محفوظ رہے۔ تو اُس سے  
 کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اپنے مورث کی مخالفت نہیں کر سکتے  
 کیونکہ آنحضرت کا نور اُن کے نفوس کا امام ہے۔ اِس لئے جس طرح وہ  
 چلے تھے یہ بھی چلتے ہیں۔ اِس لئے جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اِس حق کو جو ان کے ساتھ تھا اسوقت تک مخفی رکھا اور جاہلانہ منکرین سے چھپایا جبوقت  
 تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اُسکے ظاہر کرنے کے بارہ میں نہ آیا بس یہی حال انکو وارثوں کا بھی ہے۔ اور  
 اوس معترض سے یہ بھی کہو کہ اگر دیوانے باولے کسی عقل و ہوش والے کی  
 مخالفت کریں تو کیا تمہارے نزدیک یہ مناسب ہے کہ وہ عقل والا اونکی  
 موافقت کرے اور اُن کی طرح مجنون بن جائے اور اپنی عقل کے چراغ کو گل  
 کر دے تاکہ وہ اِس سے مالوف ہو جائیں حالانکہ اُسکے امکان میں ہے  
 کہ اپنی عقل کو بچا کر اون سے الگ ہو جائے۔ اور اوس سے یہ بھی پوچھو کہ  
 اگر کوئی آدمی خود بخود کتوں کے بیچ میں ہو اور وہ اسے اپنے درمیان میں رہنے  
 نہ دیں جب تک کہ یہ بھی اُن کی طرح سے چاروں ہاتھ اور پانوں سے نہ  
 چلے اور انہیں کی طرح سے نہ ہونکے تو جس صورت میں کہ وہ آدمی اپنی  
 انسانی ہیئت پر رہ کر اُن سے بہاگ سکتا ہو کیا اوس کے لئے مناسب  
 ہے کہ اُن میں ٹھہرا رہے اور اُن کو اپنے آپ سے پرچائے۔ نہیں ہرگز  
 نہیں۔ جو شخص کہ بھلائی کی قدرت رکھتا ہو واللہ اوس کو مناسب نہیں ہے  
 کہ اہل شر کو راضی کرنے کے لئے نیکی سے نکل جائے اور اُن کے ساتھ  
 قیام کرے۔ اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ اور اُسکے رسول زیادہ تر اِسکے

مستی میں کہ تم اونکو راضی رکھو ۹ ہم تو اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ بعد اس کے اللہ نے ہکو سید ہی راہ دکھا دی ہم اوٹے پاؤں لوٹا دے جائیں اسے مریدو! اسکو سمجھو اور دیکھو کہ جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ کسی طرح تم کو ہلکا نہ سمجھیں۔ اور خبردار رہو کہ حق کھل جانے کے بعد لوگ جگڑا کھڑا کر کے تمہارے دین کو تمہرے شتہ نہ کروں اور جس نے حق کو پہچان لیا وہ اس سے کسی حال میں جدا نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

مرید کی اپنے پیر کے ساتھ سب سے کتر حالت ایسی ہونی چاہئے جیسی ماں کی اپنے اکلوتے بچے کے ساتھ ہو اگر تہی ہے۔ اس کی راحتوں کو مقدم رکھے اسکی مشقتوں کو اپنے اوپر لے اور ہر حال میں اسکو دوست رکھے۔ اور پیر ہی باطنی امور میں اپنے مرید کے لئے ایسا ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ تمہارا امام ہدایت (پیر و مرشد) تمہارے پروردگار کے سامنے جس قدر تمہارے لئے اہتمام کرتا ہے اس قدر خود اپنے لئے نہیں کرتا۔ پس تم بتاؤ کہ تم پر ایسی مہربانی پیر کے سوا باپ یا کوئی اور الفت والا کر سکتا ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے کلام پر جو انہوں نے اپنی لاٹھی کے بارہ میں کہا تھا غور کرو۔ انہوں نے کہا کہ ”اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں“ اور یہ نہ کہا کہ اس سے اپنی ضرورت کے لئے پھل جھاڑتا ہوں۔ بلکہ وہی کہا جو اون کی نگہبانی کی چیز سے متعلق تھی۔ تاکہ نعمت دہندہ کے حضور میں شکر کی یاد آئے۔ اور ”اس پر سہارا لگاتا ہوں“ صرف کمزوری و عاجزی کے اظہار کے لئے کہا۔ اور اس میں میرے اور بھی اغراض

ہیں، ”اِس جملہ میں اپنے کاموں کو جو اوس لاٹھی سے نکلتے تھے اسلئے  
مُجمل طور پر بیان کیا کہ عددی مرتبہ او سکو محدود نہ کرے ورنہ اوس کی امداد  
محصور ہو جاتی علیٰ ہذا القیاس جب تمہارا پیر تمہاری خدمتوں کو نہ گنواے  
تو تم سمجھو کہ وہ حصر کے نقصان کا اطلاق کے کمال سے جبر کرنا چاہتا ہے  
”صبر کے بندوں کو تو بے حساب ہی اجر بہر دیا جائے گا“ اِس میں غور  
کرو۔

حق تو وہی وجود ہے جو اپنے مرتبہ پر برابر قائم ہے اور حقائق بدلنا نہیں  
کرتے۔ اسلئے سارے حقائق حق ہیں۔ یہاں تک کہ باطل ہی اس بات  
میں کہ وہ باطل ہے حق ہے۔ اور یہ اسوجہ سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے  
اور جو اوس کے سوا دیگرے جانتے ہیں وہی باطل ہیں۔ مگر  
آیت۔ فافہم

مقصود یہ ہے کہ حجاب کے حکم سے رہائی ہو نہ کہ حجاب کی صورت  
سے۔ کیا تم شیشہ اور شفاف جسموں کے پردہ کو نہیں دیکھتے کہ وہ حجاب  
کی صورت میں ہیں جو اپنے باطن تک اجسام کے پہنچنے کی مانع ہیں لیکن  
چونکہ جو روشنی ان کے اندر ہے اُن کے ظاہر ہوئے اور اپنے اندر تک

ع دیکھو سولہویں پارہ کا دسواں رکوع (سورہ طہ کی سترہویں و اٹھارہویں  
آیتیں) ۱۲۔

ع تیسویں پارہ کا سولہواں رکوع (سورہ زمر کی دسویں آیت) ۱۱ نمایاں فی  
العبرون اچیر ہم بغیر حساب ۱۲

بینائی کے نفوذ کر جانے سے نہیں روکتی ہیں ان پر حجاب کا حکم نہیں ہے  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو دیکھو کہ ”میرے لئے کل حجاب  
اٹھا دئے گئے“ یعنی ہر معنی کی ردک اور صورت سے سوائے اس حجاب  
عزت کے جو رحمان سے متصل ہے میں نے رہائی پائی۔ اور وہ حکم عبودیت  
کے منظر میں۔ حدیث میں ہے کہ ”پس حجاب سے ایک فرشتہ باہر آیا اور  
اوس نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ ایسے پردہ سے اوس نے کہا کہ میرے  
بندہ نے سچ کہا میں بڑا ہوں میں بڑا ہوں“ دیکھو کہ کیونکر ظاہر میں حجاب  
رہا اور اوس سے حجاب کا حکم اٹھ گیا یہاں تک کہ پردہ کے اس طرف سے  
بولنے والے کو پہچانا۔ اسی لئے حق کی رو سے کہا ہے۔ وما صا حبکم  
بمجنون (اور تمہارے رفیق کچھ باولے نہیں ہیں) واللہ اعلم

حدیث خزانہ اللہ فی الکلام (اللہ کے خزانے کلام میں ہیں) کے  
متعلق انکا کلام ہے کہ۔ کلام میں نہیں ہوتے مگر معانی جن میں سے ہر سمجھ  
اپنی وسعت کے موافق اخذ کرتی ہے اور ہر ادراک کرنے والے کی استعداد  
کے مطابق ادن میں سے حق الہام کرتا ہے۔ اور زلیخا کی بلائی ہوئی عورتوں  
کو دیکھو کہ کیونکر انہوں نے حضرت یوسف کی نسبت کہا کہ ”یہ بشر تو نہیں۔  
ہو نہ ہو ایک معزز فرشتہ ہے“ اور جو اختیار تین اونکو وہ صرف زلیخا کے غلام  
نظر آئے مگر زلیخا کو وہ مشاہدہ کے وقت حق ہی دکھائی دیئے۔ چنانچہ اس  
نے کہا کہ ”اِنَّ هٰذَا فَصْحٌ مِّنْ الْحَقِّ“ (اب تو حق ظاہر ہو گیا) یعنی اس کے سامنے  
اوس قول کی جو حضرت یوسف کے پردادا ابراہیم سے اونکے دادا اسحاق



کی نسبت فرشتوں نے کہا تھا حقیقت ظاہر ہو گئی اور اوس پر اوس کی تجلی ہوئی۔ فرشتوں نے ہونے والے بچے کو ”غلامِ علیم“ کہہ کر کہا تھا کہ ”بَشْرًا بِالْحَقِّ“ اور بیٹا اپنے باپ کا سر ہو ا کرتا ہے۔ اور اُنپر اور آل یعقوب پر نعمت کو پوری کرنے کے یہی معنی ہیں۔ اسکے بعد اُن کو جب ملا دیا کہ اُن کے لئے ربوبیتِ علیمِ حکیم کے دائرہ سے ہے اس لئے کہا گیا کہ ”ان ربک علیم حکیم“

پیر کا اپنے رب کے پاس ایک دن بمنزلہ اوس ہزار برس کے ہے جو مرید اپنے رب کے پاس شمار کرتے ہیں۔

مریدوں کے انوار اُن کے پیروں کے انوار کے رقیق ہیں۔ اور پیروں کے انوار اُن کے مریدوں کے انوار کے حقائق ہیں۔ پس جیسا کہ چودہویں کے چاند کے آئینہ میں نہیں ہے مگر آفتاب ہی اور اس لئے وہ رات بہر چمکتا رہتا ہے۔ اسی طرح سے مرید کمال میں نہیں ہے مگر اوسکا پیر ہی۔ اور اس لئے یہ اوسکو اپنی ساری قبولی مدد پہنچاتا ہے۔ اسکو سمجھو اور پیر کا دامن نہ چھوڑو اور اُسکو غنیمت جانو۔

ادنیٰ نقوی یہ ہے کہ نیکیوں کی وجہ سے دیون سے حجاب میں ہو اور اعلیٰ نقوی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی وجہ سے مخلوق سے حجاب میں ہو۔ اور اوس کی پوری انتہا یہ ہے کہ خدا سے یکتا کے شہود کی وجہ سے اوس کے غمیر کی

۱۰ دیکھو سورہ ہجر کی آیت ۵۱-۵۲-۵۳-۵۴ اور ۵۵ دھوین پارہ ۱

چوتھا کورس

رویت سے حجاب میں ہو۔

حدیث ان الله خلق الاجسام في ظلمة ثم رشح عليهم من نور  
(اجسام کو اللہ نے ظلمت میں پیدا کیا اور پھر اپنے نور میں سے ان پر چڑکا)  
کے متعلق انکا قول ہے کہ اجسام کے ظلمت میں ہونے کے معنی یہ ہیں کہ  
وہ ابہام و ایہام کے مراتب میں جن سے انکے جرم کی حیثیت سے یہی  
وہم پیدا ہوا۔ اور وہ نور جو ان پر چڑکا گیا وہی روح ہے۔ پس وہ اجسام جن  
میں اللہ کا چڑکا ہوا نور ہے ان اور ارح بر اس طرح سے ہیں جس طرح  
چاند سے چمکتے ہوئے بے نشان چہرہ چرکا لا ملگیا نقاب ہو۔ اس لئے جسے  
اوس چہرہ کے صرف نقاب ہی کو دیکھا اوسکو بے شناخت حاصل ہوئی  
اور نہ سرور ہوا۔ یہی حال اولیاء اللہ کا بھی ہے کہ جس نے ان کے اجسام  
کو دیکھا وہ ان سے خوش نہوا بلکہ ایسے دیکھنے سے اوس کی غفلت میں  
اور زیادتی ہوئی اور ان کے بارہ میں اوسکا سورنن اور بختہ ہوا اور سوراب  
اور زیادہ ہوا۔ اور اسکا سبب اسکے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ حجاب کی  
رویت کے باعث وہ احباب کی رویت سے محجوب رہا۔ اور اسکو انہوں  
نے طوالت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

جب تم ایسے شخص کو پاؤ کہ تمہارے کمالات اوس کے سلسلہ میں ہوں  
اور ان کے وسائل اوس کے حکم و احکام میں تو سمجھ لو کہ وہی تمہارا آقا اور  
اپنے وجود سے تمہاری تربیت کرنے والا تمہارا مرشد و امام اور اپنے موجود  
سے تمہارا ولی ہے۔ پس دو جہتوں میں سے جس جہت سے تم اسکا مشاہدہ

کرد ہر صورت میں اپنے شہود کے کردار پر اوس سے برتاؤ کرو۔ اور ہر مقام کی اک جداگانہ گفتگو ہوا کرتی ہے۔

جب سرود جو کسی مخصوص کے ذریعہ سے کسی زمانہ میں تجلی کرتا ہے تو اس کی تخصیص کا منادی ارواح و معانی کے گرد ہون میں ڈھنڈورا پیٹ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک گہر بنا دیا ہے پس اوسکا قصد کرو۔ چنانچہ اوس صاحبِ لطف کے پاس ہر ایک نزدیک و دور کی راہ سے حاجت و لئے آتے ہیں۔ تاکہ اوس کے سامنے کمال حاصل کرنے کے منافع کو دیکھیں اور اوس اللہ کا نام لیں جو ان کو ان نعمتوں سے اور زیادہ عطا فرمائے جو پہلے بخشی تھیں۔ اور اس کلام کو انہوں نے طول دیا ہے۔

محقق کی جو بات نگو دکھائی دے وہ تمہاری ہی طرف لوٹتی ہے۔ پس جس شخص کو وہ زندیق نظر آئے وہ غیب ازلی میں پہلے سے زندیق قرار پا چکا ہے۔ کیونکہ محقق آئینہ وجود ہے۔ اور جس شخص کو وہ صدیق و کمائی دے۔ وہ خود پہلے سے صدیق قرار پا چکا ہے۔ اور اوس محقق کی حقیقت کو تو صرف وہی دیکھ سکتا ہے جس میں اوسکا جیسا کمال ہو یا وہ جو اسے احاطہ کئے ہوئے ہے۔ پس سمجھو اور اہل حق کے حق کو پہچانو اور اوسکا ہر مطلب میں مشاہد کرو اور جانتک تمہاری طاقت ہو اسکے حق کی بجا آوری کو لازمی جانو۔ اسی میں تمہاری سلامتی و بہبودی ہو اور اللہ تعالیٰ برتر و داناتر ہے۔

مَّا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ۚ وَلَآ اَخْرَجَكَ خَلْقًا مِّنْ اَكْوَافٍ ۚ

تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ قلی دشمن سمجھنا اور تو دیر دور کرنا ہے۔ یعنی اوسکا نہ دشمن رکھنا تمکو اوس کے نہ دور کرنے سے تم کو تمہارے لئے بہتر ہے۔ پس ما و دعلک سہلک دونوں جملوں میں سے پہلا جملہ اور ما قلی اچھلا جملہ ہے۔ اور ایسا اس لئے ہوا کہ محبت و خوشنودی کے ساتھ دُوری اوس نزدیکی سے بہتر ہے جو بغض و غضب کے ساتھ ہو۔ پس جو شخص اپنے آخر امر کو ہر حال میں اپنے اول امر سے بناے وہ محمدی ہے اور ”وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَى“ کے خزانہ میں اوسکا حصہ ہے۔ اور اس میں طویل تقریر کی ہے۔

ذات ایک چیز ہے اوس میں درحقیقت نہ کثرت ہے اور نہ تعدد۔ اور ذات جو متعدد ہوئی ہے تو فقط اعتباری تعدد سے باعتبار اپنے تعین کو صفات کے ذریعہ سے اور اعتباری تعدد حقیقی وحدت کا قاصر نہیں ہو جیسے درخت کی شاخیں اوسکے جڑ کی اعتبار سے فاقم۔

حدیث من اُخبرت قدما ما فی سبیل اللہ بعد اللہ وجہہ عن الناس سبعین عاما (جس کے قدم اللہ کی راہ میں گرد آلود ہون گے اللہ تعالیٰ اوس کے مُنہ کو نشتر پر آگ سے دوڑ رکھے گا) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس میں وہ شخص ہی داخل ہے جو کسی دلی کے ساتھ خدا کے لئے اور اوسکی خوشنودی کی خاطر چلے بیشک اللہ تعالیٰ اوسکے مُنہ کو آگ سے دوڑ رکھے گا۔

اللہ تعالیٰ کے قول منکم من ید الدین و منکم من ید الباطن

(بعض تم میں سے دنیا چاہتے ہیں اور بعض تم میں سے آخرت چاہتے ہیں) کے متعلق انکا قول ہے کہ۔ یعنی تم میں سے بعض وہ ہیں جو ہم کو چاہتے ہیں اور ہمارے سوا کو نہیں چاہتے۔ اور اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ مومن کبھی دنیا چاہتا ہے اور اس سے اوس کے اصل ایمان میں حرج نہیں واقع ہوتا۔ اور جو شخص مرنے کے بعد جسمانی نعمتیں چاہتا ہے وہ دنیا کا طالب ہے۔ کیونکہ اہل اللہ دونوں مقام سے خالی ہیں۔ وہ نہ دنیا چاہتے ہیں اور نہ آخرت۔ اسلئے کہ اُن کی ہمت لا این کے ساتھ متعلق ہے۔ اور جو قابلِ شرکت اور قابلِ این نہ وہ دو میں تقسیم نہیں ہو سکتا۔ اسوجہ سے کہ احدیتِ فردیہ اوسکا ذاتی امر ہے جسکا نہ قبل ہے نہ بعد اور نہ اوس کے ساتھ کوئی عہد ہے۔ اور اس میں کلام کو طول دیا ہے۔

جس طرح بندہ کا وجود اپنے مولیٰ سے ہے اسی طرح مولیٰ کا شہود اپنے بندہ سے ہے۔ ”تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں“ پس جانو اور پہچانو اور الگ نہو۔

بندہ سے وہ ولایت چاہی گئی ہے جو اُس سے اپنے پروردگار کی نسبت ظہور پذیر ہو۔ اسی لئے اوسکو عبادت و بندگی کا حکم دیا گیا ہے۔ پس جب تم نے وہ کام کر لیا جو تمہارا رب تم سے چاہتا ہے۔ تو جو کچھ تم اُس سے چاہو گے اُسکو وہ ہی تمہارے لئے کرے گا۔ اسلئے تم اُس سے اُسی کہ چاہو۔ ”و اعبد

عہد خود ہو میں پادشہ کا چہنار کعبہ (سومہ بحر کی اخیر آیت) سترم

مرابط حتی یا تیلک الیقین“ (اور اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو  
یہاں تک کہ تم کو یقین آئے) فافہم  
جب تم اپنے آپ کو حق مبین کے مظاہرین سے کسی مظہر رہنما کے  
ہاتھ بچو تو اس سے اپنے کسی عیب کو نہ چھپاؤ۔ کیونکہ بائع جب بیان کر دیتا  
اور سچ بولتا ہے تو اس کی بیع میں برکت ہوتی ہے۔ اور اگر جھوٹ بولتا  
اور چھپاتا ہے تو اس کی بیع کی برکت اڑ جاتی ہے۔ اور مشتری جب  
عیب بیان کر دینے کے بعد خریدتا ہے تو اس کو یہ اختیار باقی نہیں رہتا  
کہ سودے کو واپس کر دے۔ مگر جب بغیر بیان کے لیتا ہے تو اس کو واپس  
کر دینے کا اختیار رہتا ہے۔ اسی لئے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جس نے  
اپنے گناہ کا اقرار کیا اور اسکے بعد توبہ کی تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔“

جب تم حق مبین کے مظاہرین سے کسی مظہر کو، و صاف میں سے کسی  
وصف میں پاؤ تو اپنے قلب سے صدق و محبت کے ساتھ اس کی  
طرف متوجہ ہو اور اپنے آپ کو اس کا خالص بندہ بنا دو۔ تب اس کی زبان  
حال اس وقت فہم کے کانون کو آواز دی گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔  
هَذَا يَوْمَ نَقُصُّ الصِّدْقِينَ صدقہم (یہی دن ہے کہ سچے بندوں کو اُن  
کا سچ کام آئے گا)۔ اور جو شخص اللہ کا بندہ ہو گیا اس کو یہی بس کرنا ہے  
کہ غلام اپنے آقا میں سے شمار ہوتا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے محبت کرنے  
والا ہے اس کو یہی کافی ہے کہ ”اُدی اس کے ساتھ ہے۔ جس سے محبت

عہ ساتویں پارہ کا باب اول (سورہ مائدہ کا اخیر یعنی ایک سو اکیسویں آیت) ۱۲ مترجم

رکھتا ہے۔“ فافہم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ”تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں“ اس کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ باعتبار وجود کے تم مجھ سے ہو یعنی وہ میں ہی ہوں جو ہمارے ذریعے سے خود میرے لئے متعین ہے اور باعتبار شہود کے میں تم سے ہوں۔ اس لئے کہ تمہیں وہ ہو جو عرفان کے ذریعے سے معرف والے مومنوں کے تئیں مجھے بتلاؤ گے۔ اور اسی ذریعے سے ان دونوں بزرگوں کے درمیان اُخوت قائم ہوئی کہ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے سے فائدہ حاصل ہے۔ چنانچہ آنحضرت نے اُن سے فرمایا تھا کہ ”تم دنیا و آخرت میں میرے بہائی ہو“ یعنی نبوتوں کے ختم ہونے کے زمانے میں اور ولایت کے ختم ہونے کے زمانے میں۔

نفس تعلیم پانے والے کی عقل تو وہی تعلیم دینے والے کی عقل ہے جو مفید و مستفید کے ملاحظہ کے وقت اس نفس میں کارفرما ہوتی ہے۔ ہر مرشد کی زبان حال حق میں سے گویا ہو کہ ہر مرید صادق سے کتنی ہے کہ میرا تقرب حاصل کرو۔ تاکہ میں تم سے محبت کروں۔ اور جب میں تم سے محبت کروں گا تو میں تم کو اپنا اہل سمجھوں گا۔ اور اس وقت میں تم میں اس چیز کے ساتھ ظاہر ہوں گا جس کی استعداد تم میں ہوگی۔

مرید صادق کا وہ وجود جس کے ذریعے سے وہ حق ہے نہیں ہے مگر اس کے مرشد کے پاس جو حق میں سے ناطق ہے۔ پس اگر وہ مرید اپنے مرشد

کے ساتھ متحقق ہوا تو حق ہو گیا ورنہ ہمیشہ خلق رہا۔ فافہم  
 یہ ۸۰۴ھ آٹھ سو چار ہجری میں کہتے تھے کہ اس وقت تک مجھے کوئی  
 مرید صادق نہیں ملا ہے جو بذریعہ نوافل کے میرے پاس اپنے حق کی  
 حقیقت سے نزدیک ہونا چاہتا ہو تاکہ میں اس سے محبت کروں۔ اور اگر  
 مجھے ملتا تو میں اسے اسکا پورا حق دیدیتا۔ میں اس سے محبت کرتا اور  
 میں وہی ہو جاتا۔ اور اسکا کیا پوچھنا ہے جو مطابقت و کمال کے ساتھ  
 میرا مرید ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر مجھ سے بمنزلہ کان کے  
 ہین اور عمرؓ بمنزلہ آنکھ کے اور معیت الرضوان میں اپنے ہی دست  
 مبارک کے ذریعہ سے عثمان کی بیعت لی۔ اور فرمایا کہ یا خدا یہ عثمان کا ہاتھ  
 ہے۔ پس عثمان اونکے بمنزلہ ہاتھ کے ہوئے۔ اور فرمایا کہ میری طرف سے  
 پیغام نہ پہنچائے گا مگر میں ہی یا علی۔ اس لئے علی آنحضرت کی زبان ہوئے  
 اور ناطق کے ساتھ سب مراتب میں سے زبان کو زیادہ تر خصوصیت ہے  
 اسی لئے علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ میں صدیق اکبر ہوں۔ یعنی اس  
 محمدی حق کا جس پر یہ قول شریف صادق آتا ہے کہ ”میرے بعد نہ کے گا  
 اس کلمہ کو مگر جوٹا“ اور چونکہ روح کشف و بیان کے شہر کا دروازہ زبان ہے  
 اسلئے حدیث میں آیا ہے کہ ”میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہیں“  
 اور گو اس حدیث کی سند میں کلام ہے مگر شاہد حال اسکی گواہی دیتا ہے اور یہ  
 معتبر و امانت دار گواہ ہے۔ فافہم



اللہ تعالیٰ کے قول **وَنَحْفَظُكُمْ خَائِفًا لِّنَارٍ** (اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور زیادہ لین گے) کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ جب تم کو راہ حق میں کوئی بھائی ملے تو اس کی حفاظت کرو۔ اس کے ذریعے تم کو وہ زیادہ دیگا جس کے لئے تم نے اس سے بھائی چاہہ کیا ہے۔

جب ہم پیشوایان ہدایت کے پاس آؤ تو صرف اسی لئے آؤ کہ اونکے ذریعے سے تم کو ہدایت ہو اور یہ حاصل نہیں ہو سکتا مگر اسی صورت میں کہ تم اپنے آپ کو گمراہی پر جانو اور روح ہدایت کے نور کے ذریعے سے اس رنج کو دور کرنے کے لئے تم بقرار ہو۔ **أَمْسِنُ الْمُحْضِرَ إِذَا دَعَاكَ رَبُّكَ** کون ہے کہ جب کوئی شخص اس سے فریاد کرے اور وہ اس سے بقرار کی فریاد کو پہنچے۔

جس کے ساتھ علیم حکیم کی روح پورے طور سے قائم ہو وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کا اپنے زمانہ میں آدم ہے۔ اس لئے اس پر ان کے مصالح کی خبر گیری ویسی ہی واجب ہے۔ جیسی باپ پر اپنی اولاد کی۔ یہی وجہ ہے کہ قطبوں اور ہدایت کے کاموں کو لوگوں سے کنارہ کشی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اور وہ اپنی رحمت کی مدد اور حکمت کی رہنمائی کو لوگوں سے روک نہیں سکتے کیونکہ اس درجہ کے لوگ اسکے کہنے کو ٹال نہیں سکتے جس نے کہا ہے کہ **وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ مَرْزَقُهُمْ** وکسو تھیں بالمراد وہ (اور

عہ تیرہویں پارہ کا دوسرا کوع (سورہ یوسف کی سترہویں آیت)

عہ دوسرے پارہ کا چودھواں کوع (سورہ بقرہ کی دو سو تیسویں آیت) ۱۲۱ سترہم

جس کا وہ بچہ ہے (یعنی باپ) اسپر دستور مطابق ماؤن کا کھانا کپڑا دینا لازم ہے اور اگر یہ رحمت اونپر واجب نہ ہوتی تو وہ ہڈلائے اور ستائے جانے پر کیون صبر کرتے۔ لیکن ”تمہارے پروردگار نے مہربانی کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا ہے“

اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ اونکے وہم کی غلامی سے آزاد نہ ہو جاتا تو جو تحقیق محمدی سینہ سے اوس میں پہنچی اوسکی گنجائش اوس میں نہ ہوتی۔ اور اوندکا نام جو عتیق یعنی آزاد ہوا اوسکی اصل یہی ہے۔

جو شخص اس وجود میں اپنے سردار کو چھوڑ کر ظاہر ہونا چاہے اوس کی جزا اوسکے قصد کے خلاف پوشیدگی ہے۔ اور جو شخص اپنے سردار کی بزرگی کو ظاہر کرنے کے لئے اپنی گنہگار چاہے گا اوسکی جزا ظہور اور تفرود کلمہ ہے۔

قُلْ كَيْفَ يَقُولُ عَلَى شَيْءٍ مِّنْهُ (کہو کہ ہر ایک اپنے طور پر عمل کرتا ہے)۔ طور سے مراد اوس کا مرتبہ وجود دیر ہے۔ پس کسی موجود کے لئے ممکن نہیں ہے کہ اپنے مرتبہ وجودیہ کے حکم سے باہر نکل جائے۔ اب دیکھو کہ جس شخص کا طور جہل و حجاب کا مرتبہ ہے وہ جس قدر فنون علمیہ میں مشغول ہوگا اور کثرتاً

عَلَيْكُمْ مِّنَ النَّفْسِ الْكَافِرَةِ (سورہ انفام کی چودھویں آیت) ساتویں پارہ کا بارہواں رکوع۔ ۱۲

عَلَيْكُمْ مِّنَ النَّفْسِ الْكَافِرَةِ (سورہ بنی اسرائیل کی چوڑائیوں میں آیت) ۱۲ مترجم

نظریہ میں تبصرہ حاصل کرے گا۔ اسی قدر حق میں ادسکا شک بڑھتا جائیگا اور صواب سے دور ہوتا جائے گا۔ اور جبکا طور علم و کشف کا مرتبہ ہے اسکو جتنے شکوک و اذہام پیش آئیں گے وہ سب ادسکی آنکھیں کھولتے جائیں گے جن سے وہ حق کو دیکھے گا اور صواب تک پہنچے گا۔ اور یہ یا الہام کے ذریعہ سے ہو گا یا تعلیم کے ذریعہ سے سمجھ کر۔ اور جبکا طور مکینہ پن ہے وہ جسقدر تکبر کرے گا اسی قدر دلون میں ادسکی ذلت و خواری بیٹھے گی اور وہ بُرا اور مکینہ سمجھا جائے گا۔ اور انسان کے طور کا آخری مرتبہ عزت ہے۔ پس فروتنی سے ادسکی عزت ہی زیادہ ہوتی جائے گی اور وہ مدد و مدد و ما جو رہو گا۔

صوفیوں کی زبان میں حق کا رخ وہی رخ ہے جس کو تم نے اپنے پیر میں مشاہدہ کیا ہے۔ اسلئے پیر ہی وہ رخ ہے جو تمہاری طرف ہے اور جس سے تم حق کو پہچانو گے۔

سب سے پہلا شخص جس نے سرکشی سے حد کینہ دہی سے غرور اپنے رب کے ساتھ بدگمانی اپنے آقا کے حکم پر حکم اور اپنی خواہش و دہم سے اس کے علم و اختیار کا معارضہ کیا ابلیس تھا۔ اسلئے اس کے بعد جس شخص سے یہ باتیں و توہین آئیں وہ ابلیس کا ہم نشین ہے پس اگر اس نے اس ہم نشین کے قول پر عمل نہ کیا تو اس سے بچ گیا ورنہ اس کے ساتھ ٹپک دیا گیا۔ اور جس قدر بڑے ہم نشینوں کی قلت ہوئی اسی قدر اچھے ہم نشینوں کی کثرت ہوگی۔ فافہم

معافی اعیان کی رو صین ہین۔ اسلئے کلہون کی رو صین صرف وہی ہین جن  
 میں احکام اور حکمتیں ظاہر ہون۔ اور یہ معافی جس قدر بلند ہون گے اسی  
 قدر اون کی عبارتوں کے کمال کی حیات ہوگی۔ پس جس شخص نے اپنے  
 سخت انکار سے عارفوں کو اس سے روک دیا کہ جو معنی لطیف اور روح  
 شریف اون کو حاصل ہوئی ہے اسکو اپنے روزمرہ میں بیان کریں وہ  
 اپنے جہل کے سبب سے اس کلام کا دشمن ہے چاہتا ہے کہ اس کو مردہ  
 چوڑدے اور ملیا میٹ کر دے مگر وہ گمان کرتا ہے کہ عارف کو لغو و تحریف  
 سے بچاتا ہے۔ اسلئے اسے عارف جب تم اس صفت کے شخص کو دیکھو تو  
 اس کو ایسے لفظ کی طرف اوتار کر لاؤ جس کے سوا حق میں سے اس کے  
 پاس کچھ نہیں ہے اور تم اپنی یافت کو بیان کرو۔ اور عارفوں کو سخت ضرورت  
 اس بات کی ہے کہ اپنے معارف کو انہیں ظاہری نصوص کے سپر ایہ  
 میں لاکر بیان کریں جن کے سوا حق سے انکار کرنے والے کا اور کوئی مبداء نہیں  
 ہے کیونکہ اکثر آدمی کے نفوس کشیف ہین اور حق کے مشاہد شریف ہین۔ اور  
 مرشدوں کو انکار کے ذریعہ سے نفوس کشیف ہی اذیت دیتے ہین۔ فافہم  
 پیر کی مدد اک دانہ ہے جس کو اس نے اپنے مرید کی زمین قبول میں رکھ دیا  
 اور اپنی تقیم و تائید سے اس کو سینچا ہے۔ پس جو کچھ مرید سے یا مرید کی طرف  
 سے ظاہر ہو وہ اسی دانہ کے ثمرے ہین۔ اور دانے کے نتیجے اور ثمرے  
 چاہے وہ جتنے زیادہ ہوں اس شخص کی ملکیت ہین جو اپنے حق کی زمین  
 میں دانہ ڈالتا ہے۔ اس لئے مرید کو جو کچھ امر نیک میں سے حاصل ہو وہ

حقیقت میں اس کے پیر ہی کا حق ہے۔ اس سبب سے مرید کو یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ اس کو کوئی ایسی چیز حاصل ہوئی ہے جو اس کے پیر کو حاصل نہ ہوئی تھی اور جس کا ایسا گمان ہو وہ جاہل ہے۔

بادل کو دیکھو کہ کون کونسا متفرق ہوتا اور خاک کیلئے نیچے اترتا ہے۔ پس اپنے آپ کو عبودیت سے خاک بنا ڈالو تب وہ شخص تمہاری خدمت کرے گا جس نے ریاست سے اپنے آپ کو بادل بنایا ہے فافہم

تراب (خاک) راحت کی جگہ ہے اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم کو اس نے تراب یعنی خاک سے پیدا کیا۔ اور اس اشارہ پر غور کرو جو علی کی کنیت ابو تراب قرار دینے میں ہے تو تم کو معلوم ہوگا کہ علو (بلندی) منزل میں ہے۔ جس نے اپنے آپ کو خاک میں نہ ڈال دیا اس نے آرام نہ پایا اس کو سمجھو۔

قُلْنَا تَجْلِيَّ رَبُّكَ تَجْلِيَّ جَعَلَهُ ذِكْرًا بِرُحْبِ انْكَارٍ وَرُحْبِ انْكَارٍ بِرُحْبِ انْكَارٍ  
تو اس کو ہوا کر دیا (کے متعلق انکا قول ہے کہ۔ اگر تجلی نہ پائی جاتی تو وہ ہوا نہ ہوتا۔ پس جب تم ایسے شخص کو پاؤ جو ظاہر ظاہر حق سے ڈرتا ہو تو جان لو کہ یہ حق کا موجد ہے اسی لئے ڈرتا ہے گو خود اس سے اس کا شعور نہ ہو۔ اور اس کی اس یافت کی حرمت کی نگہداشت کرو۔

جس کو اس کا شہود ہو کہ سارے امر اس کی ایک کے ہیں یہاں اس کے غیر کا فعل ہی نہیں ہے اور اس کا ایجاد اس کے معلوم و مراد کے مطابق ہے وہ عالم میں نہ دیکھے گا مگر سچائی واقع کے مطابق۔ اور اس لئے اس کے

نزویک عالم میں نہیں ہے مگر سچائی نہ کہ اسکی ضد۔ فافہم  
 جس شخص کو یہ شہود ہو کہ ممکن نہیں ہے کہ وجود کے ذریعہ سے اسکا نقیض  
 قائم ہو۔ اور دونوں کے سچ میں کوئی واسطہ نہیں ہے وہ نہ مشاہدہ کرے گا  
 وجود میں مگر حق ہی کو۔ اگرچہ کسی چیز کو اس کے طور کے بعد کسی وجہ سے چھپا  
 دے یا کسی چیز کو اس کے چھپنے کے بعد کسی وجہ سے ظاہر کر دے۔ اور  
 جب ایسے شخص کا شہود پورا اور کامل ہو گیا تو وہ مشاہدہ نہ کرے گا مگر ایک ہی  
 کو اور اسکا شاہد اسکا شہود ہو جائے گا۔

جس نے محدّد کیا اس نے شمار کیا اور جس نے مجرد کیا اس نے  
 توحید کی۔ اور جس کو دونوں امر کے احکام میں حکمت کے ساتھ تصرف کرنے  
 کی قدرت حاصل ہوئی وہ رہا ہی ہوا اور مقید ہی ہوا۔ اور ہی حق مبین ہو۔  
 خیر کی صورتیں فرشتوں کی سی ہیں اور شر کی شیطانوں کی سی۔ پس  
 خیر کی جس صورت میں ایسی چیز ملی ہوئی ہو جس سے وہ شر ہو جائے گی وہ  
 شیطانی صورت ہے جو تشبہ و تلبس سے ملکی صورت میں متشکل ہوئی ہے۔  
 اور شر کی جس صورت میں ایسی چیز ملی ہوئی ہو جس سے وہ خیر ہو جائے گی  
 وہ شیطان ہے جس نے اپنے مقابلہ میں حق کی اعانت کی ہے اس نے  
 اس نے اطاعت قبول کی ہے پس وہ اپنے رفیق کو حکم نہ دے گا مگر خیر ہی  
 کا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جوٹ کی صورت شیطانی ہے۔ مگر جب دو شخصوں  
 میں مصالحت کرانے یا پروردگار کے کسی حق کو قائم کرنے مثلاً کسی کی جان  
 بچانے یا مظلوم کی مدد کرنے یا ظالم کو ظلم سے باز رکھنے اور ایسے ہی دوسرے

کام کرنے کو جھوٹ بولا جائے تو یہ شیطانی صورت اس وقت مسلمان ہو گئی ہے  
حکم دے گی تو خیر ہی کا۔ اور اسی پر قیاس کر لو۔ فافہم۔

جب وجود کسی موجود میں کسی وصف کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو وہ موجود  
موافقت کو دوست رکھتا ہے اور جب اس کی مخالفت کی جاتی ہے تو  
مفاہرت قبول کرتا ہے۔ اسی لئے جب تم کسی موجود کے کسی کام کو عیب  
لگاؤ گے تو وہ ضرور اس کو ناپسند کر لگا اور تمہاری بات کو قبول نہ کرے گا۔  
مگر اسی صورت میں کہ تم اس کے سامنے سر تسلیم خم کرو <sup>ع</sup>و مَن يَتَّبِعْ غَيْرَ  
الْاِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ (اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی  
تلاش میں ہو تو اس کا وہ دین مقبول نہیں۔ فافہم۔

بہشت کے بہت سے درجے ہیں۔ سب سے اعلیٰ فردوس ہے جس  
کی چہت اس رحمان رب اعلیٰ کا عرش ہے جو روزی دیتا ہے اور اس کو  
کوئی روزی نہیں دیتا۔ اور اسی سے ہر اہل جنت کے لئے وہ چیزیں آتی ہیں  
جن کو نہ اون کی اور نہ اون کے سوا اوروں کی آنکھوں نے دیکھا ہے اور نہ  
کانون نے سنا ہے اور نہ ان میں سے کسی بشر کے دل میں اون کا خیال گذرا  
ہے۔ پس عرش کے پاس وہ چیز ہے جس کو صرف حق مجرب ہی کی رحمانیت  
جانتی ہے۔ اور فردوس کے پاس رحمان کے یمان کی وہ چیز ہے جو اس کے  
پاس عرش کے واسطے سے آتی ہے۔ اس لئے اس پر نہیں مطلع ہوتے  
مگر عرش اور اہل عرش۔ اور جس جنت کی چہت فردوس ہے اس کے رہنما والوں

عہد تیسرے پارہ کاستر ہوان رکوع (سورہ آل عمران کی پچاسویں آیت) ۱۲

کے پاس رحمان کے یہاں سے فردوس والوں کے واسطے سے وہ چیز آتی ہے جس کا علم و ادراک اہل عرش اور اہل فردوس کے سوا کسی کو نہیں ہے اور اسی طرح سے آخر زمانہ تک۔ پس ان بہشتوں میں سے جو ادنیٰ ہیں ان کی نعمتیں بھی ادنیٰ ہیں اور جو اعلیٰ ہیں ادنیٰ کی نعمتیں بھی اعلیٰ ہیں۔ اور ہر جنت والے کو اس کی چیت رحمان کا عرش دکھائی دے گی۔ کیونکہ وہ اپنے رب رحمن کو نہ دیکھیں گے مگر اس کے مظاہر میں۔ اور اس میں انہوں نے طول طویل تقریر کی ہے۔

بایزید رضی اللہ عنہ کا جو یہ قول ہے کہ :-

”میں حجاب میں ہوا تو میں نے گھر کو دیکھا اور صاحب خانہ کو نہ دیکھا پھر دوسری مرتبہ حجاب میں ہوا تو گھر کو بھی دیکھا اور صاحب خانہ کو بھی دیکھا پھر تیسری مرتبہ حجاب میں ہوا تو صاحب خانہ کو دیکھا اور گھر کو نہ دیکھا“ اس کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ اگر بایزید حقیقت کو ایسا پہچانتے کہ پہچاننے کا حق ہے تو ہر چیز کو اس کی منزلت پر اتار لاتے اور ان سے پوشیدہ نہ رہتا کہ جب عدو کو دیکھتے تو کل ایک ہی تھا اور جب ایک کو دیکھتے تو عدو ان سے پوشیدہ نہ رہتا۔ فافہم

اللہ تعالیٰ کے قول ربنا مشارق کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یعنی ہر دائرہ میں اس کا ایک مشرق (جائے طلوع) ہے کہ اس دائرہ والے اس کو صرف اسی مشرق سے پہچانتے ہیں اور اس کو سجدہ نہیں کرتا مگر اسی جہت سے۔ پس بھیجیوں کے لئے قہار ربوبیت کے مشارق



ہیں۔ اور فقہار کے لئے صوفی مشارق ربوبیت ہیں۔ اور صوفیوں کے لئے ذوق باطن والے مشارق ربوبیت ہیں۔ اور اسی طرح سے اعلیٰ مشارق تک اور یہ مشارق تحقیق کے ناطقے ہیں۔ پس جو شخص عبادت کرتا ہے وہ رب کے سجدہ کا قصد نہیں کرتا مگر اسی حالت میں کہ وہ اس کے پاس اس کے دائرہ کے مشرق سے آئے۔ اور یہ وہ صورت ہے کہ جب اپنے مافوق میں اوس کے پاس آئے تو وہ کہے کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تو میرا رب نہیں ہے۔ اور جب اُس کے لئے اس صورت میں آئے تو کہے کہ تو میرا رب ہے اور اس کے لئے سجدے میں گر پڑے۔ کیونکہ اس نے اوس کے لئے اوس صورت میں تحویل کی ہے جس کے ذریعہ سے اور جس میں وہ پہچانتا ہے۔ فافہم۔

یہ کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے حدیث مائت کت شلیس لیکر یکمالی اللہ اکلا و قد مبتدئہ الخ در تم کو اللہ سے نزدیک کر دینے والی کوئی چیز میں نے نہیں چھوڑی ہے جس کو میں نے بیان نہ کر دیا ہو کے متعلق کہا ہے کہ اُس بنا پر جو چیز کہ کتاب اللہ میں پائی جائے اور نہ سنت میں وہ نیک کام نہیں ہے اور اس کی تائید اس دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ ”جس عمل کے بارہ میں ہمارا حکم نہیں ہے وہ مردود ہے“ میں کہتا ہوں کہ یہ کہنا اوس صورت میں صحیح ہوتا جبکہ اس بات کی کوئی دلیل ہوتی کہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا اور جتنی چیزوں کی رہنمائی کی تھی سب اون سے نقل کی گئی اور ہم تک پہنچی ہے۔ حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم

نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ بہت سی باتیں وہ بھول گئے اور بہت سی جن میں انہوں نے مصلحت دیکھی مخفی رکھیں۔ اور اس واقعہ کے موجود رہتے کیونکر یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ جس چیز کا ذکر ہم نے اس سنت میں نہ پایا جو ہم تک پہنچی وہ اُن باتوں میں سے نہیں ہے جن کو شرع نے بیان کیا ہے ہو سکتا ہے کہ اُن امور میں سے ہو جو بتائے گئے مگر ہم تک نہ پہنچے۔ اور جب ہم اس بات کو نہیں جانتے تو کیونکر یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ نیک کام نہیں ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ جس چیز کی ہم کو کوئی اصل مل جائے گو وہ دور کی کیون نہ ہو اور کوئی چیز صریحاً اس کی باطل کرنے والی نہ ملے تو وہ نیک کام ہے۔ اور جس چیز کی نہ ہم کو کوئی اصل ملے اور نہ کوئی مبطل وہ وہ تو ہوا اسکا حکم اللہ تعالیٰ کو والہم اعلم اور جس چیز کا مبطل ملے تو اس سبب سے اسکی اصل بطلان ہے تا وقتیکہ اسکی صحیح قرار دینے کی دلیل نہ ملے۔ اور شاید جو لوگ کہ ایسی صورتوں میں جن کو بعض عام حکم یا نصوص باطل قرار دیتے ہوں امام پر عمل کرنے کو صحیح سمجھتے ہیں وہ ان مبطلات کی تخصیص خضر علیہ السلام کے قصہ اور اسی قسم کی باتوں سے کرتے ہوں اور اس شخص نے بیشک انصاف کو راہ دیا ہے جس نے صاحبِ حال لوگوں کے لئے یہ کہا ہے کہ ہم اُن کے لئے اُن کے حال کو تسلیم کرتے اور ان کا اقتدا ہم نہیں کرتے کیونکہ ہم نہ اسکا مبطل پاتے ہیں اور نہ مصلح۔

جس کو اپنی نسبت بڑائی اور عظمت کا توہم ہوا اس میں اور انی اللہ من دونہ کہنے والے میں کوئی فرق ہے۔ ؟ اس سے بڑھ کر اور کیا فقرہ

ہو سکتا ہے ؟ -

حدیث ۲۱ عوذبك ان اغتال من تحتی رین اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے نیچے والے سے دھوکا کھاؤں (کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ - یعنی میں تیری پناہ اس بات سے چاہتا ہوں کہ جس کا مرتبہ میرے مرتبہ کے نیچے ہے اپنے تحکم سے مجھ پر غالب آجائے یہاں تک کہ اپنے مرتبہ کے حدود کی قیدوں میں داخل ہو کر مجھ کو میرے حکم کے نافذ کرنے سے خارج کر دے - بس اپنے نیچے والے سے دھوکا کھانا یہی ہے - اور یہی اللہ تعالیٰ کے قول فجعَلْنَا عَالِيَهَا سَاقِلَهَا پر ہم نے اُس کے اوپر کہ حصہ کو اُس کے نیچے کا حصہ کر دیا کی حقیقت ہے - فافهم -

محقق مجرد مطلق ہر اہل مرتبہ کو اُسی کی زبان میں خطاب کرتا ہے - اور ہر چیز اوس کے پاس اندازہ سے ہوتی ہے - چنانچہ اہل خبر کو اون کی خبر سے مخاطب کرتا ہے - اہل نظر کو اُن کی نظر سے اور اہل ذوق کو اون کے ذوق سے -

ذکر باحق کی علامت یہ ہے کہ وہ ذکر حق سے تمہارے پاس وہ چیز لائے کہ حیب میں اُس کو تمہارے لئے کہول دوں تو تم اوس کو اپنے قلب میں ثابت پاؤ گویا وہ ہمیشہ تمہارے پاس موجود تھا مگر کسی عارض کے باعث تم اُس کو ہول گئے تھے - اور حیب اُس بیان کے ذریعہ سے تمہارے لئے وہ کہول دیا گیا تو محکوم وہ یاد آگیا فذلک انما انت مذکور - فافهم

عہ جو دہوین پارہ کا پانچواں رکوع ۱۳۰

فَاِنْ اَتَّبَعْتَنِ فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ اَكْلَامِ (پس اگر تم کو میرے ساتھ پہنچا ہی  
 ہو تو جب تک میں تم سے کسی بات کا تذکرہ نہ کروں تم مجھ سے اسکی بابت کچھ پوچھنا ہی نہیں) کے متعلق  
 کہتے ہیں کہ۔ یہ اس لئے کہا گیا کہ تابع کا کمال یہ ہے کہ اپنے متبوع کے ذریعہ  
 سے متحقق ہو۔ اور اسکا راستہ محبت و تعظیم ہو اور ان دونوں کے لوازمات میں سے  
 عاشق کے ارادہ کا معشوق کے ارادے کے مطابق ہونا ہے پس قول یا فعل  
 میں اس سے سبقت نہ کرے۔ اور یہ وجہ بھی ہے کہ تابع جب اپنے متبوع سے  
 ایسی بات کو پوچھے گا جسکا اس نے اس سے ذکر نہیں کیا ہے تو ممکن ہے  
 کہ متبوع کی حکمت کا اقتضایہ ہو کہ متبوع کو اس کا جواب نہ دے۔ ایسی  
 صورت میں اگر متبوع جواب دے گا تو حکمت کی مخالفت سے ضرر ہوگا۔ اور  
 اگر جواب نہ دے گا تو اس کا کٹکالگا ہوا ہے کہ تابع کے نفس پر گراں گزرے گا  
 اور صاف محبت مکرر ہو جائے گی اور متبوع سے فائدہ پہنچنا موقوف ہو  
 جائے گا۔ فافہم۔

ذکر بیان ہے۔ اور یہ ایک تو الہی ہے جو اللہ کی طرف کا ذکر ہے۔  
 اور ایک رحمانی ہے جو رحمن کی طرف کا ذکر ہے۔ اور ایک ربانی ہے۔ جو  
 اُن کے رب کی طرف کا ذکر ہے۔ اور ایک رحمت ہے جو تمہارے رب  
 کی رحمت کا ذکر ہے۔ اور قرآن کی زبان میں حدوث کے ساتھ انہیں  
 سے کسی ذکر کو موصوف نہیں کیا ہے مگر اسی کو جو اللہ تعالیٰ کے ذکر

حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصہ میں حضرت حقیر کی زبان سے یہ جملہ بھی



کے باعث اگر نبی نہ تھے یا تعجب میں مشغول ہو جانے کے باعث اگر نبی تھے یا غافل و جاہل نہ تھے اور بیان و کشف کی رو سے اس طور پر کہ ظاہر ہو کہ اون کے سوال کا جواب ہے اللہ نے اُن کو دکھایا جو کچھ کہہ دیا یا۔ اور یہ بھی جو دکھایا تو اس کے بعد کہ سو برس تک ان کو مردہ رکھا اور اس کے بعد جلا اٹھا یا۔ اس لئے انھوں نے اس کو نہ دیکھا مگر بعثت موت کی حالت میں۔ اب رہے ابراہیم علیہ السلام سو وہ اپنے سوال کے ساتھ کمال حضور کے قصد سے حق کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن کا سوال فوراً قبول ہو کر اُن کی مراد اون کو ملی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ”فخذ“ اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس امر کے ساتھ اعتنا رکھنا اور ابراہیم علیہ السلام کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے حرف ”فا“ لایا گیا ہے جو فوریت کا مقتضی ہے۔ اور انہوں نے مرنے اور جی اٹھنے کے قبل وہ بات دیکھی جو انہوں نے موت سے اٹھ کر دیکھی تھی پس اس سے ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت گاؤں سے گزرنے والے پر ثابت ہوئی۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ ”ولکن لیطمئن قلبی“ کا استدراک کس چیز سے ہے۔ اور اطمینان قلب سے یہاں کیا مراد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس استدراک کا مقصود عدم ایمان کے باعث سوال کرنے کی نفی اور فقط اطمینان قلب کے لئے سوال کرنے کا اثبات ہے۔ اور اطمینان سے اس رنج و پریشانی کا دفع ہو جانا مراد ہے جو حصول سؤل عنہ کے انتظار سے لاحق ہوئی تھی نہ کہ تردد و شک کے رنج کا دفع ہو جانا۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ

جبکہ ابراہیم علیہ السلام کی نسبت پہلے یہ خبر دی جا چکی تھی کہ وہ بیشک دنیا میں برگزیدہ اور آخرت میں نیکو کاروں میں سے ہیں تو اُن کے سوال کے مقابلہ میں اون سے ”اولم تو من“ (کیا تم کو ایمان نہیں) کہنے کی کیا توہین ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ”مجھ کو دکھاؤ“ کبھی تو ایسے مقام پر بولا جاتا ہے جہاں معلوم اور برہان سے ثابت شے کی کیفیت کا مشاہدہ مقصود ہوتا ہے تاکہ برہان کے ساتھ عیان سے بھی معلوم ہو جائے۔ اور کبھی اعتقاد نہ رہنے کے باعث ساکت و عاجز کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس کمزور آدمی سے جو ایک بڑے بہاری چٹان کو اکیلے اٹھالینے کا دعویٰ کرے تم کہو کہ مجھے دکھا کہ تو کیونکر اسے اٹھاتا ہے حالانکہ تم کو اعتقاد ہے کہ نہ وہ اٹھاسکتا ہے اور نہ اس کے امکان میں ہے۔ لیکن ابراہیم علیہ السلام نے اس دوسری صورت کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اور نہ اس کا توہم تھا۔ یہ تو صرف پروردگار کی اس حکمت کا اقتضا تھا جو اُسے اپنے بندوں کے لئے مفید سمجھی تھی جو ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا تم کو ایمان نہیں ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں۔ اس سوال و جواب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایمان والے بندوں کو اپنے ایک حبیب کی نسبت بدگمانی کر نیے بجا دیا کیونکہ اس آیت کو سن کر اُن کو ایسا وہم ہوتا اور وہ نادانستہ اپنی بدگمانی کے باعث ضرر اٹھاتے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ برگزیدگی کی خبر دینے کے قبل اس سوال کا وقوع ہوا ہو واللہ اعلم۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ اور اعداد کو چوڑ کر چار کی تعیین میں کیا مصلحت ہے۔ اور پندوں کے جنس کی تعیین

مین کیا مصلحت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چار کا عدد سب سے بڑھ کر  
 اعداد کا جامع ہے۔ کیونکہ یہ فرد بسیط کا جو ایک ہے اور فرد مرکب کا جو تین  
 ہے اور حقیقت بسیط کا جو دو ہے اور حقیقت مرکب کا جو چار ہے جامع ہے  
 پس اس میں اس بات کو یاد دلانا ہے کہ خلق کو اپنے رب کے لئے دو  
 دو اور ایک ایک کر کے کھڑا ہونا چاہئے اور دو دو بسیط ہی ہو سکتے ہیں اور  
 مرکب ہی اور علیٰ ہذا ایک ایک بسیط ہی اور مرکب ہی۔ اور اس میں اون  
 لوگوں کی صفوں کا بھی یاد دلانا ہے جو اٹھائے جائیں گے۔ کیونکہ اونکی  
 چار ہی قسمیں ہوں گی (۱) کافر۔ (۲) مومن اپنے اوپر ظلم کرنے والا۔ (۳)  
 مومن میانہ رو مخلص۔ (۴) سابق بالخیرات۔ اور پرندوں کی تخصیص کا سبب  
 یہ ہے کہ یہ سب جانوروں سے بڑھ کر بڑھنے والے اور جس سے بڑھ کر  
 اوس سے بہا گئے اور دور رہنے پر سب سے زیادہ قدرت رکھنے والے ہیں  
 پس جب اس جنس کو وہ پکارینگے اور وہ اون کے پاس دوڑتا چلا آئے گا  
 تو دوسری جنس والے بطریق اولیٰ آئیں گے۔ اور اس لئے یہ باعتبار دوسروں  
 کے بہت بڑی نشانی قدرت ہوں گے۔ اور یہ وجہ بھی ہے کہ تمام جانوروں  
 کے اعتبار سے پرندوں میں بہت کم رطوبت ہوتی ہے اور مرنے کے بعد  
 سب سے جلد یہ خشک ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کی جسمانی حیات کا ظاہر  
 و باطن نہ رہنا متیقن ہوگا۔ پانچواں سوال یہ ہے کہ ”کلی جبل“ سے آیا سارے  
 پہاڑ مراد ہیں یا صرف چار ہی پہاڑ یا اور کچھ۔ اور جو صورت مراد ہو اوس کی وجہ  
 کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اوس قدر پہاڑ مراد ہیں جس قدر پرندوں



کے ٹکڑے کئے جائیں۔ اگر زیادہ ہون تو زیادہ اور کم ہون تو کم۔ اور اسکی دلیل ”اجعل علی کل جبل منھن جنۃ“ (پہر ایک ایک پہاڑی پر انکا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو) ہے۔ اور ٹکڑوں کی تعداد حکم میں بیان نہیں کی گئی۔ اور کل پہاڑوں پر اس کو محمول کرنا عاودۃ مستغدر ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ کل پہاڑوں میں سے ایک ایک ٹکڑا بلا تعین رکھ دیا جائے کیونکہ یہی قصہ کے مناسب ہے اور اس میں امر عجیب کا معائنہ ہے۔ چنانچہ سوال یہ ہے کہ ”ثمۃ“ دغص میں لفظ غم کیوں لایا گیا ہے؟ اور پرندوں کے آنے کو اون کے بلائے پر کیوں معلق کیا گیا ہے؟ اور اون کے ”آئے“ میں کیا حکمت ہے۔ جہاں وہ زندہ ہوتے وہاں سے اڑ جاتے پر کیوں کفایت نہ کی گئی۔ اور دوڑتے ہوئے آئے میں کیا مصلحت ہے۔ اُدھر یا آہستہ چلکر آنے میں کیا مضائقہ تھا۔ (یہ سوال تو اس تقدیر پر ہے کہ دوڑنا پرندوں سے متعلق ہو۔ اور اگر ابراہیم علیہ السلام سے متعلق ہو۔ تو) ان کے دوڑنے میں پرندوں کے جی اودھنے کو دیکھتے یا اونکو پکارتے وقت کیا فائدہ ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ ”ثمۃ“ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ پرندوں کے پہاڑ پر پہنچنے کے بعد کچھ حرکت ہونی چاہئے تاکہ اون کے خشک ہو جانے کی جگہ میں پڑے رہنے کے باعث اون کی موت میں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ اور اگر اسکا لحاظ کیا جائے کہ وہ اون پہاڑوں پر رکھے گئے تھے جن پر آفتاب کی دھوپ بے روک پہنچتی تھی اور غمزدگی آثار کو آفتاب کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اور جب انکو

تھوڑے عرصہ تک اون پہاڑوں پر چوڑا گیا اور وہ زندہ نہ ہوئے تو معلوم  
 ہوا کہ آفتاب میں وہ تاثیریں نہیں ہیں جو وہ سمجھے تھے۔ لیکن جب اونکو  
 حق کے پکارنے والے نے پکارا تو وہ اوس کے پاس آئے اور دڑتے  
 ہوئے آئے۔ پس اس میں یہ ارشاد ہے کہ احیاء موتی اونکی دعا سے ہوگا  
 ”ثم اذا دعا کم دعوتہ من کلامہ ۱۲۱۲ انتم تسخر جون“ پھر جب وہ  
 تم کو ایک آواز دیکر زمین سے بلائے گا تو بس (تم نکل چڑو گے) لیکن  
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلانا کلام نفسانی کے ذریعے ہے جو اوس کی  
 جناب کے شایان اور مراد کو دعوت تک پہنچانے میں کلام لسانی کا قائم مقام  
 ہے۔ پس اس مقام پر ابراہیم علیہ السلام کا کلام لسانی بلائے کے ذریعے  
 مردہ کو زندہ کرنے میں حق تعالیٰ کے کلام نفسانی کا منظر ہے۔ تاکہ کلام کرتے  
 وقت اپنے نفس کی رویت میں اون کو زندہ کرنے کی رویت حاصل  
 ہو جائے۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام اسمِ محمدی کے منظر تھے۔ پس اگر یہ قول  
 سے نہ بلائے تو ان کے پاس احیاء کے مظاہر میں سے کوئی ایسی  
 چیز نہ ہوتی جس کو محسوس کر کے وہ احیاء کو محسوس کر سکتے۔ اور اس منظر میں  
 کہلا ہوا برہان ابراہیم علیہ السلام کے مخالفون کے مذہب کے باطل ہونیکا  
 موجود ہے جو مخفی نہیں ہے۔ اور اگر یہ ان کے قولِ مسموع کے ذریعے سے جو  
 حس کے ذریعے یقینی ہے نہوتا تو مخالفون کے لئے اس مکابرہ کی  
 گنجائش تھی کہ وہ زندہ کرنا ویسا نہیں ہے جیسا لوگ ان کی طرف

نسبت کیا کرنے ہیں۔ اور پرندوں کے آنے میں اوس خبر کا یاد دلانا ہے جو مردوں کے زندہ کرنے والے نے اپنے اس قول کے ذریعہ سے دی ہے ”یوم یبعثکم فتبتحبون بحمدہ“ (جس دن کہ خدا تمکو بلائے گا تو تم اوس کے حکم تعمیل کرو گے اسکی تعریف کرتے ہوئے) یعنی ادا ہٹ کر اوس کی طرف جاؤ گے۔

آب رہا پرندوں کا پہاڑ پر سے دوڑ کر جاتا۔ سو اس سے اون کی قوت اور اون کی حیات اور اون کی صحت وغیرہ پورے طور سے ثابت ہوتی ہے۔ اسلئے اون کا دوڑنا اس امر کی دلیل ہے کہ جیسے وہ پہلے تھے ویسے ہی تمام و کمال ہو گئے۔ اور اس میں ”کُنَّا بَدَاکُمْ نَعُوذُونَ“ (جس طرح تم کو پہلے پیدا کیا تھا اسی طرح تم دوبارہ بھی پیدا ہو گے) اور دوبارہ چلائے ہوئے لوگوں کی قبروں سے دوڑ کر جانے کو یاد دلانا ہے۔ اس آیت پر انہوں نے بڑی طویل تقریر کی اور پچیس سوال و جواب لکھے ہیں۔ واللہ اعلم  
وَمَا يُخْفِ عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ (اور اللہ

۱۵ پندرہویں پارہ کا پانچواں رکوع (سورہ بنی اسرائیل کی بائیسویں آیت) ۱۲ مترجم

۱۶ اٹھویں پارہ کا دسواں رکوع (سورہ اعراف کی اسیسویں آیت)

۱۷ یہ سورہ معارج کی تیسرا لیسویں آیت (پارہ ۲۹ رکوع ۸) کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہی یوم یحیون من الاموات سر اٹھائے گا انہم الی تعصیب فی قفون۔ جبکہ یہ قبروں سے نکل پڑینگے اور اس طرح دوڑتے ہوئے گویا کسی پالے کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں۔

۱۸ سورہ ابراہیم کی اسیسویں آیت (پارہ ۳۱ رکوع ۱۸)

پر کوئی چیز چسپی نہیں رہتی نہ زمین میں اور نہ آسمان میں (کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت سے پاک ہے۔ دلائل کی وجہ یہ ہے کہ ترقی کا قاعدہ چاہتا ہے کہ زمین پرگی چیز کی اطلاع زمین کے لئے آسمان پرگی چیز کی اطلاع سے قریب تر ہو۔ پس اگر آسمان اللہ تعالیٰ کی جہت ہوتا تو اس آیت میں مؤخر نہوتا۔ کیونکہ یہ کہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ فلان بادشاہ پرندہ دور کے شہروں کی کوئی بات پوشیدہ ہے اور نہ اپنے محل یا اپنے شہر کی۔ کہنا تو یہ چاہیے کہ اوس پرندہ کوئی بات اپنے شہر کی پوشیدہ ہے اور نہ دور کے شہروں کی۔ اس لئے حق تعالیٰ کی اگر کوئی جہت ہوتی تو یہ آیت اوس جہت کی ضرور مقتضی ہوتی۔ لیکن ہم سب اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ زمین کی جہت سے منزہ ہے اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ آسمان اور اوس کے اوپر کی جہت سے منزہ ہے۔ اور ان دونوں کے سوا اور کوئی جہت نہیں ہے۔

اسلئے اوسکی اصل کوئی جہت نہیں ہے فافہم

جس شخص نے کسی امر کو اپنے نفس اسکا فی کی طرف منسوب کیا اُس نے اوسکو محل زوال و فنا کی طرف منسوب کیا۔ اسلئے وہ معرض زوال و نحو میں ہے۔ اور جس نے اوس امر کو اپنے مولیٰ حق تعالیٰ کی طرف جو واجب الوجود ہے منسوب کیا اوس نے اوس کی نسبت بارگاہ بقارہ دوام سے قائم کی۔ اسلئے وہ مراتب بقارہ میں ہمیشہ باقی ہے۔ پس اے بندے جس چیز کا زوال و فنا تو پسند کرتا ہو اوس کو اپنے نفس کی

طرف منسوب کر۔ اور جس چیز کا دوام و بقا تو چاہتا ہو اس کو اپنے رب کی طرف منسوب کر۔

جس کو حق تعالیٰ اپنے آپ میں مشغول فرماتا ہے اس کو کسی ایسی چیز کے سبب سے جس پر اس کو خلق میں سے متعین کرتا ہے۔ اپنے آپ سے روگردان ہونے نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ شخص اپنے ظاہر سے اس کام میں رہتا ہے۔ اور اس کا باطن تو اپنے رب ہی کے پاس ہوتا ہے۔ بندہ جب اپنے سجد کی حالت میں سو جاتا ہے تو اللہ عز و جل اس کی نسبت فرماتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو کہ اس کا جسم ہی ہمارے سامنے ہے اور اس کی روح بھی۔ اور اس کے ذریعہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے سجدہ میں مشغول رہ کر ہی اپنے معبود سے غافل نہوا۔ فافهم

جب تم اپنے رب سے دعا کرو اور وہ مقرون باجابت نہو تو اس کا باعث دعا کے وقت تمہارے اضطراب کا ویسا سچا نہونا ہے جیسا ہونا چاہئے۔

پیشوا یا نہایت پر واجب ہے کہ بندوں سے اپنی مدد اور اپنی حکمت کی غذا کو موقوف نہ کریں۔ کیونکہ یہ اس کے بال بچے ہیں۔ اور شرفا اپنے بال بچوں کو ضائع نہیں کیا کرتے۔

سب متکلم میں ہوا کرتا ہے نہ کہ اس کے کلام میں۔ پس جب باتیں کرنے والا دل کہو لکر سننے والے سے ملے گا تو اس کا کلام ہی اس سے شگفتہ ہوگا۔ گو توڑا ہی ہو۔ اور جب وہ سامع سے کچھ ملے گا تو اس کے کلام کے معانی شگفتہ نہ ہوں گے۔ گو بہت زیادہ ہوں۔ اور کلام متکلم کی صفت

ہے اس لئے جس نے موصوف کو پایا اوس نے اوسکی صفت کو پایا اور جس نے نہیں - اوس نے نہیں - کیونکہ صفت جب اپنے موصوف سے جدا ہوئی تو اوس کا مرتبہ زائل ہو گیا اور موصوف اوس سے غائب رہا فافہم اعتقاد کی قوت نصیحت قبول کرنے کا سبب ہوتی ہے اور اعتقاد کا نہ ہونا اور کمزور ہونا اوس کے نہ ماننے کا باعث ہوتا ہے۔

ہر ایک امام حق کے لئے ناگزیر ہے کہ اوس کے مقابل میں امام باطل ہو چنانچہ آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں ابلیس - نوح علیہ السلام کے مقابلہ میں یام وغیرہ - ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں نمرود - موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں فرعون - داؤد علیہ السلام کے مقابلہ میں جالوت اور اسکے بھجنس - سلیمان علیہ السلام کے مقابلہ میں صححر - اور عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں پہلی زندگی میں بختنصر اور دوسری زندگی میں دجال - لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقہ کوئی مقابلہ نہ تھا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احاطہ خفیہ کیساتھ آئے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِاَلْنَّاسِ هُوَ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ فَ اَنْظَاھِرْ وَاَنْبَاھِطْنِ" (اور جب ہم نے تم سے کہا کہ بیشک تمہارے رب نے لوگوں کا احاطہ کر لیا ہے وہی اول و آخر و ظاہر و باطن ہے) پس وہ حق ہیں جو باطل پر لا کے ڈالے گئے اس لئے وہ چلتا ہوا یہاں تک کہ ابوہل نے کہہ دیا کہ واللہ میں جانتا ہوں کہ محمد سچے ہیں - اسلئے لوگوں نے اسکو مقابلہ نہ شمار کیا فافہم

ان کے کلام میں سے استفادہ کفایت کرتا ہے۔

## (۳۱۷) سیدی یوسف عجمی کورانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے ملک مصر میں شیخ جنید رضی اللہ عنہ کے طریقہ کو مٹ جانے کے بعد زندہ کیا۔ انقطاع و سلوک میں ان کا طریقہ تعجب انگیز تھا۔ ان کے کثرت سے مرید اور متعدد خانقاہیں تھیں اپنی خانقاہ واقع قراۃ صغریٰ میں یکشنبہ کے دن نصف جمادی الاولیٰ کو ۶۸۷ھ سات سو اسیٹھ ہجری میں رہا ہی کنعان جنت ہوئے اور بیستار لوگوں نے ان کا جنازہ پڑھا۔ شیخ نجم الدین محمود اصفہانی اور شیخ بدر الدین حسن شمشیری سے بیعت کی اور خرقہ پہنا تھا۔ اور لا الہ الا اللہ کے ذکر کی تسلیم ہی دونوں سے پائی تھی اور یہ شیخ جنید رضی اللہ عنہ کا سلسلہ ہے جب یہ ملک عجم سے مصر کی طرف آرہے تھے تو راستہ میں واردات حق ان پر وارد ہوئے مگر انہوں نے اس کی طرف التفات نہ کیا۔ دوسری مرتبہ پہرہ حالت طاری ہوئی تب ہی انہوں نے توجہ نہ کی۔ مگر تیسری مرتبہ جب وہی کیفیت طاری ہوئی تو انہوں نے کہا کہ خداوند اگر یہ سچی واردات ہے تو اس نہر کو میرے لئے دودھ کی بنادے تاکہ میں اپنے اس پیالہ میں لیکر نوش کر دوں۔ چنانچہ نہر کا پانی دودھ ہو گیا اور انہوں نے اس میں سے نوش کیا۔ بعد کے مصر ہوئے۔ اور سیدی حسن تشریف رضی اللہ عنہ

ان سے پہلے سب چوڑھاڑ کر شیخ کے پاس پہنچے اور رتبہ میں اون کے لگ بھگ کے تھے اور بعض کا قول ہے کہ یہ اوسی درجہ میں بالاتر تھے۔ مگر یہ اون کے بعد ملک مصر میں آئے۔ اس پر ان سے یوسف علیہ السلام نے کہا کہ بھائی جان راستہ ایک ہی کا ہوا کرتا ہے۔ اس لئے یا تو آپ خلق کے سامنے ظاہر ہوں اور میں آپ کا خادم بن کر ہوں یا میں ظاہر ہوں اور آپ میرے خادم ہو کر زمین تاکہ طریق کی عزت قائم رہے۔ سید می حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں تمہیں خلق کے سامنے ظاہر ہو اور میں تمہارا خادم بنوں گا۔ چنانچہ سیدی یوسف رضی اللہ عنہ خلق پر ظاہر ہوئے اور مصر میں اون سے بہت سے کرامات اور خارق عادات وقوع میں آئے ان کا طریقہ مجرد رہنا اور یہ تھا کہ ہر روز خاتقاہ سے ایک فقیر باہر نکل کر آخر دن تک لوگوں سے سوال کرے اور جو کچھ وہ لے آئے چاہے جو کچھ ہو اس دن اوسی پر فقرا بسر کریں۔ لیکن جب دوسرے فقیروں کی باری ہوتی تھی تو وہ گدھے کے بوجھ بھر روٹیاں پیاز لکڑیاں مولتیاں اور گوشت لے آتے تھے اور خود سیدی یوسف رضی اللہ عنہ چند سوکھے ٹکڑے لاتے تھے جس کو ایک ہی فقیر کھا لیتا تھا۔ لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ تم میں بشریت باقی ہے اور تم میں اور لوگوں میں ایک قسم کا ارتباط ہے اس لئے وہ تمہیں ہیک دیتے ہیں اور میری بشریت فنا ہو گئی ہے یہاں تک کہ تم کو ڈھونڈنے نہ لے اس لئے مجھ میں اور تاجروں بازاریوں اور دنیا داروں میں کسی قسم کی مجانست نہیں ہے۔ اور



ان کے سوال کی صورت یہ تھی کہ یہ دوکان یا دروازہ پر جا کے کھڑے ہو جاتے اور اس قدر زور سے اللہ کا نعرہ مارتے کہ اپنے آپ سے غایب ہو جاتے اور زمین پر گر جاتے کے قریب ہو جاتے۔ اس سبب سے جو شخص ان کو پہچانتا نہ تھا وہ کہتا کہ یہ عجیبی بھنگڑا خانہ میں گیا ہو گا۔ اور ان کا معمول تھا کہ اپنے زاویہ کا دروازہ دن بھر بند رکھتے تھے نماز کے سوا کسی کے لئے اوسکو کھولتے نہ تھے۔ اور جب کوئی شخص دروازہ کھٹکھٹاتا تو نقیب سے کہتے کہ جا اور دروازہ کے در زون سے دیکھ اگر فقیروں کے لئے کچھ فتوح اوسکے ساتھ ہوں تو دروازہ کھول دے اور نہیں تو ایسی زیارتیں عذاب جان ہیں۔ ایک شخص نے ان سے اسکا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ فقیر کی سب سے قیمتی چیز وقت ہے اور دنیا داروں کی مال۔ پس اگر وہ ہمارے لئے مال خرچ کریں تو ہم اُن کے لئے اپنا وقت خرچ کریں۔ یہ جب خلوت سے باہر آتے تھے تو اس وقت ان کی آنکھیں انگڑائی کی طرح چمکتی تھیں اور جس پر ان کی نگاہ پڑتی تھی اُس کو کندن بنا دیتی تھی ایک دن ان کی نگاہ ایک کتے پر پڑی پس سارے کتے اُس کے فرمان کے تابع ہو گئے۔ وہ کھڑا رہتا تو سب کھڑے رہتے اور چلتا تو سب چلتے۔ لوگوں نے شیخ کو اس کی خبر دی۔ انہوں نے اُس کتے کو بلا کر کہا کہ دور ہو۔ پس سب کتوں نے اُسے کاٹ کہا تا شروع کیا آخر وہ اُن کتوں کے پاس سے بھاگ گیا۔ اور اکبار اور ان کو یہ اتفاق ہوا کہ یہ جگہ سے باہر آئے تھے کہ ان کی نظر ایک کتے پر پڑی اور سب کتے

اوس کے مطیع ہو گئے اور بہت سے آدمی اپنی مرادیں لیکر اوسکے پاس  
 دوڑے جانے لگے۔ اور جب یہ کتاب بیمار ہوا تو سارے گتے اس کے گرد جمع  
 ہو کر رونے اور غم و رنج کا اظہار کرنے لگے۔ اور جب وہ مر گیا تو سب نے  
 نالہ و شیون کی آواز بلند کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو امام بھیجا  
 تو انہوں نے اوس کو دفن کیا۔ اس کے بعد اوسکے ہمراہی گتے مرتے  
 وقت تک اوس کی قبر کی زیارت کرتے رہے۔ اس نگاہ نے جب گتے  
 کو یہاں تک پہنچا دیا تو ان پر اگر ٹیڑھی ہوگی تو اوس کا کیا حال ہوا ہوگا  
 بادشاہ کے کچھ غلام خوف سے ہٹا کر ان کے پاس چلے آئے تو انہوں  
 نے بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ ان کا قصور معاف کر دو۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر تم  
 فقیر ہو تو سلطنت کے کام میں دخل نہ دو اور اون کو میرے یہاں واپس  
 بھیج دو۔ مگر انہوں نے نہ بھیجا۔ تب بادشاہ نے کہلا بھیجا کہ تم بادشاہی  
 غلاموں کو تباہ کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ نہیں میں تو ان کو درست کرتا ہوں  
 آخر خود بادشاہ ان کے یہاں آیا اسوقت انہوں نے اون میں سے  
 ایک غلام کو باہر نکالا اور اوس سے کہا کہ اس ستون سے کہہ کر سونا بچا  
 چنانچہ اوس نے کہا اور ستون سونا بگلیا اور بادشاہ نے اپنی آنکھوں سے  
 دیکھا۔ تب تو اوس نے معافی چاہی اور شیخ کے قدم چومے۔ پھر شیخ نے  
 بادشاہ سے کہا کہ آیا یہ بتانا ہے یا بگاڑنا !!!۔ اور بادشاہ نے درخواست  
 کی کہ میں آپ کے فقرار کے لئے کچھ وقف کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے  
 انکار کیا۔ اور کہا کہ میں اپنے یاروں کو معلوم روزی کا عادی بتانا نہیں

چاہتا۔ شیخ یحییٰ ضافی فرماتے: مضمین ذیل کے اشعار جن بزرگ کے  
سامنے مصرعین داخل ہونے کی نسبت معارفہ میں پڑھے تھے وہ یہی  
یوسف رحمہ اللہ تھے ۵

مین صراف ہوں کیا نہیں جانتے      خاک ہے مرا دل ہین زر اولیا  
کوئی قلب ہے اور کسی میں ہر کوٹ      مین کہو سٹ کو کرتا ہوں تا کر کھرا  
تیار کیا ہے تجھے مینے صاف      تو گنبدن بے آب اور بے غش طلا

(۳۱۸) شیخ حسن تسری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیخ یوسف عجمی کے تعلیم یافتہ اور طریقت کے بہائی تھے اور ان کے بعد  
مصر اور اس کے دیہات کے سجادہ پیری پر بیٹھے۔ اور تمام اطراف و اکناف  
سے لوگ ان کے پاس حاضر ہوتے تھے۔ انکا چہرہ چمکتا ہوا اور علم و عمل  
کامل تھا اور طریقت کی ریاست ان کو ملی تھی۔ سلطان انکی زیارت کو  
آیا کرتا تھا اس لئے ارکان سلطنت وغیرہ ان سے جلتے تھے۔ آخر ان  
لوگوں نے سلطان کو ان سے بد عقیدہ کر دیا اور بادشاہ نے چاہا کہ ان کو  
شہر بدر یا قید کر دے۔ چنانچہ وزیر کو بھیجا کہ ان کے زاویہ کا دروازہ بند  
کر دے۔ اس وقت شیخ معہ اپنے فقیروں کے مصر کے باہر مقام مطریہ  
کو گئے ہوئے تھے جب وہاں سے واپس آئے تو دروازہ کو بند پا کر  
لوگوں سے پوچھا کہ کس نے دروازہ بند کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ فلان

وزیر نے سلطان کے حکم سے۔ انہوں نے کہا کہ اچھا ہم اوسکے بدن کے  
 دروازوں اور طاقوں کو بند کئے دیتے ہیں۔ چنانچہ وزیر اندھ گونگا اور بہرا  
 ہو گیا اور اوس کی ناک بند ہو گئی جس سے سانس نہیں نکلتی تھی اور  
 پیشاب و پاخانہ کے راستے بھی بند ہو گئے اور وزیر فوراً مر گیا۔ بادشاہ  
 کو جب یہ پرچہ لگا تو وہ ان کے پاس پہنچا۔ اور ان سے سلاح کر کے اس  
 نے دروازہ کھلوادیا۔ اور سلطان کی ساری فوج حسن رضی اللہ عنہ کی اس  
 درجہ مطیع تھی کہ بادشاہ سے برگردد ہو کر ان کی حلقہ بگوش ہو گئی۔ ایک  
 مرتبہ ایک نصرانی سونار نے اگر ان سے عرض کیا کہ سلطان نے میرے  
 پاس بہت ہی بیش قیمت نگینہ اپنی ایک محل کی انگوٹھی میں جڑنے  
 کو بھیجا تھا۔ وہ نگینہ مجھ سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ اب مجھے اپنی جان کے  
 لالے پڑے ہیں۔ اگر مجھ سے اوسکے دام لیئے جائیں گو دس ہزار دینار  
 کیوں نہ ہوں تو میں سمجھوں کہ سستا چوٹا لیکن حضرت میں سمجھتا ہوں کہ  
 بغیر آپ کی توجہ کے سلطان سے میں جانبر نہیں ہو سکتا۔ اوسکی یہ تقریر  
 سن کر شیخ خلوت میں گئے اور سلطان کے دل کو انہوں نے پھیر دیا۔  
 چنانچہ خود اسی نے اوس نگینہ کے دو ٹکڑے کرنے کا حکم بھیجا۔ اور اسکا  
 سبب یہ ہوا کہ اوس کی چاہستی حرم نے یہی نگینہ اس سے مانگا۔ اور  
 ہر چند سلطان نے سارے نگینے اوس کے سامنے پیش کئے مگر وہ رضی  
 نہ ہوئی۔ آخر اس پر فیصلہ ہوا کہ اوس کے دو ٹکڑے کئے جائیں اور  
 دونوں حرموں کو نصف نصف دیا جائے۔ اس لئے سلطان نے سنا

کے پاس یہ حکم لیکر ہر کارہ بھیجا۔ سونار کے پڑوسیوں نے سونار کا ماجرا بیان کیا اور کہا کہ وہ شیخ کے پاس گیا ہوا ہے۔ آخر ہر کارہ نے شیخ کے پاس پہنچ کر سونار سے سلطان کا حکم بیان کیا۔ وہ سونار مسلمان ہو گیا۔ اور شیخ کے زاویہ میں دفن ہوا۔ اور جب ابن ابی الفرج نے اپنے باغ کو مربع بنانا چاہا تو شیخ کا زاویہ چونکہ اوسکے اندر آجاتا تھا اس نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ شیخ کو کوئی دوسری جگہ دے جو میں تنہو بتا دیتا ہوں۔ چنانچہ خادم نے اسکا ارادہ کیا۔ مگر شیخ نے اس سے خواب میں کہا کہ ابن ابی الفرج سے کہدے کہ ہم کو یہاں سے نہ ہٹائے ورنہ ہم اوس کو منتقل کر دیں گے خادم نے اوس سے اس خواب کا حال کہا۔ مگر اوس نے کہا کہ یہ شیطانی خواب پریشان ہے اور شیخ کے اٹھانے کی کارردائی شہرہ کی۔ اتنے میں اوسکے پہلو میں درد ہوا اور فوراً اوسکی روح پرواز کر گئی۔

شیخ نے ۷۹۷ھ سات سو ستانوے ہجری میں اس دارنا پاؤں سے انتقال کیا اور اپنے زاویہ میں دفن ہوئے جو مصر کے قنطرہ موسیٰ بن خلیج حاکمی پر واقع ہے۔

(۳۱۹) سیدی شیخ محمد ابو المواہب شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بہت بڑے زیرک و نیکو کار و علما و آئین و اہلار میں سے تھے۔ ان کو علی ابو الوفا کی گویائی عطا ہوئی تھی۔ بہت سے موشحات ربانیہ نظم کئے اور

عمدہ واعلیٰ کتابین تصنیف کیں۔ جامع ازہر کے قرب میں رہا کرتے تھے اور جامع ازہر کی چیت پر سلطان غوری کے تعمیر کئے ہوئے منارہ کے مقام پر انکا حجرہ تھا۔ اکثر ان پر سرکاری حالت طاری رہتی تھی۔ اوسی حال میں یہ نیچے اترتے تھے اور جامع ازہر میں جھومتے ہوئے ٹھاکرتے تھے۔ اور لوگ اپنے اپنے ظرف کے مطابق ان کے بارہ میں براہیلا کہتے تھے۔ اس گروہ کے علوم میں ان کی تصنیف سے کتاب القانون ایسی نادور کتاب ہے کہ اس کی مثل تصنیف نہ ہوئی یہ کتاب طریقت میں مصنف کے ذوق کامل کی شاہد ہے۔ حضرت ابوالوفار کی اولاد ان کو محض حقیقت سمجھتی تھی کیونکہ انہوں نے انہیں کے دیوان کی نقل اڑائی تھی اور ان کے کلام مولود کی جلسوں دوسرے مجموعوں اور مسجدوں میں علماء و صاحبین کے سامنے پڑھے جاتے تھے اور لوگ اس کی شیرینی پر جھومتے تھے ع نہیں خالی جب کوئی حسد سے

اور یہ اون لوگوں کے ساتھ نہایت ادب و نرمی و خدمت سے پیش آتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ حجرہ کے اندر سادات کی زیارت کر رہے تھے کہ اون لوگوں نے انکو پکڑا اور اس قدر مارا کہ ان کا سہ خون آلود ہو گیا۔ مگر یہ سکراتے اور یہی کہتے رہے کہ آپ ہمارے سردار ہیں اور میں آپ کا غلام ہوں۔ ان کے کچھ کلام موعظت التیام یہ ہیں :-

جب تم اپنے بڑے بھائیوں کو چوڑوینے کا ارادہ کرو تو اون کو چوڑے سے پہلے اپنے بڑے اخلاق کو چوڑو کیونکہ تمہارا نفس تم سے زیادہ قریب

ہے اور بھلائی میں جبکہ مقدم حق سب سے زیادہ قریب کا ہے۔  
 سارے دنیا دار دنیا پر جھکے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ہر سال میں وہ اُس سے  
 کوچ کر رہے ہیں۔ مگر اس کو وہ دیکھتے نہیں کیونکہ اونکو یہ نہیں سوچتا کہ وہ  
 کدھر جا رہے ہیں۔

غنا و فقر نے ایک دوسرے پر شیخی جتائی۔ غنائے کہا کہ میں رب  
 کریم کا وصف ہوں اور تو ذلیل کیا ہے؟ فقر نے کہا کہ اگر میں نہ ہوتا تو  
 تیری صفت تمیز میں نہ آتی اور اگر میری فروتنی نہ ہوتی تو تو بلبست درتبہ ہوتا  
 اور میں وہ وصف ہوں جو ذلت عبودیت کا شعار ہے اور تو وہ وصف ہے  
 جو ربوبیت سے لڑنے کو تیار ہے۔

فتیہ وہ ہے جسے سینہوں کے زندہ دودھ سے پرورش پائی ہے نہ کہ وہ  
 جسے کاغذوں کے سوکے ہوئے گوشت سے۔

ریا کاری کی ایک علامت یہ ہے کہ جب اوسکی طرف کسی نقص کو منسوب  
 کیا جائے تو اوس کا جواب دے اور اُسکے زمانہ کے نیکو کاروں کا ذکر ہو تو  
 اونکا نقص بیان کرے۔

فقر احوال میں دکھا داکرتے ہیں اور فقرا اقبال میں  
 جو شخص لوگوں میں شہرت چاہے گا اوس کے لئے لازم ہے کہ  
 اودن کو ایسی باتوں سے راضی کرے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا  
 ہے اور اللہ کے لئے نہیں بلکہ اپنی ہوا و ہوس کے لئے انکی صحبت  
 اختیار کرے۔

عارف کا حال اس کی حیات کی حالت میں بڑھتا رہے اور وہ مشہور نہیں ہوتا مگر مرنے کے بعد ہی۔

عارف کا مقام جس قدر بلند ہوگا اسی قدر عوام کی آنکھوں میں چوٹا نظر آئے گا۔ جیسا کہ ثریا چوٹا دکھائی دیتا ہے۔  
آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا بنگلیا  
اور یہ صرف آنکھوں کا نقصان ہے۔

اگر حلاج رضی اللہ عنہ حقیقت فنار کی تکمیل کئے ہوتے تو ”میں وہی ہوں“ اور ”تو نے اپنے آپ سے مجھے اس قدر نزدیک کیا کہ میں نے گمان کیا کہ تو میں ہی ہوں“ کہنے سے جس غلطی میں وہ پڑے تھے اس سے رہائی پا جاتے۔

یہاں کچھ لوگ ایسے ہی ہیں جو انبیاء کے ارشاد کے حکم سے فنار کے قبل مقام بقار میں داخل ہوتے ہیں۔ لیکن اس گروہ میں اس کا وقوع قلت کے ساتھ ہے اور یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ جب تم خزانہ کو کھولنے کا ارادہ کرو تو دیکھو رکاوٹوں سے ہرگز نہ گھبرانا اور مالک خزانہ کے پاس حاضر ہونے سے پہلے اپنے ارادہ کی نسبت غفلت نہ کرنا۔ اور جب تم خزانہ کو کھول چکو تو دیکھو بادشاہ کو چوڑا کر کسی مالٹا اسباب میں مشغول نہ ہو جاؤ۔ بلکہ اپنا مقصود بادشاہ ہی کو بناؤ نہ کسی اور کو۔ یہاں تک کہ وہ اگر چاہے تو تم کو وہ انگوٹھی عطا فرمائے جس سے مکمل تمہارے تابع ہو جائیں۔ اور اگر بادشاہ تم کو وہ انگوٹھی مرحمت نہ



کرے تو یہ صرف اسی لئے ہو گا کہ وہ تمکو اپنا مصاحب بنانا چاہے گا۔  
 اور یہ انگوٹھی کے راز سے بہت بڑا رتبہ ہے۔ کیونکہ بادشاہ کے مصاحب  
 کو کہی نہ موکل و خادم کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ مشقت اٹھانے کی۔  
 صوفیوں کا جو یہ قول ہے کہ ربوبیت کا ایسا راز ہے کہ اگر وہ ظاہر ہو تو  
 شریعت کا نور بیکار ہو جائے۔ اسکے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اس سے فنا اور  
 ستر مگوین کا عطا ہونا اور یہ امر مراد ہے کہ بندہ جو چاہے وہ کرے۔ یعنی اگر  
 بندہ کو یہ باتیں عطا ہوں تو شریعت کے کل افعال بیکار ہو جائیں اور کسب  
 کا قول باطل اور انتظام درہم و برہم ہو جائے۔

بعض صوفیہ کا جو یہ قول ہے کہ ولی اوس حد تک پہنچتا ہے کہ اُس  
 سے تکلیف ساقط ہو جاتی ہے اس سے یہ مراد ہے کہ اعمال کی کلفت  
 مشقت ساقط ہو جاتی ہے (رحنا یا بلال) (اے بلال مجھے راحت  
 پھونچا) کی طرح۔

عمر بن الفارض رضی اللہ عنہ کے قول۔ ع وَ كُنْ لَكَ اَيُّوْبُ بَعْضُ  
 بَلَّتِي ۛ

حضرت ایوب کی ساری بلا ایک شتم ہے مرے آزار کا  
 کے معنی میں یہ کہتے ہیں کہ۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام کی  
 نصیبیت جسمانی تہین روحانی نہ تہین اور عارف کی بلائیں ایک وقت دونوں  
 قسموں کی ہوتی ہیں۔

اور بعض کا جو یہ قول ہے کہ ۛ

برزخ ہی میں پاؤ گے مقامات نبی کر اور ہیں رسولوں سے تو نیچے ہیں ولی ہے  
 اسکے معنی میں یہ کہتے ہیں کہ مقصود یہ ہے کہ مقام نبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 کی وحی کے واسطے سے اللہ سے اخذ کرے۔ اور مقام رسالت یہ ہے کہ  
 جو حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اسکو بندوں تک پہنچائے۔ اور مقام ولایت  
 یہ ہے کہ خاص طور پر اللہ کے ذریعے سے اللہ سے اخذ کرے۔ اور یہ تینوں باتیں  
 ساری کی ساری اوس شخص میں ہوتی ہیں جو رسول ہوتا ہے۔ اسلئے اسکو  
 سمجھو اور یہ گمان نہ کرو کہ اہل اللہ میں سے کسی کا یہ اعتقاد ہے کہ نبوت و  
 رسالت پر ولایت کو فضیلت ہے۔

شیخ محی الدین ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اشعار ذیل کے انہوں نے  
 جو معنی بیان کئے ہیں وہ ان اشعار کے بعد لکھے جاتے ہیں ۵

توضایعاً العیب ان کنت ذاسراً	والا تلیعیم بالصعید بالصحی
وقدیم اماما کنت انت اماماً	وصلی صلوٰۃ الفجر فی اول العصر
فہذی صلوٰۃ العارغلین برہم	فان کنت منہم فانضم الیہم

ترجمہ

صاحب سر ہو تو آب غیب کے لئے وضو  
 خاک کی ورنہ تیمم کے لئے کر جستجو  
 کہ امام اسکو تہا پہلے جبکہ خود تھی امام  
 ابتداء عصر میں پڑھے نماز فجر تو  
 عارفوں کی اپنے رب کے ساتھ تو ہے یہ نماز  
 اگر ہو عارف بجز سے برکی تو کر پشت و شو  
 وضو سے صفات قلبیہ کے اعضا کو معنوی نجاستوں سے پاک کرنا  
 مراد ہے۔ اور ”آب غیب“ سے توحید کا خالص کرنا۔ پس اگر تیرے لئے

یہ توحید بذریعہ عیان کے خالص نہ تو پرہان کی خاک سے طہارت حاصل کرے اور اوس کو امام بنا جو خطاب کے دن تیرا امام تھا اور حجاب واقع ہو جانے کے بعد تو اوس کا امام ہو گیا تھا۔ اور نماز فجر سے کشفِ شہود کے دن کی جو ظلمت وجود کے حجاب کے بعد ہوا ہے نماز مراد ہے۔ اور اول عصر سے اوس زمانہ کی ابتداء مراد ہے جس میں تکوید کشف حاصل ہو اور اسی کو اپنے آخر دور تک ملتوی نہ رکھو کیونکہ وقت کا حکم چلتا ہے اور اوس میں تاخیر ناراضی کا باعث ہوتی ہے۔ پس اپنے رب کے پہچاننے والوں کی تو یہی نماز ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو سارے مشاہدہ ربوبیت میں احکامِ شریعت کی متابعت سے باہر نہیں نکلے ہیں۔ پس اگر تو انہیں سے ہے تو دریا سے حقیقت کے پانی سے اوس کو دھو ڈال جو شریعت کی خشکی سے سیلا ہو گیا ہے۔

صوفیوں کا جو یہ قول ہے کہ نبی عموم کا مشدد ع ہے اور ولی خصوص کا اس کے معنی انہوں نے کئے ہیں کہ نبی اپنی رسالت کے ذریعہ سے عوام کے سامنے احکام بیان کرتے ہیں اور اپنی دلالت کے ذریعہ سے خواص کے سامنے اور اس کے معنی نہیں ہیں کہ ولی احکامِ شریعت کا صاحبِ شریعت ہے۔ کیونکہ ولی کا یہ کام ہی نہیں ہے اوس کا کام تو اس قدر ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دلائل و دلائل کے طریق پر حقائق کشفیہ کو بیان کر دیں مثلاً اولیاءِ رضی اللہ عنہم اوس کو بیان کر دیتے ہیں جو سنت میں اجمال ہے اور نبی نے قرآن کے اجمال کو بیان کر دیا ہے۔

بعض عارفوں کے اس قول کا کہ خضر مقام کا نام ہے۔ انسان کا نہیں ہے جو بعض منکروں نے انکار کیا ہے۔ اس کے بارہ میں یہ کہتے ہیں کہ اس قول کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ ولی محبوب کو ویسی ہی کرامات عطا ہوتی ہیں جیسے معجزات خضر کے تھے۔ اور یہ وراثت کے وقت ہوتا ہے۔ اور وراثت خضر و وراثت موسیٰ سے پہلے ہے۔ اور بلاشبہ اک مقام ہے۔ فافہم

کسی بزرگ کا قول ہے کہ ”میرے قلب نے میرے رب سے سُکر یہ بیان کیا“ اس کو بعضوں نے بُرا کہا۔ اُس پر یہ کہتے ہیں کہ برائی کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ کہنے والے کا مقصود یہ ہے کہ میرے قلب نے بطریق الہام کے جو دلیوں کی وحی و الہامیوں کی وحی سے کم رتبہ ہے میرے رب کی طرف سے مجھے یہ خبر دی۔ اور نہ اس شخص کو بُرا کہا جاسکتا ہے۔ جس کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے باتیں کیں جس طرح موسیٰ سے کی تھیں۔ کیونکہ اے انکار تو ہم کرنے والے خبر دینے اور کلام کرنے میں ہی تو آخر فرق ہے۔

مسئلہ کو دلیل سے ثابت کر دینا تحقیق ہے اور اس پر ایک اور دلیل لانی تدقیق ہے۔ اور عمدہ عبارت میں اس کو بیان کرنا ترقیق ہے۔ اور اس کی ترکیب میں علم معانی و بیان کی رعایت کرنی تمیق ہے۔ اور اس میں شرع کے اعتراض کو بچانا توفیق ہے۔

ہمیشہ زندہ رہنے والے قدوس نے قسم کھائی ہے کہ اس کی بارگاہ

میں کوئی اصحاب نفوس میں سے داخل نہو۔

اے وہ شخص جو طبیعت کی عادت سے باہر نہیں نکلا ہے شریعت کی حدود کو توڑنے سے حذر کر۔ اور یہ کہنے سے احتراز کر کہ چونکہ میں حضرت شہود میں داخل ہوا ہوں اسلئے حدود سے باہر نکل گیا ہوں۔ کیونکہ جس نے تجھے بلایا ہے اسی نے تجھے منع ہی کیا ہے۔

اہل خصوصیت اپنے زمانہ حیات میں ناپرساں ہوتے ہیں اور انکی عمارت کے بعد لوگ اون کو روٹے ہیں۔ اور اسوقت لوگ اونکی قدر پہچانتے ہیں جب اونکی باتیں اور وہ میں نہیں پاتے ہیں۔ یہ اپنے اصحاب سے کہا کرتے تھے کہ فقر اربعین مقامات و احوال کا دعویٰ کریں اونکو بچوں و چرا مان لیا کرو۔

معارف حضرت آلہ میں جبکا تحقق ہوا اور جبکا وصف اون کے وصف سے منگیا وہ اپنے علم و عمل پر اعتماد کرنے اور ہر ایسی چیز سے جو اس کے ہست و بود کے بقایا میں سے تھی تدقیقا و تحقیقا باہر نکل آیا نہ کہ اپنے وہم باطل سے اپنا وجود ثابت کرنے میں فافہم۔

عمل پر تکیہ سب سے پہلی روک ہے جو اہل سلوک کو اون کی ہدایت میں واقع ہوتی ہے۔ اور اسکا باعث ان کے چہرہ پر وہم کی بوجھار اور ان کی عقل کے آئینوں پر خیالات کا رنگار ہے۔ اور اس سے چٹکارا نہیں ملتا مگر اس امر کے کشف کی جلا سے کہ اللہ تعالیٰ ہی اونکے اعمال کا چمدا کر نیا ہے۔

بہت سے لوگوں نے آثارِ بشریت کے مٹ جانے کا اَدعا کیا اور راہ ہو کر۔  
 کیونکہ بڑے بڑے صحابہ و تابعین صفاتِ بشریہ کے مٹا دینے میں کامیاب  
 ہوئے مگر انہوں نے کبھی واجباتِ دینیہ میں سے کچھ بھی ترک نہ کیا کیونکہ  
 وہ سمجھتے تھے کہ پروردگار نے ان باتوں کو اون کے لئے پسند کیا اور جس  
 وقت ان باتوں کا حکم دیا۔ اوس وقت ان کے بچا لانے کو بلا یا ہے  
 اور جو شخص اپنے آقا کے حکم میں رہتا ہے وہ اپنے نفس کے حکم کے  
 بغیر رہتا ہے۔ اسلئے اے شخص گرفتارِ نبی و عنا سجدہ کر گیا ہے قنا۔ اور اس  
 کو تو عالم ہی سمجھ سکتے ہیں۔

کسی چیز سے نکل آنے کی علامت اوس کی دشواری ہے۔ اور کسی چیز  
 میں داخل ہونے کی اوس کی آسانی ہے۔ پس جو شخص دنیا سے اپنے  
 نکل آنے میں سچا ہوگا۔ اوس پر اوس کے اسبابِ دشواری ہوں گے اور  
 اسکو میسر نہ ہوگا مگر وہ ہی جو اسکے غیر کے نام پر ہے۔

موجودات کی جستجو نہ کر کیونکہ یہ چیزیں صرف تیرے ہی لئے پیدا ہوئی ہیں اور  
 تو اپنے رب کیلئے پیدا ہوا ہے۔ پس اگر تو نے اوس کی تلاش کی جو تیرے  
 لئے پیدا ہوئی ہے اور جو تجھ سے مطلوب ہے اوس کو تو نے چھوڑ دیا تو  
 تیری چال اُلٹ گئی اور اگر تو نے اپنے رب کی طرف رخ کیا تو خود موجودات  
 ہی تجھے ڈھونڈیں گے اور ہر چیز تیری خدمت کر لگی فافہم۔

سیدی احمد بن رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خواب میں حق تعالیٰ نے  
 پوچھا تھا کہ اے احمد تو کیا چاہتا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں وہی چاہتا

ہوں جو تو چاہتا ہے۔ حق تعالیٰ نے کہا کہ تیری مراد تکبوتی اور میرے بطرف سے ہر روز تیری سو حاجتیں پوری ہوتی رہیں گی۔

جب سالک پر کشائش اور کشائش بھی تعریف کی ہوئی تو اس کو کچھ پروا نہیں ہے عمل تھوڑے ہوں یا بہت۔

جب اہل اللہ یہ سمجھے کہ کوئی نبات جب تک کہ زمین کے نیچے نہ دبائی جائے جس کے اوپر پاؤں رہیں اس وقت تک وہ نہ اگتی ہے اور نہ پروان چڑھتی ہے۔ تو انہوں نے اپنے نفوس کو سب کے لئے زمین بنایا تاکہ جو نعمتیں اصفیاء و اولیاء کو عطا ہوئی ہیں وہ انکو بھی عطا ہوں۔

بعضوں کا محرکات میں اس لئے بڑنا کہ اہل زمانہ سے پوشیدہ رہیں اس شخص پر قیاس کیا جائے گا جسکو حالت اضطراب میں شراب کے سوا ایک لقمہ بھی صلت سے فرد ہونے کے قابل نہ مل سکے۔ یہ امام غزالی کا قول ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جب یہ دنیاوی زندگی کے لئے جائز ہے۔ تو جس سے اخروی زندگی فوت ہوتی ہو اس کے لئے بطریق

اولیٰ جائز ہوگا۔ اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا ہے کہ اس ارتکاب میں خرابی یہ ہے کہ لوگوں کو مرتکبین کی نسبت سوزن میں مبتلا کرے گا۔ اور یہ حرام ہے۔

کیونکہ ہم کہیں گے کہ معاف کر دینا درگزر کرنا اور مواخذہ نہ کرنا فقرائے اخلاق میں داخل ہے بلکہ وہ تو بندوں کے لئے رحمت ہیں (میں کہتا ہوں کہ)

اگر بندہ درگزر کرے تو اللہ تعالیٰ کا حق اسے باقی رہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حدود سے تجاوز کرتا ہے۔ اس لئے اشکال باقی رہتا ہے۔ واللہ اعلم

ہمارے علماء کا قول ہے کہ گوشہ نشینی صرف اسی شخص کو جائز ہے جو اپنے دین کی فقہ حاصل کر چکا ہو۔ اور سلف کا معمول تھا کہ پہلے چالیس برس کی عمر تک علم میں مشغول رہتے تھے اسکے بعد اسلئے گوشہ نشین ہوتے تھے کہ جو کچھ سیکتے تھے اوپر عمل کرنے میں عزت نشینی سے مدد ملے۔ فاقم۔

ہم جو خلوت کے قائل ہیں اوپر ہماری دلیل وہ خبر صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں خلوت نشین ہوا کرتے تھے کہ ناگاہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلوت وہ حکم ہے جس پر وحی مرتب ہوئی اور حق کے آنے اور اللہ تعالیٰ کے نور کے ظاہر ہونے کا ذریعہ ہے۔

خلوت کی شرطوں میں سے پہلی ہے اور اس میں بڑی تاثیر ہے۔ اور اس گروہ نے چلے اسلئے پسند کئے ہیں کہ اتنے دنوں میں نطفہ خون کی جھٹکی بعدہ تو تھکرا بعدہ صورت ہو جاتا ہے اور یہی مدت صدف کے اندر موتی بننے کی اور داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ کی ہے۔

کشف جسی و کشف خیالی کے درمیان فرق یہ ہے کہ جب تم کسی شخص کی صورت یا مخلوقات کے افعال میں سے کسی فعل کو دیکھو تو اپنی آنکھوں کو بند کر لو۔ اسکے بعد اگر وہ کشف باقی رہے تو خیالی ہے۔ اور اگر تم سے غائب ہو جائے تو حسی ہو کیونکہ ادراک ادس سے اسی جگہ میں متعلق ہے جس میں تم نے اس کو دیکھا ہے۔ جب وقت کی واردات وارد ہو تو اوپر توجہ ہو مگر اس کے عاشق نہ بن جاؤ۔ کیونکہ اگر تم اس کے عاشق ہو گئے تو ترقی سے محجوب ہو گئے۔

جب تم پر کوئی وارد آئے تو اس کو تم محفوظ رکھو۔ کیونکہ جب تمہاری تربیت ہوگی تو تم کو



اوسکی احتیاج ہوگی۔ کیونکہ اکثر بیرون کو تربیت میں اسی وجہ سے دقتیں پیش آتی ہیں کہ جب کو میں نے بنایا اوسکی حفاظت میں کمی اور اس سے احتراز کیا جاتا ہے۔ محالات میں سے ہے کہ قلب میں شہوت موجود ہو اور ملکوت و عرفان کا دروازہ کھل جائے جیسا کہ محالات میں سے ہے کہ مشاہدہ کی حیثیت سے علم باللسان کا دروازہ کھل جائے اور عالم کے قلب میں ملکی و ملکوتی اثر کا شمع ہی موجود رہے۔

جب واردہ خفت و لطافت کے ساتھ آئے اور اپنے پیچھے علم چھوڑ جائے تو وہ ملکی ہے۔ اور اگر پوجہ اور اعضا و میں تہکن کے ساتھ آئے تو وہ شیطانی ہے اسکو سمجھ لو تو دونوں میں فرق کر لو گے۔

جب یہ محسوس آئینہ کل رنگوں سے خالی ہوتا ہے تو اوس میں موجودات کی صورتیں نقش ہوتی ہیں۔ یہی حال قلب کا ہی ہے کہ جب طبیعتوں اور دہیوں کے نقش سے خالی ہوگا تو اوس میں نور کی شعاعیں چمکین گی اسلئے شہوات کے گھاس پھوس کو جلا دلو اور اسکو غیب کی چیزوں کے سامنے رکھو اور ماضی و مستقبل کا معائنہ کر لو۔

جو روشنی تمہارے سامنے ظاہر ہو وہ تو صرف تمہارے ذکر کا نور ہے جو تمہارے دل کے آئینہ میں چمکتا ہے۔

معنوی ناپاکی کی طہارت جہتی کی طہارت پر مقدم ہے۔ کیونکہ جہتی جنابت واسلے کو بعض اوقات معافی بھی ہو۔ لیکن معنوی میں مطلق معافی نہیں۔ اسی لئے بہترے و سوسر والوں کو تم دیکھتے ہو کہ انکو حضرت قدسیہ کی نسیم کی ہوا بھی نہیں لگی ہے کیونکہ انکے دل کی بصیرت اندھی ہے۔ فافہم۔

طبیعیات واسلئے ہی دہریہ ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ وجود طبیعت کے سوا حاکم عالم

کوئی اصل نہیں ہے۔ اور علت و اسے فلسفی ہیں جو قدم عالم کے فائل ہیں۔ اور سب  
تاریکیوں میں ہیں۔ کوئی اوپر ہے اور کوئی نیچے۔

جتنی چیزیں تم کو اللہ کی راہ دکھائیں وہ نور ہیں اور جو اس کی راہ نہ دکھائیں وہی ظلمت  
ہیں۔ فتال۔

بعضوں کا جو یہ قول ہے کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں سے ایک اسم ہے۔  
اسکے معنی انہوں نے یہ بیان کئے ہیں کہ یعنی سب چیزوں کا وجود اللہ تعالیٰ کے  
اسماء کی طرف منسوب اور انہیں سے متعلق اور ان سے غیر خارج ہے۔ عام اس سے  
کہ وہ خیر و شر۔ نفع و ضرر۔ دنیا و دنیا کچھ ہی کیوں نہ ہو۔

عارف ایسے مقام تک پہنچتا ہے کہ اس کا خطاب اپنے خیر سے اس قسم کا ہوتا ہے  
جیسا صفت کا اپنے موصوف سے بس اس کے ماتحت کو سمجھ لو۔

وجود میں نہیں ہے مگر وہی جو پہلے علم میں رہ چکا ہے قدرت نے اس کو ایجاد کیا  
ارادہ نے اس کو مخصوص کیا اور حکمت نے اس کو ترتیب دیا ہے۔ اس لئے وجود کے  
ذرات اس شہود کے حکم سے خارج نہیں ہیں۔ پس غیر حق پر پردہ کیونکر ڈال سکتا ہی  
حال آنکہ اس اعتبار سے غیر منفی ہے اللہ کی بدن نکل آیا اور کفار کے علی الرغم  
انوار روشن ہو گئے۔

جب تجلی حق نے اپنی ذات کے پردہ سے کی

دیجیاں پھر تو اڑیں حق کا وجود غیر کی

پردہ ہستی ہر اک مشہد سے غائب ہو گیا

شرک سے اپنے وجود حق کا اب دھبہ چٹرا

موسیٰ علیہ السلام جب اوس نعمت سے جو کلام کرنے کی ان کو عطا ہوئی تھی بڑھ کر حق تعالیٰ سے رویت کی درخواست کی تو قبول نہ ہوئی اور کہا گیا کہ ”جو کچھ میں نے تجھ کو دیا ہے اوسکو لے اور شکر گزارو نہیں سے ہو جا“، اس لئے اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کو مناسب ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اوس سے زیادہ مانگے مگر تفویض کے ساتھ۔

مرید پرکشائش چند اہرون سے ہوتی ہے کہی امتحان کے لئے کہی مانوس کرنے کیلئے اور کہی اوس کے قدم جادینے کے لئے مرید کو چاہیئے کہ اس بات کی سخت کوشش کرے کہ اوسکی کوئی سائنس باہر نہ نکلے مگر محمود کے ساتھ اور کوئی سائنس اندر نہ جائے مگر محمود کے ساتھ۔ پس جب اوسکی یہ بات پوری ہو جائے تب وہ مرید ہے (میں کہتا ہوں کہ) یہ ایسی بات ہے جو کوشش سے نہیں حاصل ہوتی یہ تو صرف اوسکی بخشش ہے جو کو چاہتا ہے دیتا ہے ۵

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خداے بخشندہ  
واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کے حق میں ”این“ اسی لئے محال ہے کہ ”این“ دوسرے این کا مقابل ہے۔ اس لیے تسلسل لازم آتا ہے۔ اور جسمین تسلسل لازم آئے وہ پایا نہیں جاسکتا اور لفظ حجاز کے اطلاق سے یہ لازم آتا کہ وہی اوسکی حقیقت ہی ہو۔ اسلئے سمجھو اور جب تم نے معافی سمجھ لے تو الفاظ میں کوئی جبرگڑا نہیں ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ معافی ہی کے ذریعہ سے ہمنے عبادت کی ہے نہ الفاظ کے ذریعہ سے ہر چیز اللہ کے سوا کیل اور تماشہ ہے چاہے جہد و مشہود و تمکو اوس سے حاصل ہو پس ہر مقام کی ایک خاص گفتگو ہے۔ رابعہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک

شخص کو اللہ تعالیٰ کا یہ قول پڑھتے سادہ فاکھانہ مما یتخیرون۔ وحسب طیر اھالیہ وہ  
تو کہا کہ تب تو ہم بچے ہیں کہ میوے اور گوشت سے خوش ہونگے۔ پس دیکھو کہ کیونکر  
یہ غیر اللہ تعالیٰ سے خوش نہ ہوئیں اور ہم جہین کہ اس کے سوا جو نعمت و بخشش ہے  
وہ جہنمنا ہے جس سے بچے چپ گئے جاتے ہیں۔

دنیا میں حق تعالیٰ کو بصر (آنکھ) سے دیکھنے کا وقوع اس شخص کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ  
جہاں عقلاً جائز ہے۔ اسکی تصریح شیخ ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی  
ہے۔ اور اس پر کوئی محال لازم نہیں آتا۔ اسلئے اے بہائی دیکھو ورطہ انکسار میں نہ گرو  
کیونکہ جو چیز محال ہو اس کا سوال کرنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے یا پروردگار  
کی صفات میں سے ایک صفت کو بیکار بھنایا یا اس کو نہ جاننا محالات میں سے ہے۔  
چمکاؤ کہ وہ دن کی روشنی کے دیکھنے سے تو انوار کی کثرت و قوت ہی اسے  
باز رکھا ہے۔ فافہم۔

موسیٰ علیہ السلام کے قول میں آسمانی کے معنی میں انکا قول ہے کہ۔ اشارہ  
کی زبان میں النظر الیلک (دین تجھے دیکھوں) (آسمانی) (دو اپنے آپ کو مجھے دیکھا)  
ہے۔ یعنی میں اپنے آپ سے غائب ہو کر تری ذات کے قدس کو بذریعہ تیری  
تسبیحہ صفات کے دیکھوں۔ کیونکہ تجھے تیرے سوا کوئی دیکھ نہیں سکتا ہے  
اور مجھ سے سایہ کو مثلاً دے اور خیال کے وہم میں مجھے محبوب نہ رکھ۔

حضرت حق کا شہود و حاضر کے اندازہ سے ہوتا ہے نہ حضرت کے۔ کیونکہ  
حقائق ربانیہ کو بحجج و وجہ انسانیست اور اک نہیں کر سکتی۔ اسکو سمجھنے تو بے تحاشہ  
معلوم ہوگا کہ توحید کے مقامات میں حقائق تجربہ و کارنگ بدلتا۔

تجلیات کے کل اطوار میں جو کہنے کے قابل ہیں اور جو کہنے کے قابل نہیں ہیں دیکھنے والے کے اندازہ سے ہوتا ہے نہ مرنے کے اندازہ سے۔

جو لوگ اپنے نفس سے راضی ہونے والے ہیں اونکی چکنی چپڑی باتوں سے حذر کر، خصوصاً اون لوگوں سے جنہوں نے علم کو اک پیشہ اور لوگوں کے بڑے بنکر حرام دنیا کو پہانسنے کا جال بنا رکھا ہے کیونکہ ایسے لوگ دنیا و آخرت دونوں کی بہلائیوں سے محروم ہیں۔ اور انکے صفات ناپسندیدہ اور ان کے احوال ناپسندیدہ ہیں۔ لوگوں میں نہ انکی کوئی عزت ہے اور نہ انکی کوئی بات مانی جاتی ہے۔ خوش پوشاکی کو ان لوگوں نے اپنا شعار بنالیا ہے اور اسی پر انکو اس درجہ تکبر ہے۔ اور شیخ تاج الدین رضی اللہ تعالیٰ نے حکم میں کیا ہے کہ اوس جہل کی صحبت جو اپنے نفس سے راضی نہ ہو اوس عالم کی صحبت سے بہتر ہے جو اپنے نفس سے راضی ہو۔ فافہم۔ اور جو کچھ میں نے تجربہ کیا اور اوسکو دور پایا یہ ہے کہ جو شخص اپنی حاجت روائی اور مصیبتوں سے رہائی چاہے اوسکو لازم ہے کہ لوگوں کو اوسپر مطلع کرنے سے پہلے اوس امر کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے جو شخص سب سے پہلے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے اوسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی یہی عبادت جاری ہے۔ اسی پر عمل کرو۔ یہ گوگرد سرخ اور کامیابی قریب ہے اور اس میں مدد دینے والا صبر ہے۔

یونس علیہ السلام کو جب مچھلی نگل گئی تو اونکی روح قارون کی روح سے ملی اور انہوں نے قارون کو نیچے اترتے دیکھا۔ اوس نے یونس علیہ السلام سے کہا کہ اے یونس اپنے کام کے اول ہی میں اپنے رب میں لٹک جاؤ تجھے نجات ملے گا۔ اسی پر یونس علیہ السلام نے اوس سے پوچھا کہ ”اور تو چاہے، اور اوس نے کہا کہ میں تو

اپنے خالہ زاد بھائی موسیٰ مین لٹکا تھا اسلئے اللہ نے مجھے اوس کے حوالہ کہا  
اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر عتاب فرمایا اور ارشاد  
کیا کہ مین انبی عزت و جلال کی قسم کہا کرتا ہوں کہ اگر وہ مجھ سے فریاد کرتا تو مین  
ضرور اوسکی فریاد کو پہنچتا۔

اپنے رب کے ساتھ اوسکے جمال و جلال کی محبت کی حیثیت سے حسن ظن رکھو  
کیونکہ یہ اوسکے وہ اوصاف ہیں جنہیں تحول نہیں ہے اور اس وجہ سے اوسکے ساتھ  
حسن ظن نہ رکھو کہ اوس نے تم پر احسان کئے ہیں۔ کیونکہ اکثر تم سے موقوف ہو سکتا  
ہے اوسوقت تکو اوس سے بدگمانی ہوگی اسلئے سالک کو اس مقام کی علت سے  
حذر کرنا چاہئے

جو لوگ کہ اشباح کے ساتھ سیر کرنے والے ہیں انکی سیر کی غایت اللہ تک ہے  
اور جو لوگ ارواح کے ساتھ سیر کرنے والے ہیں انکی سیر کی ہدایت ”و فی اللہ“  
یعنی اوسکے عجائب قدرت کے تنغہ میں ہے۔ پس اول الذکر کی سیر ختم ہو جاتی ہے  
اور آخر الذکر کی سیر ختم ہی نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ شیخ ابو الفتح واسطی رضی اللہ عنہ سے  
پوچھا گیا کہ آپ زہد والے اماموں کے گروہ کی نسبت جو اس امت کے فلان  
فلان اور فلان سردار تھے کیا کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ لوگ اپنی اخر و سی  
شعوات کے لئے اپنی دینوی شہوات سے الگ ہو گئے تھے۔ مگر فانی اللہ اور  
بقا باللہ کہاں۔ اور جب شبلی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا قول منکم من یرید  
الدنیا ومنکم من یرید الاخر لانا توڑے زور سے ایک چمچ ماری اور کہا کہ پہرہ  
کہاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے قول کلوذا شرربوا دکھاؤ اور پیو، کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اس کا ظاہر اگرچہ انعام لیکن اسکا باطن انتقام اور تباہ و متحان ہے تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ کون اوسکے ساتھ اور کون اپنے حفظ نفس کے ساتھ ہے۔ پس احکام بطن کی باریکیوں کو سمجھو اور ظاہری خصتوں کے دھوکے میں نہ آؤ۔ تب سمجھو اسے عارفوں میں سے ہو گے۔

اے مرید جب تجھ کو کوئی صاحب حال نہ ملے تو صاحب قال کا واسن پکڑ فان لم یصبھا و ابل فطل بونی نہیں تو شور یا ہی سہی۔ مگر ایسے شخص کی صحبت سے حذر کرنا چاہیے جس میں نہ قال ہو نہ حال۔

فقیر پر واجب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہائی چارہ کرے تو اپنے حال میں اوس بہائی کو آدھے کا شریک کرے جیسا کہ انصار نے مہاجرین کے ساتھ ملوک کیا تھا جب یہ اونکے پاس محتاجی کی حالت میں مدینہ آئے تھے پس جو شخص اللہ کی راہ میں اخوت کا دعویٰ کرے اوسکو اسی میزان سے تولو۔

حقیقت میں تمہارا بہائی وہ ہے جو ذوق اور افہام کی مدد میں تمہاری موانعت کرے نہ وہ جو ایک مان سے پیدا ہوا ہو۔

جو شخص مرکز عالی تک ترقی کرتا ہے اوسکے معنوی شکل کم اور اوسکے وقائق نفسیہ اکثر فہم کے نزدیک بلند و مبہم ہوتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ عارفین کا ملین کے پیرو بہت کم ہوتے ہیں۔

ادب یہ ہے کہ بندہ وہی کہے کہ فلان شخص میرے صحاب میں سے ہے گو اوس بدرجہ اکم ہو۔ اور اگر اوسکے برابر یا اوپر ہو تو چاہیے کہ کہے کہ میں اوس کا خادم یا اوس کا

مرید ہوں۔ سلف کی یہی روش تھی۔

جس نے کسی بزرگ کامل کی خدمت کی ہو اور اسکو کو بیٹھا ہو اسکو لازم ہے کہ کسی اور کی خدمت نہ کرے مگر اس صورت میں کہ یہ اس سے زیادہ کامل ہو۔ ورنہ اپنی صحبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھے۔

پیر و ن پر فقراء میں سے کسی کی خدمت گران نہیں گذرتی ہے مگر کسی علت کی وجہ سے جبکو خادم اور ن سے پوشیدہ رکھے۔ اور یہ ایسی علت ہے جس سے صرف وہی شخص بچار ہوتا ہے جو اللہ کے پاس قلب سلیم لیکر آتا ہے۔ اور اگر وہ خادم اس علت کو اونپر ظاہر کر دے تو اکثر یہی ہوگا کہ وہ اسے اسکی دوا بتا دینگے یا اسکی سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ اسکو لوح سے مٹا دیگا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارہ میں شفاعت کرنے کی درخواست کریں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے البتہ ایسی صورت کی میں نہیں کہتا جس میں قضا و تبرم ہو جو پلٹ نہیں سکتی۔ سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مرید کی نسبت دیکھا کہ اسکو ایک عورت سے شربازہ ناکرنا ضروری ہے تو عرض کیا کہ اے پروردگار اس کا وقوع حالت خواب میں ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

میں نے مصاحبت و محاسنت کے جو آداب پسند کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ جب دنیا دار کے ساتھ بیٹھو تو اور ن سے ایسی باتیں کرو جن سے وہ مال و متاع سے دل برداشتہ ہو جائے اور آخرت کی عظمت اس کے دل پر بیٹھے اور جب اہل آخرت کو ہفتشین ہو تو قرآن کی نصیحت اور آداب سنت اور دار البقا کی عظمت کی باتیں کرو اور جب بادشاہوں کی صحبت میں بیٹھنے کا اتفاق ہو تو اولکادب ملحوظ رکھا کر اور ان کے



مال و دولت سے پارسائی اختیار کر کے انصاف و رون کی سیرت اور عقلاء کی سیاست کی گفتگو کرو۔ اور جب علماء کی مجلس میں بیٹھو تو اذن سے کلام کرنے میں مذاہب معلومہ کے متعلق صحیح روایتوں اور مشہور قولوں سے کام لو اور حق پر نہ کہ ہوا دھوس سے گفتگو کرو اور انکا جو قول اور اجہونی سمجھہ صواب کے موافق ہو اس میں انصاف کو راہ دو۔ اور جدال اور ایسی خود غمازی کو جس سے بڑائی کی محبت ظاہر ہو راہ نہ دو۔ اور جب صوفیوں کی صحبت میں بیٹھو تو ایسی باتیں کر دو جو انکے احوال حقائق کی شاہد ہوں اور اذن سے انکار کرنے والوں کے مقابلہ میں حجت ہوں اور اسکے ساتھ ظاہر کے قبل باطن کے آداب کا پاس کرو۔ اور جب تم عائشہ کے جلسہ فقہ و جس قسم کی باتیں چاہو کر دو کیونکہ انکے پاس ہر چیز میں معرفت کا ایک رخ موجود ہے۔ لیکن اذن سے کلام کرنے کی دو شرطیں ہیں پاس حرمت اور پاس ادب۔ اور انکی بارگاہ زنگر زکی دوکان ہے جو معنی لیکر انکے پاس جاؤ گے وہی لیکر انکے پاس سے باہر آؤ گے۔ انکی نسبت جیسا شہود تمکو ہوگا وہی تمہارا پیرایہ ہوگا اور جس لباس میں تم وہاں جاؤ گے اسی میں لوٹ آؤ گے۔ اچھا ہوگا تو اچھا اور بُرا ہوگا تو بُرا۔

اس گروہ کے لوگوں کی تعداد بڑھانے کی برابر کوشش کرتے رہو کیونکہ جس نے کسی گروہ کی تعداد بڑھائی وہ اہمین میں سے ہے۔

میں نے اپنے پیر ابو عثمان مغربی رضی اللہ عنہ کو کتنے سنا کہ جب کوئی آدمی دلی کی قبر کی زیارت کرتا ہے تو وہ دلی او سکو پہچانتا ہے اور جب او سکو سلام کرتا ہے تو او سکے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور جب او سکی قبر پر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ بھی او سکے ساتھ

ذکر کرتا ہے خصوصاً جبکہ لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ اٹھ بیٹھتا ہے اور چار زانو ہو کر اس کے ساتھ ذکر کرتا ہے بعدہ شیخ ابو المواہب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اور عارفوں کے دل ہرگز ایسے نہیں ہوتے کہ بے سنجے خبر دین۔ اور معلوم ہے کہ ادلیا تو صرف ایک گھر سے دوسرے کی طرف نقل کرتے ہیں اسلئے مرنے کے بعد اونکی ویسی ہی حرمت کرنی چاہیے جیسی زندگی کی حالت میں اور مات کے بعد بھی اونکو گویا ہی ادب کرتا چاہیے جیسا حالت حیات میں۔ اسلئے نہ اون سے دو قدم پر منہ پھیر لینا جائز ہے اور نہ اونکی قبر پر بالودن سے چلنا۔ اور ولیوں کے ساتھ برتاؤ نہ کر مگر ادب کے ساتھ حالت حیات میں ہی اور حالت وفات میں ہی اور جب ولی مرتا ہے تو کل انبیاء و اولیاء کی روحیں اس پر نازل ہوتی ہیں۔ اور اسی اصول پر جبکہ ہماری شیخ نے بیان کیا ہے صاحب حقائق والد قائل کا قول ہے کہ صوفی اس سے پرے ہیں کہ مرجائیں۔

بعض ادلیا اپنے سچے مرید کو اپنے مرنے کے بعد اپنی زندگی کی حالت سے زیادہ فائدہ پہونچاتے ہیں۔ اور بعض بندے ایسے ہوتے ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ بغیر کسی واسطے کے اونکی تعلیم کو انجام فرماتا ہے۔ اور بعض کو اپنے بعض اولیاء کے واسطے سے تعلیم کرتا ہے گو وہ مردہ اپنی قبر میں کیون نہ ہو مگر وہ قبر ہی سے اپنے مرید کی تعلیم کرتا ہے اور مرید قبر سے اسکی آواز سنتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس بغیر کسی واسطے کے اونکو تعلیم کرتے ہیں۔

میں نے اپنے شیخ ابو عثمان رضی اللہ عنہ کو پڑھاتے وقت علی رؤس الاشهاد یہ کہتے سنا

کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے اوس شخص پر جو اس طریق کا انکار کرے اور جس شخص کو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہو اوسکو چاہیئے کہ ایسے شخص پر لعنت بھیجے۔

جس نے اس طریق پر اعتراض کیا اوسکو کبھی فلاح نہوگی اور میں نے اپنے شیخ ابو عثمان سے سنا وہ کہتے تھے کہ اللہ لشرح و اما تبعہ و بک فحدث کے بعد اسی اشارہ کیلئے آیا ہے کہ جس نے نعمت کو بیان کیا اللہ تعالیٰ نے اوسکے سینہ کو کھول دیا۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تو نے میری نعمت کا بیان کیا اور اوسکو شایع کیا تو میں نے تیرے سینہ کو کھول دیا۔ بعدہ شیخ ابوالموہب نے کہا کہ اس کلام کو گروہ میں باندھ رکھو کیونکہ ایسی باتیں صرف ربانین سے ہی سننے میں آتی ہیں۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت سے خواب میں دیکھا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ لوگ مجھے جھٹلاتے ہیں کہ میرا آپکو دیکھنا صحیح نہیں ہے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی عزت و عظمت کی قسم کہا کرتا ہوں کہ جو شخص اس پر ایمان نہیں لایا یا جس نے اس بارہ میں تجھکو جھٹلایا وہ نہ مرے گا مگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی ہو کر بیٹھوں شیخ ابوالموہب رضی اللہ عنہ کی قلم کی لکھی ہوئی تحریر سے منقول ہے۔

ان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ۲۵ شبہ ہجری میں جامع اذہر کی چٹ پر دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میرے قلب پر رکھا اور فرمایا کہ اے میرے بیٹے غیبت حرام ہے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قول وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا نہیں سنا ہے۔ اور میرے پاس ایک جماعت بیٹھی تھی اوس نے بعض لوگوں کی غیبت کی تھی۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ اور اگر تکو غیبت سننے سے کوئی چارہ نہ تو سورہٴ اخلاص اور معوذتین پڑھو اور ان کا ثواب اوس شخص کی نذر کر دو جسکی غیبت ہوئی ہے کیونکہ غیبت و ثواب متواتر و متوافق ہو جائینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور یہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ہاتھ لاؤ میں تیری بیعت ے لون میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ میں اسکی قدرت نہیں ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ مبادا اس بیعت کے بعد مجھ سے کوئی کمصیت وقوع میں آئے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تو اپنا ہاتھ دے اور مجھ سے بیعت کرے اور اگر کوئی خطا و لغزش واقع بھی ہوگی اور تو اوس سے توبہ کرنے کا توبتجہ ضرر نہ کریگی گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ فرماتے تھے کہ یہی اللہ تعالیٰ اسلئے بندہ کے حال کو درست کر دیتا ہے کہ اوسکے ذریعہ سے اوس رخنہ کو بند کرے جو اوسکے دین میں غرور و تکبر اور اسی قسم کی باتوں سے واقع ہو یہ بھی انہیں کے قلم کی تحریر سے منقول ہے

یہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک جماعت مجھ سے یہ راستہ یکنے کو آئی اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرمایا کہ اس جماعت کو تجھ پر اعتقاد نہیں ہے انہیں سے صرف ایک کو توڑا سا اعتقاد ہے وہ تجھے کافی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکا خاتمہ بخیر کریگا اور یہ اسلام پھر لگا۔

یہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصوف کا خرقہ پہنایا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھے ارشاد فرمایا کہ سوتے وقت پانچ بار اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور پانچ بار بسم اللہ الرحمن الرحیم

پڑھ لیا کرو بعدہ کہو کہ بار خدا یا بحق محمد مجھے محمد کا چہرہ حال و مال میں دکھلا پس جب تو سوتے وقت اسکو کہہ لیا کہ میں تیرے پاس آؤنگا اور ہرگز اس میں تخلف نہوگا۔ بعدہ یہ کہتے ہیں کہ جب کو اس پر ایمان و اعتقاد ہو اسکے لیے یہ کیا ہی عمدہ منتزاد کیا عمدہ معنی ہیں۔ یہ اُن کے لفظ سے منقول ہے۔

میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے نہ چوڑیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک کہ تو کوثر پر نہ جائیگا اور اسکا پانی نہ پیئے گا ہم تجھے نہیں چوڑیں گے۔ کیونکہ تو سورہ کوثر پڑھتا اور مجھ پر درود بھیج کر تا ہے۔ درود کا ثواب تو میں نے تجھے بخش دیا اور کوثر کا ثواب تو اپنے لئے رہنے دے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب کہی اپنے عمل کی طرف تیرا خیال جلے یا کوئی غلغلہ تیرے کلام میں واقع ہو تو اسکا کنارہ نہ کر۔ استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الاھل بحی القیوم والوب الیہ واسالہ التوبۃ و المغفرۃ انہ ہر التواب الرحیم یہ اس کے لفظ سے منقول ہے۔

یہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تو ایک لاکھ کی شفاعت کر لیگا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کس بات سے میں اسکا سزاوار ہوا۔ ارشاد ہوا کہ تو نے اپنے درود کا ثواب جو مجھے بخش دیا۔

ایک مرتبہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے میں اپنا وظیفہ پورا کرنے کے لئے جو ایک ہزار مرتبہ تھا جلدی کی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ عجلت شیطان کا کام ہے بعدہ ارشاد

ہو کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ  
 ٹھہر ٹھہر کر اور تریل کے ساتھ کما کر البتہ جب وقت تنگ ہو تو عجلت میں مضائقہ  
 نہیں ہے پھر فرمایا کہ اور یہ جو تجھ سے میں نے بیان کیا افضلیت کی صورت  
 ہے ورنہ جس طرح پروردگار پروردگار ہی ہے۔ اور سب سے بہتر یہ ہے کہ تو اپنی  
 درود سے پہلے صلوٰۃ نامہ پڑھ لیا کرے گو ایک ہی بار کیون نہو۔ اور اس طرح ختم ہی  
 صلوٰۃ نامہ ہی پر کیا کر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ صلوٰۃ نامہ  
 یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّيْتَ  
 عَلٰی سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَاَسَلُكَ عَلٰی سَيِّدِنَا  
 مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا يَاذُكَتْ عَلٰی سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ  
 وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ السَّلَامُ  
 عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

یہ اُن کے لفظ سے منقول ہے۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا کہ تیرا شیخ ابوسعید صغریٰ مجھ پر درود نامہ بھیجا کرتا ہے اور اسکی کثرت کرتا ہے  
 اس سے کہہ کہ جب درود ختم کرے تو اللہ عزوجل کی حمد کر لیا کرے۔  
 میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے فرمایا کہ جب تجھے  
 کوئی ضرورت پیش آئے اور تو اسکا رفع ہونا چاہے تو نَفْسِہ طاهرہ کی  
 سنت کر گو ایک ہی پیار کیون نہو پس تیرا مطلب برآیگا۔

سلطان کے مال میں سے لیا کر و مگر اس کے حواشی کے مال میں سے نہ ہو کیونکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں سلطان جعفی کے پاس جاؤں اور اس سے کچھ دنیا طلب کروں۔ چنانچہ میں اس کے پاس گیا اور اس نے مجھے سو دینار دیئے اور مجھ سے معذرت کی کہ میرے پاس اس قدر موجود تھے۔ یہ بہت گریہ کرنے والے غمگین رہنے والے اور خدا سے ڈرنے والے تھے بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ یہ کسی کو روئے سنن اور اس کے ساتھ دروین۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے مصر میں ایک عورت کو در بدر پہرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت گاتے ہوئے دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حال پوچھا ارشاد ہوا کہ وہ بہت بڑی ولیہ ہے لیکن اپنے محبوب کے ذکر پر اس نے پردہ ڈال رکھا ہے کیا تو نے اس کو نہیں دیکھا ہے کہ وہ اپنے کلام میں سنجیدہ ہی ذکر لایا کرتی ہے۔

یہ کہتے ہیں کہ مجھ سے اور جامع انہر کے ایک شخص سے صاحب بردہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس شعر میں

فمبلغ العلم فيه انه بشر وانه خير خلق الله كلهم  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ بین علم کی رسائی یہاں تک ہے کہ بشر اور سائے خلق اللہ سے بہتر تھے (جگڑا ہوا۔ اس شخص نے کہا کہ شاعر کا یہ قول بے دلیل محض ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اس پر اجماع منعقد ہوا ہے۔ گروہ اپنے خیال سے نہ پرا۔ اس کے بعد میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ جامع انہر کے منبر کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ساتھ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ ہمارے حبیب کو مرحبا۔ بعد ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے اصحاب کے فرمایا کہ جانتے ہو کہ آج کیا واقعہ پیش آیا۔ انہوں نے کہا کہ نبین  
یا رسول اللہ۔ آنحضرت نے فرمایا کہ فلان مردنی کا اعتقاد یہ ہے کہ فرشتے مجھ سے  
افضل ہیں۔ اس پر سب نے یک آواز کہا کہ نبین یا رسول اللہ رو سے زمین پر کوئی  
ہی آپ سے افضل نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اون لوگوں سے  
فرمایا کہ پھر فلان مردنی کو کیا ہو گیا ہے جو زندہ نہیں رہنے کا اور اگر زندہ رہا بھی تو  
ذلت گناہی و تنگ حالی میں رہیگا اور دنیا و آخرت میں ناپرساں رہے گا  
اوسکا اعتقاد یہ ہے کہ میرے افضل ہونے پر اجماع نہیں منعقد ہوا ہے کیا وہ  
نہیں جانتا کہ اہل سنت سے معتزلوں کی مخالفت اجماع میں محمل نہیں ہے۔  
یہ کہتے ہیں کہ اک دوسری مرتبہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب  
میں دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابو صیری کے قول عن فیلیح العلم فیہ انہ لبشر  
کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی نسبت اوس شخص کے علم کا انتہی جیکو آپ کی حقیقت کا علم  
انہیں ہے یہ ہے کہ آپ بشر ہیں ورنہ روح قدسی اور قالب نبوی کے ساتھ  
آپ ان سب باتوں سے پرے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے  
سچ کہا اور میں نے تیرا مطلب سمجھ لیا۔

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ تو آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ تیری مجلس کیسی عمدہ ہے جتنے لوگ  
اوس میں حاضر ہوئے سب کو اللہ نے بخشد یا جبکی وجہ یہ تھی کہ پڑھنے والے کے  
تارغ ہونے کے بعد تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا۔

ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ میرے کپڑوں کے بیچ میں کالا سانپ گھس آیا



تو مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ کی زیارت ہوئی اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 اوسکے بارہ میں پوچھا ارشاد ہوا کہ وہ کالاسانپ تمہارا فلان یا رہے۔ تمہارا خیال  
 اوسے آگیا اور وہ تمکو ستانے کے لئے واپس آگیا اور اگر اوسے تمہارا خوف نہ ہوتا  
 تو وہ کوئی دقیقہ تمہارے ستانے کا اٹھانہ رکتا۔ چنانچہ جیسا آنحضرت نے  
 فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

سیدی یحییٰ بن ابی الوفاء نے میری کنیت ابو عابد رکھی تو میں نے سیدی علی رضی  
 اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا اور اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ یہ کنیت تیرے مناسب  
 نہیں ہے۔ یہ کنیت تو بوجہ اٹھانے والوں کے لایق ہے۔ میں نے تمہاری کنیت  
 ابو حامد رکھی ہے۔ اسکے بعد میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا  
 کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے ہاں تیری کنیت ابو حامد رکھی ہے اور  
 ایسا ہی آسمان میں ہے اور توستی و فاس کے دائرہ میں داخل ہو چکا ہے اور تیرا  
 مقام بڑا ہے اور تو ولی ہے۔

میں نے اپنے شیخ ابو سعید صفروی رضی اللہ عنہ سے یہ درخواست کی تھی کہ مجھے  
 اپنے قدم چومنے دیجئے۔ مگر وہ مجھے اسکا وعدہ کرتے اور یہ کہتے رہے کہ وقت  
 آنے دو۔ لیکن جب اُنہوں نے اٹھ سو اکاون ہجری میں وفات پائی  
 تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھ سے ارشاد  
 فرمایا کہ اپنے شیخ سے ایقاعے وعدہ کی درخواست کر۔ چنانچہ اونکی روح قبض  
 ہو جانے کے بعد میں نے اونکے قدم لئے اور انکو بوسے دئے اور ان سے کہا کہ  
 سیدی یہ آپکا ایقاعے وعدہ ہے اور جیسی آپکی حورست حالت حیات میں

نتی ویسی ہی وفات کے بعد بھی ہے۔

میں نے اپنے شیخ ابوسعید صفری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آیا میں اپنے پیاروں کو چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جاؤں اور خاکسراؤں کو گون سے کنارہ کش ہو جاؤں جو مجھے ایذا دینے دیا کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ انکو نہ چھوڑو اور ظاہری خوبی کے ساتھ اون سے ملتے جلتے رہو اور اون سے عمدہ برتاؤ کرو اور جس حالت میں تم ہو اوسی پر رہو۔ ایسے بعد مجھے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو میں نے اپنے پیر کے قول کی نسبت پوچھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذن کا کہنا صحیح ہے اور اپنے شیخ کے طریقہ پر چلو۔

ان کا بیان ہے کہ ایک مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سو قوف رہی اسکا مجھے غم ہوا۔ اسلئے میں اپنے قلب سے اپنے شیخ کی طرف متوجہ ہوا کہ میرے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کریں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکے پاس جلوہ افروز ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ بوزیارت کر لو۔ میں نے دیکھا تو مجھے نظر نہ آئے اس وجہ سے میں نے کہا کہ میں نے تو نہیں دیکھا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سبحان اللہ اس پر ظلمت چھا گئی ہے۔ اور بات یہ تھی کہ اوس زمانہ میں ایک جماعت کو میں فقہ پڑھایا کرتا تھا اور بعض علماء کے دلائل کو مست و کمزور ثابت کرنے میں مجھ سے اور اوس جماعت سے جھگڑا ہو گیا تھا۔ بالآخر میں نے فقہ کا شغل چھوڑ دیا تب مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فقہ تو آپ کی شریعت کی چپی ہے آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہے تو سہی لیکن سہین اسکی

ضرورت ہے کہ ائمہ کے درمیان ادب کا لحاظ رکھا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں میرے منہ میں اپنا لعاب دھرن دیا۔ تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس لعاب کا فائدہ کیا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اسکے بعد جس مریض کے منہ میں تم اپنا لعاب دھرن دو گے وہ ضرور سچ ہو جائیگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا خواب میں دیکھنا بند ہو گیا۔ اسکے بعد میں نے دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا کیا گناہ ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تو مجھ دیکھنے کا اہل نہیں ہے کیونکہ تو لوگوں کو ہمارے اسرار پر مطلع کر دیا کرتا ہے اور واقعہ یہ تھا کہ میں نے اپنے ایک بھائی سے اپنا کچھ خواب بیان کیا تھا بالکل میں نے توبہ کی تو اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں کے ایسے جلسوں میں بیٹھتا ہے جہاں غیبت ہوتی ہے اور اس سے اٹھ نہیں جاتا میں اس سے ملتا نہیں کرتا۔

بنے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو مجھے ارشاد ہوا کہ اے محمد یہ کیسی غفلت کیسی نیند اور کیسی روگردانی ہے!! تجھے کیا ہو گیا ہے جو تو نے قرآن کی تلاوت چھوڑ دی ہے قرآن کے مقابل میں یہ ذلیل و خلیفہ کیا چیز ہیں۔ ہرگز ایسا نہ کر۔ بلکہ ہر روز تلاوت کیا کر مگر روزانہ دوسو حصے کم نہو۔ شیخ کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ اس دن سے شیخ نے کہی قرآن کی تلاوت مانعہ کی اور بعض آیتوں کو بار بار پڑھتے اور اس قدر دوتے تھے کہ خساروں اور ڈوبی پر سے آنسو بہتے تھے اور اس قدر آہ آہ کرتے تھے کہ انکے وجد اور گریہ کی شدت کو

دیکھا کر کسی شخص کی جرات نہ ہوتی تھی کہ ان کے سامنے کچھ بات کر سکے۔ اور یہ نماز  
نفل کے سلام و دعا کے بعد کثرت سے سجدہ شکر کیا کرتے تھے۔

اور یہ کہتے ہیں کہ ابکر تہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پیوں تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے جتنے دور واد آپ پر بھیجے ہیں اونکا اور اپنے فلان فلان اعمال کا ثواب میں نے آپکو بخش دیا اگر حضور کے اوس قول کا یہی مطلب ہو جو حضور نے اوس سائل سے فرمایا تھا جس نے پوچھا تھا کہ کیا میں اپنے کل دور واد کا ثواب آپ کے لئے کر دوں حضور نے اوس کے جواب میں فرمایا کہ ”تب تمہارا غم دور ہو جائیگا اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے“ اس کے جواب میں مجھے ارشاد ہوا کہ ہاں میرا یہی مطلب تھا لیکن فلان فلان عمل کا ثواب اپنے لئے رکھ چوڑ کہ مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے۔

میں نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت نے میرے منہ کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ میں اس منہ کو بوسہ دیتا ہوں جو ہزار بار دن کو اور ہزار بار رات کو مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ اسکے بعد مجھے ارشاد فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا اگر انا اعطینا الکوش تیری رات کا وظیفہ ہوتا۔ بعد مجھے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کر اللھم فرج کربائنا اللھم اقل عسرا اتنا اللھم اغفر لنا ثلاثا خداوندانہاماری سختیوں کو دور کر۔ خداوندانہاماری غلطیوں سے درگزر کر۔ خداوندانہاماری لغزشوں کو دور کر اور مجھ پر درود بھیج اور دو سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین کہ

اور ان کا قول ہے کہ یہی مدد نہیں آتی ہے مگر دولت حاصل ہونے کے بعد

اللہ تعالیٰ نے فرمایا دلقد نصراً کہ اللہ بیدار و آیتہ اذ لہ  
 (اور در حالیکہ بدین بہتاری مدد کر ہی چکا تھا اور اس وقت تم ذلیل تھے)  
 یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مین نے خواب میں دیکھا تو  
 بوجہ کہ یا رسول اللہ جو شخص آپ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر  
 دس بارہ درود بھیجتا ہے تو کیا یہ اس کے لئے ہے جو حضور قلب سے درود پڑھے  
 تو آنحضرت نے فرمایا کہ نہیں یہ تو اس شخص کے لئے ہے جو غفلت کے  
 ساتھ مجھ پر درود بھیجے اور اللہ تعالیٰ اس کو پہاڑوں کے مانند فرشتے عطا فرماتا  
 ہے جو اس کے لئے دعا کرتے اور بخشنائش چاہتے ہیں۔ اور جو حضور قلب کیساتھ  
 درود پڑھنے اس کے اجر کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بنے ایمر تبہ ایک مجلس میں کہا کہ محمد بشر ہیں مگر اور بشر کی طرح نہیں بلکہ وہ  
 بہتروں میں یا تو ہیں اس کے بعد مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی  
 تو مجھ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اور جتنے آدمی اس قول میں تیرے ہم زبان  
 تھے سب کو بخشہ یا جب سے یہ مرتے دم تک ہر مجلس میں یہ کہا کرتے تھے۔  
 اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت نے  
 ارشاد فرمایا کہ اپنے فلان فلان اصحاب کی یہ یہ کینتیں قرار دے اور فلان  
 کی کینت ابو الظہور کہہ کیونکہ وہ عورتوں کے کہلے ہوئے حصوں پر نگاہ ڈالتا  
 ہے مگر اسکا وبال تجھ پر نہیں ہے۔

اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا

علیہ چوتھے پارہ کا چوتھا کوع (سورہ آل عمران کی ایک تفسیر) (میت)

کہ یا رسول اللہ میں علم تصوف میں طفیلی ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس گروہ کا کلام بڑا کر دیکھو نہ اس خوان نعمت کا طفیلی ہی ولی ہو اگر تاہو اور جو اس کا ہوتا ہے وہ ایسا ستارہ ہے جو ادراک میں نہیں آتا یہ ان کا لفظ حق تعالیٰ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے زیارت ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت ارشاد فرمایا کہ میں مردہ نہیں ہوں میرا مرنا یہ ہے کہ جب کو اللہ کا علم نہیں ہے اوس سے میں پوشیدہ ہوں اور جب کو اللہ کا علم ہے اوس کو میں دیکھتا ہوں اور وہ مجھے دیکھتا ہے۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو اس حدیث مشہور کے معنی میں پوچھے ”اللہ کا ذکر یہاں تک کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ دیوانہ ہے“ اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ ”اللہ کے ذکر کی یہاں تک کثرت کرو کہ لوگ کہیں کہ دیوانہ ہے“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن حبان اپنی روایت میں سچا ہے۔ اور پہلی روایت کا راوی ہی سچا ہے کیونکہ دونوں میرے ہی قول ہیں ایک مرتبہ میں نے یہ کہا تھا اور ایک مرتبہ وہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روئے سے میں شرف ہوا تو مجھے ارشاد ہوا کہ عاصدون سے نہ ڈر کیونکہ اگر وہ تجھ سے لڑ کر لگے تو اللہ عزوجل اون سے لڑ کر کرے گا۔ کیا تو نے اللہ عزوجل کا یہ قول نہیں سنا ہے اھم یکید دن کیدا واکید کید اھم لکافرین اھم لہم دید ادیشک یہ داوہل ہے ہین اور ہم داوہل رہے ہین۔ تو کافرون کو حملت دو۔ انکو توڑی ہی حملت دو۔

عشیرین پارہ کا گیارہواں رکوع (سورہ طلاق کی اخیر تین آیتیں)

اور ایک عارف نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹے ہوئے  
ہیں کہ شیخ ابوالمواہب آنحضرت کے پاس حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
انکے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اس واقعہ کو شیخ ابوالمواہب کے بیان  
کیا۔ انہوں نے عارف موصوف کے کہا کہ اسکو پوشیدہ رکھو کیونکہ نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم وجود کی روح ہیں اور صرف اسی کے لئے کھڑے ہو سکتے ہیں جسکے لئے  
وجود اٹھ کھڑا ہوا۔

اُن کا قول ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت چاہے اسکو لازم ہے  
کہ اولیاء اللہ کی محبت کیساتھ شب و روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی  
کثرت کرے ورنہ اسکے لئے رویا کا دروازہ بند ہے۔ کیونکہ وہ لوگوں کے سردار  
اور انکے ناراض ہونے سے ہمارا پروردگار ناراض ہوتا ہے اور علی ہذا رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان کا قول ہے کہ اولیاء اللہ کو بہت سے ایسے امور کی اطلاع ہوتی ہے  
جنہر علماء کو اطلاع نہیں ہوتی۔ اسلئے جسکو اپنا دین پیارا ہو اسکے لئے ادب  
و تسلیم کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

فقراء کی صحبت کو کہی ہاتھ سوند اور کچھ نہیں تو قیامت کے دن وہ تمہارا ہاتھ ہی پکڑے  
حالانکہ وہ تو دار دنیا میں اپنے اصحاب کے مصائب و آلام و رنج اپنے اوپر لے  
لیتے ہیں۔ اور جو برزخ میں انکے پاس آتا ہے اس سے فرحت و خاطر داری  
سے پیش آتے ہیں۔

فقیر کو لازم ہے کہ اپنے بہائی سے یہ بات بھی معاہدہ کرے کہ وہ دونوں میں سے

جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہلے پہنچو وہ دوسرے کیلئے اپنے پروردگار کو پاس وسیلہ بنے  
 مومن کو دیکھو کہ جب حق تعالیٰ کے نام المومن سے متعلق ہونے کی حدیث سے  
 حق تعالیٰ کا مصاحب ہوا تو آگ کو اوس پر قدرت نہ رہی یہ اوس سے کیسی کہ لے  
 مومن یہاں سے آگے بڑھ جائیگا تیرے نور نے میری ہسیک کو ٹھنڈا کر دیا۔

ہم نے سنا ہے کہ قیامت کے دن جب ایسا شخص حاضر کیا جائیگا جس کا نام  
 محمد ہوگا تو اللہ تعالیٰ اوس سے فرمائے گا کہ میری نافرمانی کرتے وقت تجھے  
 شرم نہ آئی کہ تو میرے حبیب کا ہمنام ہے مگر مجھے تجھ کو سزا دیتے شرم آتی ہے  
 کہ تو میرے حبیب کا ہمنام ہے جا جنت میں داخل ہو جا۔

منتہی کی صحبت اوس مبتدی کے لئے جو رسوم کے مراسم پر واقف نہیں ہوا  
 حضرت عرفانہ ہو نچانے والی نہیں ہے۔ خصوصاً اگر منتہی خضریٰ المقام ہو  
 جس کا حکم عالم ملک و شہادت کے سبائن ہے کیونکہ اصحاب ہدایت کے لئے  
 اس میں ہرگز فائدہ نہیں ہے۔ محقق ابو عبد اللہ نوری نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 نے مجھے بیابان میں ٹھہرایا بعدہ جو کچھ مجھ سے کہا اوس میں سے ایک یہ تھا کہ  
 محبوب کی صحبت اختیار کرو اور موصول سے الگ ہو جا۔ اور اسکی وجہ یہ ہے  
 کہ محبوب کے لئے غیب کے مکاشفہ واسطے کی صحبت سے محبوب کی صحبت  
 زیادہ نفع بخش ہے کیونکہ مکاشفہ والا اوسکے مطابق عمل کرے گا جو ملکوت  
 میں مشاہدہ کریگا اور یہ اکثر اوسکے مطابق نہیں ہوتا جو عالم ملک میں ہے۔  
 کیونکہ غیب کا حکم اور ہے اور شہادت کا حکم اور۔ اور اے متکبر اوس قصہ  
 سے عبرت حاصل کرو جو ہوسی علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا



اسمین وہ باتیں ہو جو دہین جسے عاقل کی تسکین ہو جائے۔ فافہم۔  
 اس گروہ کے آگے سر تسلیم خم کر دینے میں سلامتی ہے لیکن انہر اعتقاد  
 رکھنا بہت غنیمت ہے کیونکہ انکی صحبت میں بہتیرے فقیر مالدار و امیر ہو جاتے  
 ہیں اکثر شکستہ حال درست ہو جانے میں بہت سے کینے شریف نجات  
 اور جانے کتنوں کے عیوب ڈھک جاتے ہیں۔ اور گمراہ مرتے ظالم ہلاک  
 ہوتے اور مستظالم دور ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں کے بارہ میں یہ حدیث وارد  
 ہوئی ہے کہ دو انہیں کے ذریعہ سے تمکو روزی ملتی تمہارے لئے میندہ برستا  
 اور تمپر رحم کیا جاتا ہے۔“

اکثر لوگوں نے جو اہل سلاح کا وصف صفہ بدن کا گملا دینا اور سختی  
 سے بسر کرنا بیان کیا ہے تو غلطی کی ہے۔ اصل بات یہ نہیں ہے جو ان لوگوں  
 نے گمان کیا ہے۔ انہیں موٹے تازے بھی ہیں اور دُبِلے پتلے بھی۔ اور شحال  
 بھی ہیں اور بد حال بھی موٹے تازے ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ذِذَا ذَا  
 كِبَسَطَ فِي الْعِلْمِ الْحَسَنُ (اور علم اور جسم میں اوسکو فراخی دی ہے) اور آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے فرہی سے ٹہین پڑی ہوئی تھیں۔ اور علی بن ابی طالب  
 رضی اللہ عنہ ہماری بدن اور عظیم البطن تھے اور ایسا ہی حافظ ابن حجر نے بہت  
 بڑے پیر سید احمد بدوی رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھا ہے کہ اونکی پٹہ لیان  
 موٹی تھیں اور پیٹ بڑا تھا اب وہی خوش و بد حال کی دلیل سو وہ سنت  
 محمدیہ میں بہت ہے۔

اس گروہ کی صحبت میں ہو پونچنے کے بعد اس سے بچتے رہو کہ انکے اسرار غیرو

اور ایسے لوگوں پر افشا کر جو انکے ذوق و مشرب کے نہ ہوں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو  
 تم سے عداوت ہو جاوے گی اور تم دنیا و آخرت کے خسارہ میں آجاؤ گے۔ کیونکہ  
 یہ امر مخفی نہیں ہے کہ راز کا ظاہر کرنا گویا عیب کا ظاہر کر دینا ہے اور عیب کا ظاہر کرنا  
 اور اسکی طرف نگاہ کرنا اور اسکا چرچا کرنا حرام ہے اور حدیث میں آیا ہے  
 کہ جس نے اپنے بہائی کا عیب ڈھانپا اللہ نے اسکے عیب کو ڈھانپا اور جس نے اپنے بہائی کا عیب  
 کھول دیا اللہ نے اسکا عیب کھول دیا تاکہ اسے رسوا کرے۔ اور یہ ایسا امر ہے کہ جو لوگ  
 فقر او کی صحبت میں بغیر خلوص کر داخل ہوں ان سے اکثر اس میں پڑتے اور بری طرح اون سے  
 جدا ہوتے ہیں یہ کہہ کر اس مضمون کے شعر پڑھے ۵

بدل گیا ہر زمانہ کے دوستوں کا حال      خلیل ایسا نہیں کوئی مجھ میں ہو قلیل  
 صحیح اگلے زمانہ میں ہوتے تھے احباب      پر اب جو دیکھو تو اکثر ہیں انہیں مے قتل  
 حواس جب مرے برباد ہوئے تعجب ہے      مطالعہ میں نگار کہنے میں ہی باب بدل  
 اگر تمہارے کسی اہل صحبت کی کوئی بات کوئی شخص تم سے نقل کرے تو  
 اوس سے کہو کہ۔ سنو جی! مجھے اسکی صحبت و محبت کا تو یقین ہے اور تمہاری  
 بات سے گمان پیدا ہوتا ہے اور گمان پر یقین کو ترک نہیں کیا جاتا۔ یہ اکثر  
 اس مضمون کے شعر پڑھا کرتے تھے ۵

مشورہ لے اپنے بہائی سے جو چہر آئے وقت

مشورہ دینے میں گو سب کا تو ہی سر تاج ہے

آنکھ ہی صورت دکھاتی ہے تجھے ہر چیز کی

آئینہ کی وہ ہی اپنے واسطے محتاج ہے

بعض دوستوں کے نزدیکیوں سے انہیں ناز و عنایت سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ  
 بہترین بے لگوں کو اس سے ضرر پہنچا ہے اور انہوں نے تو اپنے دوستوں پر اعتماد کر لیا  
 اور یہ نہیں خیال کیا کہ اسی کو وہ عداوت کے وقت اپنا ہتھیار بنائینگے۔ اس  
 سبب سے دیکھو خوب بچے رہو۔

جو ظالم کی صحبت میں بیٹا رہا وہی ظالم ہے۔ کیونکہ ظالم کا مشاہدہ اللہ تعالیٰ سے  
 غافل اور نفس سے راضی کرتا ہے اور اس کا نتیجہ شیطان کی ہمنشینی ہے  
 دیکھو کم ستون عورتوں، امیروں، بادشاہوں اور دنیا داروں کی صحبت سے  
 بچے رہو انہیں کوئی بہلائی نہیں ہے۔

جب نیتیں کثیر ہوں گی تو عمل کے معنی بھی کثیر ہونگے گو صورت ایک ہی ہو۔ اور  
 اسکی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص ایک ہی نماز پڑھے اور اس میں اسکی اتنی نیتیں ہوں  
 ادا سے فرض جماعت کے طریقہ کا زندہ کرنا اس بارہ میں لوگوں کا اسکی پیروی کرنا  
 اسلام کو رونق دینا نمازیوں کی جماعت بڑھانا اور اسکے ساتھ اسکی وجہ سے  
 اس شخص کی جو تلاش کی جائے اس سے بچے رہنا اور اسکی طرف التفات نہ کرنا  
 و علیٰ ہذا پس یہ بہت ساری نیکیاں ہیں جو ایک ہی عمل کو گہرے ہوئے ہیں۔

دنیا کی محبت کے ساتھ عبادت قلب کا شغل اور اعضا کا ٹھکانا ہے۔ اور  
 ایسی عبادت کو بہت ہوتھوڑی ہے۔ یہ تو صرف عبادت کرنے والے کے  
 وہم میں بہت ہے۔ حالانکہ یہ بے جان صورتیں اور خالی موتیں ہیں۔ یہی وجہ  
 ہے کہ تم بہترے دنیا داروں کو کثرت سے نمازیں پڑھتے روزے رکھتے اور  
 حج کرتے دیکھتے ہو مگر او میں زاہدون جیسا نور اور عابدوں جیسا سروشنیں ہوتا۔



طبع رکھنے والا اس شخص کا کتابہ جس سے طبع رکھتا ہے اس لئے اگر طبع نہ تو کتوں جیسی خواری سے بچا رہے۔

اللہ اکبر عارف بنانے کے لطائف کس قدر باریک ہیں اپنے بندہ کو اپنی بارگاہ سے ہنگام دیتا ہے اور پھر سختی کے ساتھ اسکو بارگاہ مذکور کی طرف لوٹاتا ہے۔  
باوصف اسکے کہ اسمین وہ رب لطیف ہے۔

ایک شب میں اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ مجھے ایسی حمد کا الہام ہو جس سے میں اسکی ستایش کیا کروں پس فوراً میری زبان پر یہ کلمات وارد ہوئے اور مجھے لکھا دئے گئے الحمد لله واللہ الحمد بكل المحامد علی کل المحامد بجميع المدايح المحمودۃ فی جمیع الحمد والمدح بما یجب للحمد لك حمدا ازلیا لا اول لیدایۃ حمدا غیرہ بحمدہ الحمدۃ فی جمیع المحامد الاذلیۃ والابدیۃ بلسان جمع الحمد و فرقه فی جمیع الحمد و بذاته لذاته و بصفاتہ لصفاتہ و بقلہ علی فعلہ اور اسکو انہوں نے اپنے قول حکمت ”جس نے نعمتوں کا شکر نہ کیا وہ انکے زوال کے موقع میں آچکا“ کی شرح میں طول دیا ہے۔ اگر تم جانتا ہو تو اسکی طرف رجوع کرو۔

اس سے حذر کرو کہ تمہارا شکر تمہارے ہی لئے ہو بلکہ اپنے شکر کو اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل قرار دو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ”وَأَنِ اشْكُرْ لِي“ فرمایا ہے۔ پس سمجھو تو تمکو علم ہو گا اور اگر علم نہوا تو سیکھو اور اہل معرفت کے ذوق کی قدر پہچانو۔

باعبارہرچہ یکے جو اسد کے لئے ہے مقام فقر زیادہ تر کامل ہے کہ اس میں زیادتی کی طلب نہیں ہے۔

حضورِ و الون کا ذکر الحمد للہ واستغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے اور میں اس پر کتاب اسد کی ایک آیت اس لئے بڑھائی ہے کہ انکی محافظ ہو کیونکہ ہر شخص کو یہ پسند ہے کہ اسکی نعمت ہمیشہ رہے وہ آیت یہ ہے ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ اور یہ ہمہ ہم امام مالک رضی اللہ عنہ کی زبان پر تھی۔ چنانچہ وہ اسکو کہے بغیر نہ اٹھتے تھے اور نہ بیٹھے تھے غایت یہ ہے کہ انہوں نے اسکو اپنے گہر کے دروازہ پر لکھ دیا تھا اور کہتے تھے کہ آدمی کی جنت اسکا گہر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولو لا اذ دخلت جنتک قلت ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ یعنی اگر وہ شخص اسکو کہے ہوتا تو ضرور اسکی جنت آفتون سے محفوظ رہتی۔

مسند تاجم من حیث لا یعلمون کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یعنی استدرج کی حقیقت کو نہیں جانینگے۔ اور وہ یہ ہے کہ حق کے حقائق اون سے پوشیدہ رکھے جائینگے اور انکے ادبام میں ڈال دیا جائیگا کہ وہ صواب و حق پر ہیں اور انکے افعال کے بارہ میں اون سے مواخذہ نہوگا۔ ہم اللہ سے نرمی چاہتے ہیں۔ اسلئے جو شخص استدرج سے بچنا چاہے اسکو لازم ہے کہ نعمت ملنے کے وقت اسکو بے موقع استعمال کرنے سے خائف رہے۔

بارہامرید زیادہ نعمت سے اسلئے روک دیا گیا ہے کہ اوس نے پیر کے مقابلہ میں لفظ دو کیوں استعمال کیا ہے۔ کیونکہ اہل طریق کے یہاں یہ گناہ

ہے جسکو ہر شخص نہیں جانتا۔

طریقت سر تا پا ادب و تادیب کے اور اہل طریقت جو مذاق فقیر کرتے ہیں توحین کی جہت سے اور وہ بھی اوس قسم کا جیسا کہ ایک ہنشین دو ستر ہنشین سے اور ایک صاحب دو ستر صاحب کے کیونکہ یہ لوگ حق کے جلیس اور صاحب ادب ہیں ہمیشہ دنیا و آخرت میں مستور العورات رہتے ہیں اور اسکے عکس کی صورت میں برعکس ہے۔

عارفوں کی ہنشینیں نہ کرو مگر ادب کے ساتھ کیونکہ اگر ایسا ہوتا ہے کہ سینے ان لوگوں کے ساتھ بے ادبی کی وہ دشمنوں میں داخل ہوا اور دیوان قرب کے اوسکا نام مٹا دیا گیا۔

جسکو صوفیوں نے ادب نہیں سکھایا ہے وہ صاحب ادب نہیں ہے واردات اوسکے اعتبار سے جس پر وارد ہوتے ہیں مختلف ہوا کرتے ہیں نہ کہ خود اپنے اعتبار سے کیونکہ خود ایک ہی ہیں۔ اسلئے انکی مثال اوس مینہ کی ہے جو ایسی زمین میں بر سے جس میں انواع و اقسام کے تخم ہوں پس مینہ ایک ہی ہے اور روئید گیان مختلف ہیں جو ایک ہی پانی سے سیراب ہوتی ہیں اور بعض گوہر بعض پر مہر مین فوقیت دیتے ہیں۔ غافم۔

عبادت ہی پہلائی کے دروازہ کی کنجی ہے اسلئے جسکے وظیفے آغاز میں فوت ہوئے وہ انجام میں واردات سے محروم رہا۔ کیونکہ اعمال کے انوار ہوتے ہیں جیسا کہ معارف کے اسرار ہوتے ہیں۔ اسلئے اے سالک وظیفوں کی مدد و مست کو لازمی سمجھ گوتہ راہ کو پہنچ گیا ہے۔

صوفیہ جو یہ کہا کرتے ہیں کہ فلان شخص میں استعداد ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے مختلف قسم کے ایسے مجاہدوں سے اپنے آئینہ قلب کی صیقل کی ہے جو اس صلیب کے سبب ہوتے ہیں جو قلب صافی میں صوفی حقائق کی تجلی کی موجب ہے۔ جیسا کہ بذریعہ سیرت کے معلوم ہے۔ یہ تو عاشقین کے بارے میں ہے۔ اور عشوقہ کا حال یہ ہے کہ ان کے قلوب اختصاص آہیہ کے ذریعے سے منور و صیقل شدہ رہتے ہیں۔

جو کچھ تجہ دار دہودہ وہی ہے جو تجہ سے تجہ ظاہر ہوئی ہے اور جو چیز تجہ پر جلوہ گر ہو وہ بھی تجہ سے ہی تیری طرف ہے اس کی مثال اس گٹھلی کی ہے جو زمین میں نصب کی جائے۔ چنانچہ جتنے اوپر اوس میں لگے ہیں۔ وہ اوس میں بالقوہ ودلیت سے اسے انسان تو بھی ایسا ہی ہے کہی تجہ پر کوئی چیز تجہ سے خارج سے یعنی تیرے غیر سے تجہ پر نہیں آتی ہے بلکہ جو چیز تجہ پر وارد ہوتی ہے وہ تجہ ہی میں حالت غیب میں ہی ہر شہادۃ تجہ ظاہر ہوئی تاکہ تجہ اس نعمت کی مقدار معلوم ہو جو اللہ تعالیٰ نے تجہ بخشی ہے۔ اور جس کی طرف نے اشارہ کیا اس کے پرے بہت سے رموز اور چستان ہیں جو خزانوں میں محفوظ ہیں۔ زہے سعادت اور سکی جبکہ او کی اجازت ہے اور جو ان کے سمندرون سے عبور کر جاتا ہے۔

بعض علوم لدنیہ ہیں جن کے متعلق یہ حقیقت ہے جو اب دینا ممکن ہے اور نہ شریعت سے اس کے علاوہ جو کچھ انسان مشاہدہ کرتا ہے سب کو عبارت میں لانا غیر ممکن ہے۔ جس کا سبب یہ ہے کہ بعض مشہور اس قدر وسیع ہے کہ ضیق عبارت میں اس کی سمائی نہیں ہو سکتی اور اس قدر لطیف ہے کہ اشارت سے وہ ظاہر نہیں



ہو سکتا۔ اور کل معلومات کا بیان کر دینا صاحبِ علم کی قلتِ علم کی دلیل ہے  
 کیونکہ بعض معلوم ایسے ہیں جو دائرہِ حصر کے تحت میں نہیں آ سکتے جیسا کہ علومِ ملکوتیہ  
 جو عالمِ غیب سے پہنچتے ہیں اور اس قسم کے ہوتے ہیں کہ نہ عقل اور نہ سمجھ سکتی ہے  
 اور نہ وہم اور نہ ادراک کر سکتا ہے اور نہ حافظہ میں اور نہ گنجائش ہے اور وہ اس کے  
 عارفوں کے دلوں میں اور لاجلِ ہوتے ہیں بعدہ واقعات و حاجت کے مطابق  
 اور انکی تفصیل ہوا کرتی ہے۔ پھر بعض معلوم ایسے ہیں جو محض غیب میں غیب ہیں  
 اور بعض شہادت میں غیب ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جنکے افشا کی کہی کسی کو اجازت  
 نہیں ہے۔ بعض ایسے ہیں جنکے افشا کی کسی کو اجازت ہوتی ہے اور کسی کو نہیں  
 اسی لئے بعض نے جس پر وہ باتیں جنکی طرف ہننے اشارہ کیا کملی تھیں اس قسم کے  
 کل سوالوں کے جواب میں کہا ہے کہ میں اخذ کرنے کی حالت میں بشریت سے  
 الگ ہو کر ایسی حضوری میں ہوتا ہوں جس میں اون فرشتوں کو مشاہدہ کرتا ہوں جو  
 علومِ لدنیہ کی گفتگو کرتے ہیں اور میں وہاں اور نہ اس قسم کے ذریعہ سے سمجھتا ہوں  
 جو اس حالتِ ملکیت کے مناسب ہوتی ہے۔ پھر جب میں اپنی بشریت کی طرف  
 لوٹ آتا ہوں تو جو کچھ میں نے جانا تھا اسکو بھول جاتا ہوں اور جو کچھ نہ تھا اس میں سے  
 کچھ بھی یاد نہیں آتا اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ میں ایک وصف سے نکل کر دوسرے  
 کی طرف اور ایک عالم سے دوسرے کی طرف آتا ہوں اور ہر علم کے لئے ایک ایسا  
 عالم ہے جسکے حقائق کے درک سے وہ علم موصوف ہے اسی لئے علومِ کشفیہ علومِ  
 عقلیہ سے جدا ہیں۔ علومِ عقلیہ علومِ نقلیہ سے علیحدہ اور علمِ عبارت علمِ اشارت  
 سے الگ ہے پس جو شخص علمِ اشارت کو عبارت سے اخذ کرنا چاہتا ہے وہ طلب

محال و انکار رجال و محرومی تمام و کمال میں مبتلا ہے۔

دنیا میں درجات کا حاصل ہونا آخرت کے درجات کی دلیل ہے اور بیان کی کرامات آخرت کی کرامات کی جیسا کہ بیان کی دو رہا بش آخرت میں ہر کامے جانے کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دس کاں فی ہذا لامی فہو فی الاخرۃ اعمیٰ اور اس اندہ پن سے بصیرت کا اندازہ بن مراد ہو جوید ہے راستے اور راہ حق سے ٹھک جانے کی وجہ سے ہو۔ اللہ اس سے محفوظ رکھے۔

جب کا عمل خواہر سے متعلق ہو گا او سکی منزلت جنت میں ہی ظاہر ہی کے مناسب ہوگی۔ اور جب کا عمل بواطن سے متعلق ہو گا او سکی منزلت جنت میں ہی باطن ہی کے مناسب ہوگی اور جب کا علم دنیا کے متعلق ہو گا او سکی منزلت آخرت میں بھی او س کے اعمال علیہ ہی کے مناسب ہوگی۔ اور ایسا ہی قول او ن لوگوں کے بارہ میں ہے جب کا علم قلبی یا روحی یا سببی ہے۔ پس ہر حال کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مقام ہے۔ اور سلوک طریق کے اندازہ سے تحقیق ہو کر تی ہے تم لوگ اپنے اس قول سے حذر کر کہ فقر او میں سے بڑے بڑے اور سچے لوگ چلے گئے۔ کیونکہ حقیقت یہ لوگ گئے نہیں ہیں ان کا حال تو دیوار والے کے خزانہ جیسا ہے۔ اور کہی اللہ تعالیٰ آخر زمان میں آنے والے کو وہ بزرگیان عطا فرماتا ہے جو اول زمانے کے لوگوں پر ظاہر نہیں کی تھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا وجینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمتیں بخشیں جو ان سے قبل کے نبیوں کو نہیں دی تھیں او نبیوں کی ستائش میں انکو سب سے مقدم رکھا۔ کیا خدا کی شان ہے مجھے بہیرے مولویوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ جس امر پر دلیون نے

اجماع کیا ہے اسکو تو نہیں مانتے۔ اور مانتے ہیں تو ایسی بات کو جو صرف ایک  
 فقیہ کی زبانی اون تک پہنچی ہے۔ حالانکہ ایسے قول میں اکثر اوس کا استناد  
 قیاسی کمزور دلیل پر ہوتا ہے یا قول شاذ پر۔ واللہ غلبہ حرمان کے سوا اسکی اور  
 کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ باوجود انکار کے جب اوس پر رنج و مصیبت  
 آتی ہے تو انہیں کی قبروں کی طرف دوڑ کر آتے ہیں اور ان پر بار ڈالتا ہے۔ اور  
 اوس فقیہ کی طرف نہیں جاتا جسکے قول کو ماننا اور جسکو فقیروں سے بہتر جانا تھا  
 حال آنکہ معاملہ اسکے برعکس تھا۔ اسلئے دیکھو یہائی اصحاب وقت کے احترام  
 سے محروم نہ رہو۔ ورنہ ہنگامے اور دشمنوں میں شمار کئے جاؤ گے۔ کیونکہ چلنے  
 اہل زمانہ کا منکر ہوا وہ اپنے زمانہ کی برکتوں سے محروم رہا۔

جو شخص اپنے عادات و علوم پر ٹھہرا رہا اور یہ گمان نہ کیا کہ اسکے علم سے  
 بالاتر اور علوم میں وہ ساری نعمتوں سے یہاں تک کہ اپنے اہل مذہب سے بھی  
 محروم رہا۔ اور ایسے آدمی کو جاہل مرکب کہتے ہیں۔ اسلئے دیکھو یہی قسم کے  
 لوگوں سے اسلئے کہ وہ اپنے ضد سے پھر جائے ہرگز بحث و جدال نہ کرو  
 کیونکہ وہ پہلے گانہیں اور تم دونوں کے درمیان میں بات بڑھائیگی اور  
 بخوبی ممکن ہے کہ وہ تم پر فتویٰ اطلب کرے اور تمکو ایسے امروں کی طرف  
 منسوب کرے۔ جس سے تم بری ہو یہاں تک کہ تمکو اندرونی رنج پہنچائے۔  
 پس جب تک کہ وہ اپنے آپ کو تم سے اچھا سمجھے اوس سے باز رہو کیونکہ  
 جاہل کہی اہل حق کے بارے میں انصاف نہیں کرتا جسکا باعث یہ ہے کہ  
 جاہل کو اسکے حال کا ذوق نہیں ہے۔ البتہ میں اوس صورت کی نہیں کتا

کہ اللہ تعالیٰ اوسکو تسلیم کی توفیق عطا فرمائے اور وہ دل سے ماننے لگے کہ ہر  
ذی علم کے اوپر اوس سے زیادہ علم والا ہے۔

فقیر کو سزاوار نہیں ہے کہ تھوڑے سے اخروی عمل کے مقابلہ میں بھی  
جو باقی رہنے والا ہے دنیا کی کسی چیز کو زیادہ سمجھے۔ شیخ ابن ابی زید قیروانی  
نے اپنے بیٹے کے ادب آموز کو جب اوس نے اسے قرآن کے دو جز پڑھا  
سو دینا ردیئے تو معلم نے کہا کہ یہ بہت ہے۔ اس پر اپنے بیٹے کو اس کے کتب سے  
اٹھا لیا اور کہا کہ یہ شخص دنیا کو بڑی چیز سمجھتا ہے۔

جب تو اپنے آپکو اہل اللہ کی دوستی سے روگردان دیکھے تو جان لے کہ تو اللہ  
کے دروازے سے نکلا ہوا ہے۔

جب تم ایسے شخص کو دیکھو جسکو علوم نصیب ہوئے ہیں اور جسکے لئے فہوم کے  
خزانہ کھول دئے گئے ہیں تو اوس سے کاغذی نقلوں پر مباحثہ نہ کرو اور اپنے  
آپ کو بڑا سمجھ کر اوس سے مجادلہ نہ کرو اور نہ اوس سے یہ کہو کہ یہ تو ایسی بات ہے  
جو نیکوکاروں کی کتابوں میں نہیں ہے کیونکہ ہر کتاب سے مواہب بڑھتے ہوئے ہیں  
جسکو جو چیز نہ ملی اور اوس نے اوسکا انکار کیا وہ اوس چیز کی برکت سے  
محروم رہا جو اوسکو ملی ہے۔ اور جو اکثر انکار کیا کرتا ہے وہ انوار سے بے نصیب  
رہتا ہے۔

صاحب جلال کی خاطر سے صاحب جمال کو دوست رکھو جسکو کلام کرنے  
کی اجازت عطا ہوئی ہو اسکی علامتوں میں سے ایک لوگوں کی قبولیت ہے  
جو نیک ہونے کا دعویٰ کرے وہ جیونٹی کو بھی نہ ستائے۔

بعض لوگ جو یہ کہہ کر تے ہیں کہ بیٹے فلان کام نہیں کیا مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اسکے متعلق یہ کہتے ہیں کہ اجازت سے اسکی مراد وہ نور ہے جو قلب میں اگر سینہ کو کھول دیتا ہے۔ مگر عصمت نہونے کی وجہ سے یہ محبت نہیں ہے خصوصاً جبکہ قانون شرع پر بنو۔ کیونکہ جو کچھ فقیر کو پیش آئے سب حق نہیں ہے۔ یہ ہستی کو بخشنے والا رکاب ہے اس میں جو کچھ تم بولو گے وہی لوٹ کر تمہارے پاس آئیگا اور وہ آئینہ جسمین وہی صورت جلوہ گر ہو کر تمہاری طرف آئیگی جو تم سے ظاہر ہوگی۔

عابد ہم و تقید میں ہے اور مقرب فرحت و تاکید میں انبیا و ازل اس کے مندرہ میں کہ علتوں کے باعث عمل پر بھٹیرے رہیں۔  
اون لوگوں میں سے نہو جو پوجے جانے کے لئے عبادت کرتے ہیں اور نہ اون سے جو حجت جاہ سے پیشانی کو سیاہ کرتے ہیں بلکہ بغیر کسی غرض و عرض کے اپنے پروردگار کی عبادت کر دے۔

علم الیقین قطعی بران سے حاصل ہوتا ہے اور عین الیقین شہود عیان سے اور حق الیقین تحقیق صورت عیان سے اسکی مثال یہ ہے کہ جو چیز علم تو اترے حاصل ہو وہ علم یقین ہے اور اس کے اوپر عین یقین ہے اور اس میں حلول کچا حق یقین ہے۔

وارد کی مثال چہنیک کی ہے کہ جب آتی ہے تو رو کی نہیں جاتی اور نہ تیر سے لائی جاتی ہے اور اگر دفع کی جائے تو رنج و تعب بیماری کا باعث ہو اور جو وارد کہ شرع کے موافق نہو وہ ظلمت ہے۔

کاشتکار کے عمدہ ترین بیج وہ ہیں جنکو وہ زمین میں ڈال کر چھپا دے تاکہ زمین کے اندر اتر گئے۔ اور بدترین بیج وہ ہیں جو زمین کے اوپر اتر گئے کیونکہ انکو نباتات نہیں ہے۔

خواہشہائے نفسانی ہی کی پیروی آدمی کو سرنگون کرتی ہے اور جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے نفس کے مکروں پر مطلع فرماتا ہے وہی اپنے معکوس و منکوس <sup>سرنگون</sup> ہونے سے بچتے ہیں۔

کشائش دل کی علامت یہ ہے کہ اوس میں کوئی خلل نہ آئے اور شہر نفس کی علامت باوس سے تنکنا اور اکتا جانا ہے۔

کشف کی حقیقت یہ ہے کہ تم ظلمت کو عین نور دیکھو اور بدوین میں رفع عطا و مشاہدہ کرو۔ اور مراتب کشف میں سب سے اعلیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اوکو مقرب و مستودع پر مطلع کر دے۔ اور اس سے نیچے مرتبہ میں وہ شخص ہے جسکو اللہ بدایت پر مطلع کرے نہ غایت پر۔

جس نے ظرف کے باطن کو مشاہدہ کیا اوس نے معانی کے اسرار کو پالیا۔ اخبار کا ظہور بغیر اختیار و مقدور کے ہوتا ہے۔

جس کے ساتھ ازل میں اعتنا کیا گیا ہے اوسکی علامت یہ ہے کہ اوسکو جو کشائش ہو وہ نہ سلب کی جائے اور نہ چھپی جائے اور جسے اہل عنایت کی حرمت کا ارادہ کیا وہ رنج و تعب کے جال میں بہنسا اور اوسکا کوئی مطلب نہ برآیا۔ اگر بلا رنج و تعب پہونچنا چاہتے ہو تو اہل حسب کا دامن بکڑو۔

عوام میں جسکی تعظیم کی صورت پیدا ہو اہل تحقیق کے نزدیک اوسکی تخصیص میں

تیزی نہیں ہے اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ کا عاشق شہور ہوتا ہے اور اللہ کا مشفق  
ستور ہوتا ہے۔

رتبہ والوں کے ساتھ بے ادبی موجب ہلاکت ہے ذکر کا چسپا نا خواص کی  
شان ہے نہ مریدوں کی کیونکہ مرید اسلئے ذکر کرتا ہے کہ اوسکا قلب منور ہو۔ اور  
مراد وہ ہے جو ذکر کے قبل نور پاتا ہے۔ اور حاضر قریب کا ذکر تعجبات میں سے  
ہے۔ اسلئے ذکر کی کوئی وجہ نہ باقی رہی مگر تعظیم کے طور پر یاد کر کے مذکور سے غائب  
رہنے کی حالت میں۔

صوفیہ جو یہ کہا کرتے ہیں کہ شب گذشتہ مجھ سے یہ کہا گیا مثلاً اسکے بارہ میں  
یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی مراد یا تو۔ ہاتھ حقیقت سے ہے یا یہ کہ اوس نے  
فرشتہ سے سنا مگر اوسکی صورت نہ دیکھی۔ یا اوسکو اوسکی غیر اصلی صورت میں دیکھا  
یا اونکی مراد وہ باتیں ہوں جنکو وہ اپنے دلون سے سنتے ہیں یا جو باتیں کسی چیز کے  
حال سے اونکے مراتب کے مطابق اوسوقت بھیجی گئی ہیں اور اخیر صرف  
مریدوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

جو مخلوق کے سامنے بچہ جاتا ہے وہی اپنے رب کو رضی کرتا ہے۔ اور بخلوں  
کے پاس جاتا ہے اوسکو کوپ بلاتا ہے۔

جب تجھے خواب میں کوئی بشارت ہو تو اپنی طرف سے تو اوسپر رضی نہو جب تک  
کہ اوسکی نسبت اللہ کی رضا مندی معلوم نہ کرے۔

بھتے آدھی ایسے ہیں کہ لوگ اونکی زیارت کو آتے ہیں اور گناہوں کے  
بوجھ اپنے ساتھ لاتے ہیں اسلئے زیارت کرنے والے کی آمد کے وقت اپنے انہوں

کو قبول لیا کرو۔

جس نے فقیروں پر اپنی برائیوں کا بوجھ ڈال دیا اور اس نے گویا آنے کے ساتھ  
اون پر پیشاب کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب کے وقت مرکز باہر بلند کی طرف اس لئے  
لے گئے تھے کہ ملائکہ ملکوتیہ کو وہ اعلیٰ خصوصیتیں اور کامل صفقتیں دکھلائیں جو انہیں پہلی اور  
ملکوت میں۔ اس لئے معراج سے حق کی مراد یہ تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اون نعمتوں  
کی قدر معلوم ہو جو اون کو عطا ہوئی تھیں۔ پس اس کا ظاہر اجتناب تھا اور اس کا باطن  
ابتلاء۔ کیونکہ بندہ کل ربانی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا ہے۔ فافہم۔

عالم فقیر کو چوٹا نہ سمجھو اور نہ تحقیر سے اس کو دیکھو کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ  
جب امتحان کا وقت آتا ہے تو وہی اہل زمانہ سے بڑھ جاتا ہے۔

امیر کا پیر بڑا تقارہ اور بادشاہ کا پیر شیطان کا پیرا ہے۔

مرشد وہ ہے جس نے دائروں کی تکمیل کی ہے اور اوائل و آخر کے علم  
اوسین پیچیدہ ہیں۔ اور اس کو عالم مطلق کہتے ہیں۔ پس ہر مرشد پیر ہے اور اس کا  
عکس نہیں ہے۔

مرید کی ایک شرط یہ ہے کہ جو حد باندہ دی گئی ہو اس سے باہر نہ جائے۔

جب انکو کسی شخص کا قول بہت ہی عجیب و غریب معلوم ہوتا تھا تو اکثر شیخ

محی الدین رضی اللہ عنہ کا یہ شعر مثلاً پڑھا کرتے تھے ۵

تو کنا الجار الزاحرات و اعرافنا

فمن ابن یددی الناس این تو جھنا



ترجمہ - بحر زخار سے آتے ہیں ابھی تیر کے ہم

کہ مکمل معلوم کہ شتاق ہیں کس سیر کے ہم  
 آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ کرنا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ چوٹے کو  
 بیڑے کے سامنے فروتنی لازم ہے اور اس بزرگی کا اظہار تھا جو محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی شکل اور انکی صورت سے ظاہر ہونے کی وجہ سے اونکو حاصل تھی  
 اور شکل مبارک کا ظہور انہیں اس طرح سے تھا کہ آدم علیہ السلام کا سر حرف  
 میم دونوں ہاتھ حرف حائات صیدہ اور دونوں پانوں حرف ۔ تھا اور عربی  
 کے خط قدیم میں اسی طرح سے لکھا جاتا تھا۔ اور دوسرا ہاتھ جو ظاہر نہ ہوا کہ  
 چپ و راست قرار پاتا تو اس لئے کہ آئین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت  
 بڑی تعریف نکلتی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ کو پس و پیش سے یک ان  
 نظر آتا تھا۔ پس خلق کا چپ آنحضرت کی اس خصوصیت کے سبب سے آنحضرت  
 کا راست تھا۔ اسی وجہ سے بعض عارفوں نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے دست مبارک کو یسار (دست چپ) نہیں کہتا چاہئے بلکہ یسین (دست)  
 اول و یسین ثانی یا یسین وجہ و یسین خلف اس مقام پر ایک باریک نکتہ ہے  
 اور وہ یہ ہے کہ مرسلین کی تعداد تین سو تیرہ اسی نام مبارک محمد سے نکلتی ہے  
 کیونکہ پہلے میم کے بولنے میں تین حرف ہیں اور حاء کے دو یعنی جاء والف  
 اور ہمزہ شمار میں نہیں لیا جاتا اور میم مشدد کے چہ حرف۔ اور علیٰ ہذا دال کے  
 ملفوظی حروف تین ہیں دال الف و لام۔ پس اگر اس مبارک نام کے کل ظاہری  
 و باطنی دکتوبی و ملفوظی حروف کے اعداد و اوتوبتین سو چودہ ہوتے ہیں جن میں سے

تین سو تیرہ رسولوں کے اعداد ہیں جنکی نبوتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے مستغرق ہیں اور ایک عدد وہابی رہنما ہے کہ اس ولایت کے مقام کا جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی پیروی کرنے والے ولیوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فہم جو کچھ میں نے انکے اس تذکرہ میں نقل کیا ہے اسکو میں نے انکی شرح الحکم اور کتاب قانون سے انتخاب کیا ہے

## (۳۲۰) شیخ حسین آدمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدی احمد زاہد کپروں میں سے ایک اور حسینیہ واقع مصر میں مقیم تھے سیدی احمد زاہد کہتے ہیں کہ ان کی اصل مراکش واقع ملک مغرب کی تھی۔ وہاں انکی اپنی زمین تھی جس میں کاشت کرتے اور اپنی بکریوں کو چراتے تھے۔ اور جب مصر آئے تو اپنی پیاری بکریوں کو ہر روز نقیب کے ساتھ مراکش میں چرنے کو بھیجے اور اونکو رات کے وقت مصر میں رکھتے تھے۔ سیدی احمد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک یہودی آیا اور اس نے اپنے ہاتھوں کو مسجوتے کھڑا کر کہا کہ اے سلمان اس ٹپرے کو کاٹ دے یہ مجھے ستا ہے حضرت نے بسم اللہ کہہ کر چھری لی اور اللہ اکبر کہتے ہی یہودی نے چلا کر اٹھ دیا لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد ارسول اللہ کہا اور کہنے لگا کہ اے احمد اگر میں زندہ رہا تو ایسا ہی کرونگا بھی۔

## (۳۲۱) شیخ احمد بن سلیمان زاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیخ امام عالم ربانی و باعمل پیر طریقت و فقیہ اہل طریقت تھے۔ بھتیجے

مردان خدا کی انہوں نے تربیت کی اور طریقہ صوفیہ کو مردہ ہو جانے کے بعد  
 زندہ کیا لوگ کہتے تھے کہ یہ بیان کے جفیہ ہیں اور فقہ کو انہوں نے بھی ایسی  
 سٹی بنایا تھا کہ تصوف کی باریکیوں کا ایک لفظ بھی ان سے گویا سننے میں  
 نہیں آتا تھا اور امور دین میں بہت سے رسالے تصنیف کئے تھے۔ اور سچو  
 میں عورتوں کو نصیحت کرتے تھے اور مردوں کو چوڑ کر بالخصوص انہیں کو مٹا  
 کرتے تھے اور اونکو دین کے احکام اور شوہروں اور بڑوسیوں کے حقوق کی  
 تعلیم کرتے تھے۔ اور میرے پاس خاص اونکے قلم کے لکے ہوئے ساٹھ جز  
 کے قریب وہ نصیحتیں ہیں جو وہ عورتوں کے سامنے بیان کیا کرتے تھے  
 اور یہ کہا کرتے تھے کہ چور تین نہ تو عالموں کے درس میں شریک ہوتی ہیں اور  
 نہ ان کے شوہرا کو تعلیم کرتے ہیں یہ کہتے تھے کہ میں بچپن میں ایک دن مکتب  
 کو جا رہا تھا کہ ایک ولی اللہ مجھے بال پٹے حال میرے سامنے آئے اور  
 میرے ساتھ جو ناشتہ کی روٹی تھی وہ مانگی۔ میں نے وہ اونکو دیدی اور دل  
 میں ہو کے رہ جانے کی ٹھان لی انہوں نے وہ مجھے لے لی اور مجھ سے کہا کہ اے  
 احمد خط مقسم میں تیرے لیے ایک جامع مسیبتی اور جامع زادہ کملائیگی اور اسکی  
 تعمیر میں ایک گروہ تیرا مخالفت ہوگا مگر اللہ تعالیٰ اونکو رسوا کرے گا اور میں  
 تو مشاعرہ ہوگا اور تجھ سے بہتر مردان خدا تربیت پائینگے چنانچہ جیسا  
 انہوں نے کہا تھا ویسا ہی ہوا اور اس دن کے بعد میں نے اونکو پھر نہیں  
 دیکھا (میں کہتا ہوں کہ) اور علماء میں سے ایک گروہ نے ان کی مخالفت  
 کی جن میں شیخ الاسلام ابن حجر اور جمال الدین مدرسہ جالیہ کے بانی بھی تھے

چو خاتقاہ سعید السعد کے قرب میں واقع تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے مٹی اٹھوانے والے کو بلو ابھیجا اور اسکو منع کیا کہ شیخ کی جامع کی مٹی نہ اٹھوائے۔ شیخ نے کہا کہ جس فقیر کا برہان ظاہر نہیں ہوتا اسکے آستان کا احترام نہیں ہوتا۔ پھر انہوں نے اپنی طوق میں سر ڈالا اور سلطان کا دل جمال الدین سے پھیر دینے کے لئے توجہ کی بس اسی وقت سلطان نے انکو بلو کر قید کر دیا اور یہ نہیں بتایا کہ اسکا جرم کیا ہے اور جب تک شیخ کو جامع مسجد کی تعمیر سے فراغت نہ ہوگی برابر جمال الدین قید میں رہے اور شیخ نے مٹی اٹھانے والے سے کہہ دیا تھا کہ مٹی اٹھاؤ اور اطمینان رکھو جب تک تم فارغ نہ ہو جاؤ گے ہم اسکو رہائی نہیں دینے کے۔ اور اس سے پہلے شیخ سراج الدین بلقینی نے بھی ان کا انکار کیا اور اپنے انکار میں بہت مبالغہ کیا تھا اور جب یہ خبر سیدی احمد رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ ہماری کس بات کو وہ بُری سمجھتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ آپ ویران مسجدوں کی اینٹیں لیکر اپنی مسجد کی تعمیر کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ سب تو اللہ ہی کے گھر ہیں بعدہ شیخ احمد رضی اللہ عنہ بلقینی کے ارادہ سے جامع ازہر ہو پونے اور اسکے صحن میں کرسی بچھوائی۔ اور اس وقت ان پر ایسی حالت طاری تھی کہ انکی آنکھیں شعلہ کی طرح سرخ تھیں۔ اسی حال میں وہ کرسی پر بیٹھے اور کہنے لگے کہ جتنے علم آسمان سے اترے ہیں میں سب کے متعلق جواب دیتا ہوں جبکہ اسی چاہے مجھے سوال کرے مگر سب لوگ ہکا بکا ہو گئے کسی نے بھی کوئی سوال نہ کیا۔ مگر جب وہ حالت چلی گئی تو پوچھنے لگے کہ مجھے یہاں کون لے آیا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ سے یہ حرکات سرزد ہوئے

اور آپ نے یہ باتیں کہیں۔ پھر لوگوں سے پوچھا کہ کسی نے کوئی سوال ہی کیا تھا۔ اور جب لوگوں نے کہا کہ ہمیں تو کہا کہ الحمد للہ اگر ہمارے سامنے کوئی آتا تو میں اسکو پہاڑ کہتا۔ پھر جامع انہر سے چلے آئے۔

ان سے جب کسی ایسے شخص سے سفارش کرنے کو کہا جاتا جو ان کو پہچانتا نہ تو صاحب حاجت سے کہتے تھے کہ جاؤ اور کسی ذی وجاہت شخص کو ساتھ لیکر مجھ سے پہلے اس شخص کے گھر پہنچ جاؤ۔ اور اسکے بعد جب میں وہاں پہنچوں تو تم سب میرے لئے کھڑے ہو جاؤ اور میری تعظیم و تکریم کیجیو تاکہ ہمارا ذریعہ سے مجھے سفارش کا رتبہ و موقع حاصل ہو کیونکہ میں ادن لوگوں میں گناہم آدمی ہوں۔

انکا قول تھا کہ جو شخص میری اس مسجد میں اگر دو رکعتیں پڑھے گا میں ضرور میدان قیامت میں اسکی دستگیری کروں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے زمانہ کے سب لوگوں کا شفیع بنایا ہے۔ یہ اپنے آپ کو چپاتے تھے اور کہیں کوئی بات کشف کی نہیں کہتے تھے مگر دوسروں کی زبان سے ایک مرتبہ انہوں نے ایک مرید کو خلوت میں بیٹھلایا۔ اسکو کشف ہوا کہ شیخ اہل نارین سے ہیں۔ اسپر اوس نے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی کہ اونکی شقاوت کا نام مٹ جائے بس اوسی وقت شیخ نے مرید کا دروازہ کٹکٹایا اور کہا کہ اے فرزند مجھے تین برس ہو گئے جب سے اسکو دیکھ رہا ہوں مگر میں نے نہ اعتراض کیا اور نہ بدل دینے کی درخواست کی اور تم ایک ہی گھنٹے میں گہرا اوٹھے۔ اسکے بعد جو اس مرید نے توجہ کی تو اوس نے دیکھا کہ شیخ کا نام اہل سعادت میں داخل ہے

ان کی عادت تھی کہ بیعت لینے سے پہلے سال بھر یا اس سے زیادہ تک  
 مرید کا امتحان لیتے تھے۔ جب سیدی محمد غفری تعلیم پانے کو ان کے پاس آئے  
 تو اتفاق سے عشاء کے بعد کا وقت تھا۔ اور جامع مسجد کا دروازہ بند ہو چکا تھا  
 انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے دروازہ کھولو۔ شیخ نے کہا کہ عشاء کے بعد ہم دروازہ  
 نہیں کھولا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ”اَلْمَسَاجِدُ لِلّٰہ“ مسجد میں  
 تو اللہ کی ملک ہیں۔ شیخ نے کہا کہ یہ شخص فقیہ معلوم ہوتا ہے جاؤ دروازہ کھولو  
 چنانچہ دروازہ کھلا اور انہوں نے آتے ہی پوچھا کہ شیخ کہاں ہیں تو شیخ نے کہا کہ وہیں ٹکڑا گیا کاشم  
 انہوں نے کہا کہ ان سے اللہ کی راہ چو نہ گا۔ شیخ نے کہا کہ تم ان کے اہل نہیں ہو۔ انہوں  
 نے کہا کہ اگر خدا چاہے گا تو شیخ کی برکت سے اہل ہو جائیگا۔ آخر شیخ نے اپنے  
 آپ کو ادون سے پہنچوایا اور ذکر کرنا سکھایا اور طہارت خانہ کا خادم بنایا۔ بعدہ  
 ڈیوڑھی داری پر منتقل کیا بعدہ مشعل خانہ کی خدمت سپرد کی۔ چنانچہ بیس برس  
 تک اسی خدمت پر رہے ایک دن انکو نیند آگئی اور فجر کے وقت انہوں نے  
 چراغ نہیں روشن کئے۔ اسلئے شیخ نے باہر آکر اے محمد کہا کہ آواز دی۔ انہوں نے  
 کہا کہ حاضر شیخ نے کہا کہ مسجد میں روشنی کرو۔ انہوں نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی  
 اور مسجد پر ہاتھ سے حلقہ کھینچا بس سامے چراغ روشن ہو گئے۔ تب شیخ نے  
 ان سے کہا کہ بلیس جاؤ اور لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔ اب یہاں تمہارے ٹھہرنے کی  
 ضرورت نہیں ہے چنانچہ یہ بلیس آئے مگر یہاں انکے قدم نہ جیسے تب محلہ ابی الیم  
 میں اٹھ گئے۔ مگر یہاں بھی نہ ٹھہر سکے تب محلہ کبریٰ میں ہو گئے اور جو کچھ ہونا تھا  
 یہاں ہوا جیسا کہ ان کے ترجمہ میں آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور سیدی احمد رضی اللہ عنہ جامع مسجد سے صحن نماز جمعہ کے بعد اپنے گھر کے اندر جاتے تھے۔ ادھر انہوں نے نماز ختم کی اور گھر داخل ہوئے اور عصر تک وہاں ٹھہر کر رہتے تھے۔ چنانچہ ایک دن اندر گئے تو لوگوں کو ہنستا ہوا اور بشاش پا کر انہوں نے پوچھا کہ آج کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ایک شخص عبدالرحمن بن کبیر نام نے ہم کو گوشت ملو جیسے اور شہد بھیجا اور کہا ہے کہ پکاؤ اور کھاؤ۔ شیخ نے کہا کہ تب تو ہم پر اور سکا حق واجب ہو گیا۔ چنانچہ آدمی بھیجا اور سکو بلوایا اور اس کی بیعت لی۔ اور اس شخص نے حمد سے زیادہ مجاہدہ شروع کیا۔ اور دین نے سیدی احمد زاہد کی جامع مسجد کے طہارت خانہ کے اوپر اس کی خلوت کی جہت میں ایک رسی بندھی ہوئی دیکھی ہے۔ اس شخص نے برسوں تک زمین سے پہلو نہ لگایا۔ یہاں تک کہ کنائش واقع ہوئی اور جو کچھ نعمت ملتی تھی وہ ملی۔

اور سیدی مدین زمانہ تک علم میں مشغول رہنے کے بعد سیدی احمد کے پاس پہنچے چنانچہ انہوں نے ان کی بیعت لی اور ان کو خلوت میں بٹھلایا۔ تو ان کو تیس دن ہی دن کنائش ہوئی۔ اسی لئے سیدی احمد رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جتنے لوگ میرے پاس پہنچے سب کے چراغ بجھے ہوئے تھے مگر مدین کہ یہ جلنا ہو چراغ لیکر آیا تو میں نے اس کو اور زوردار بنا دیا۔

سیدی محمد غفری نے دمیاط تک سفر کیا اور وہاں شیخ کے گھر کے لئے بٹھائی کا ایک ڈبہ خرید لیا لیکن کشتی میں جو زور کی ہوا چلی تو ایک رسی پلٹ کر علی سابق میں بہر جاشیہ لگا گیا اور بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایک قسم کا ساگ ہے جس کا پکا نا بولوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

اوس ڈبہ کی طرف آئی جس سے وہ ڈبہ دریا میں چلا گیا۔ سیدی محمد قاہرہ پہونچ کر شیخ کے پاس گئے اور جب انہوں نے شیخ کو سلام کیا تو انہوں نے کہا کہ محمد تمہاری سوغات کہاں ہے انہوں نے عرض کیا کہ حضور وہ تو دریا میں گر گئی۔ شیخ نے خادم سے کہا کہ اس خلوت کے اندر جاؤ اور ان سے آکر حالت بیان کرو۔ خادم نے خلوت میں جا کر دیکھا تو وہ ڈبہ الماری پر رکھا ہوا ہے اور اوس سے پانی ٹپک رہا ہے چنانچہ اوس نے کہا کہ محمد تمہاری سوغات پہونچ گئی۔

ان کی وفات کا وقت آیا تو بعض فقہروں نے شیخ کے بعد جامع مسجد میں سچا وہ نشین ہونے کی اجازت کے لئے زبردستی شروع کی۔ اس لئے شیخ نے سب کو جمع کیا اور کہا کہ میں اپنی حیات ہی میں اپنی میراث تمہارے درمیان میں تقسیم کر دیتا ہوں تاکہ میرے بعد جھگڑا نہ کرو۔ پس سیدی محمد عمری سے کہا کہ محمد تمہاری طریقت کی نیکی تمہاری اولاد کے لئے ہے تمہارے اصحاب کے لئے اوس میں سے بچے کچھ قطروں کے سوا کچھ نہیں ہے۔ سیدی مدین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مدین! تمہاری نیکی تمہارے اصحاب کیلئے ہے تمہاری اولاد کا اوس میں کچھ نہیں ہے۔ اور سیدی عبدالرحمن بن بکتر سے کہا کہ عبدالرحمن! تمہاری نیکی خود تمہاری ذات کے لئے ہے تمہاری اولاد اور تمہارے اصحاب کا اوس میں کچھ حصہ نہیں ہے۔ اور کہتے تھے کہ یہ طریق بخششوں پر موقوف ہے اور اگر اختیار کو دخل نہ ہوتا تو سب سے زیادہ حقدار میرا بیٹا تھا اور کہا کرتے تھے کہ اے وہ ذات جو ہمارے بدلے ہماری اولاد کی تربیت کرتی ہے اور ہم اوسکی اولاد کی تربیت کرتے ہیں اور بہت تڑکے جامع مسجد کے دروازے پر ننگ لگاتے اور جو سافر مصر



میں آتے تھے اور نسے برکت حاصل کرتے اور کہتے تھے کہ ان پر صبح کی ہوا سے  
 نرم کا گدڑ ہوا ہے۔ اور جب کوئی شخص اپنے چوٹے بچے کو لیکر ان سے اوسکے  
 لئے دعا کرانے کو آتا تو یہ کہتے تھے کہ خداوند اس دنیا میں اس بچہ کو نہ کوئی نامور  
 دے اور نہ کوئی عزت۔ اور فقیروں سے اکثر جدا رہتے تھے اور بار بار فقیروں کو  
 پورے سال بہر تک طہارت خانہ میں ٹھہرنے کا حکم دیتے تھے اور وہ اوسکو  
 بجا لاتا تھا اور جب کوئی شخص تحصیل علم کے لئے ان کے پاس رہنے کو آتا تو اوس  
 کہتے کہ میان ہمارے پاس اُسکا سامان نہیں ہے جامع ازہر چلے جاؤ۔ اور فقیر  
 انکے پاس سکونت رکھتے تھے اور انکو صرف شرع کے اون فرائض و واجبات کے  
 سکھانے کی اجازت دیتے تھے جو عبادت سے متعلق ہیں۔ اور جو مسائل کہ بیع  
 رہن۔ شراکت وغیرہ کے معاملات کے تصفیہ سے متعلق ہیں اونکے سیکھنے سے  
 منع کرتے اور کہتے تھے کہ سب سے زیادہ ضروری سے شروع کرو اور اس  
 عالم میں اللہ تعالیٰ کی معرفت سے زیادہ ضروری کوئی چیز نہیں ہے۔ تمہاری  
 جگہ میں فقہاء شریعت کے فروع کو ایسے بیٹھے ہیں۔ ہاں اگر خدا ناکر وہ مائے  
 جاہلین اور احکام محفل ہو جائیں تب ان فروع کا سیکھنا تمہارا واجب ہوگا تاکہ  
 شریعت میں نہ پائے (یعنی کہتا ہوں کہ) میں شیخ محمد حرثیغیش دہلوی شری  
 سے جنہوں نے احمد زاہد رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا انکے ”زاہد“ کہلانے کی وجہ  
 پوچھی۔ کیونکہ دہلوی کے لئے زہد لازم ہے مگر میں مشران کے سوا کوئی  
 شخص زہد کے لقب سے مشہور نہ ہوا۔ اسکے جواب میں انہوں نے بیان کیا کہ  
 ایک مرتبہ اوہیں نے یکلیا بنائی اور پانچ قطار کے قریب سونا تیار کیا اور اوسکی

طرت نگاہ کر کے کہا کہ تفسے دنیا پر اور حکم دیا کہ اسکو جامع مسجد کی سواری میں  
 پھینک دو اور اسی دن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو زائد شہور کر دیا۔  
 انہوں نے آٹھ سو بیس ہجری کے کچھ بعد وفات پائی اور اپنی ہی جامع مسجد  
 میں دفن ہوئے۔ انکی قبر ظاہر ہے اور لوگ اسکی زیارت کرتے اور اس سے  
 برکت حاصل کرتے ہیں۔

### (۳۲۲) سیدی عمر گردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

میدان واقع بیرون قاہرہ کے حوض پر رہا کرتے اور گرمی ہو یا جاڑا ہر فرضہ کیلئے  
 غسل کیا کرتے تھے۔ امر او تجارت اور روساء عمدہ عمدہ کمانے اور میٹھائیاں آن کے  
 لئے لاتے تھے اور یہ ہانگ پینے والوں کو جو وہاں سیر کو جاتے تھے کہلا دیا  
 کرتے اور ان سے کہتے کہ ہائیو یہ کیا بات ہے کہ مجھے تمہاری آنکھیں سرخ  
 نظر آتی ہیں بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہتے تھے۔ اور ان کے ساتھ کے فقراء  
 ان کو ملاست کیا کرتے تھے کہ تم ان کمانوں میں سے ہکو نہیں دیتے۔ آخر ایک  
 دن انہوں نے ایک فقیر سے کہا کہ اس میٹھائی سے تم اپنی رکابی بہر لو اور اسکو  
 چھپا دو۔ اور میرے ساتھ اس خشکی پر چل کر جو اس حوض کے بیچ میں ہے اسکو  
 کہا دو چنانچہ یہ معہ اس فقیر کے اس مقام پر پہنچے اور انہوں نے کہا کہ اس  
 رکابی کو کو لو۔ فقیر نے دیکھا کہ اوسین گہریلے بہرے ہوئے ہیں۔ انہوں نے  
 کہا کہ کہاؤ۔ فقیر نے کہا کہ یہ گوہر کے کیڑے ہیں۔ تب انہوں نے کہا کہ اسی کے  
 کہلا نے کی تم میری روزانہ شکایت کیا کرتے تھے۔ شیخ امین الدین جامع غری کے

امام کہتے ہیں کہ جب ہم نے ان کو خوش قدم کے مقبرہ میں دفن کیا تو سیدی ابراہیم متبولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حاضرین میں تھے انہوں نے اس وقت کہا کہ میں اپنے رب کی عزت کی قسم کہا کر کہتا ہوں کہ میں نے ان سے زیادہ سہارا آدمی نہ دیکھا یہ جہنم کے ایک قطعہ میں اتارے گئے مگر ان کا ایک بال بھی بیکانہوا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

### (۳۳۳) سیدی ابراہیم متبولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولایت میں صاحب دوا کرکری تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا انکا کوئی پیر نہ تھا۔ امیر شرف الدین کی جامع مسجد کے قریب جو قاہرہ کے محلہ حسینیہ میں ہے بنے ہوئے چنے بچا کرتے تھے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت سے خواب میں دیکھتے اور اپنی مان سے بیان کرتے تو وہ کہتی تھیں کہ بیشا! مفروہ لوگ ہیں جو بیداری میں مشرف ہوا کرتے ہیں۔ مگر جب بیداری میں با ریا ب ہونے اور اپنے معاملات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورے لینے لگے تو انکی مان نے کہا کہ اب تمہاری رجولیت کا مقام شروع ہوا۔ جن اہرون میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا تھا اونہیں سے ایک جبرکہ حاجج میں زاویہ کی تعمیر تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ابراہیم اسی مقام پر اسکو تعمیر کرو اور اگر خدا نے چاہا تو جو حاجی وغیرہ دنیا سے الگ ہو کر رہنا چاہیں گے انکی یہ جائے پناہ ہوگی اور مصر کے مشرق سے جو بلا آنے والی ہے اسکی یہ دور کرنے والی ہوگی اور جب تک یہ زاویہ آباد رہے گا مصر بھی آباد

رہے گا۔ اور جب یہ برکہ کے قریب کھجور کے درخت نصب کرنے لگے تو کسی  
 کنوئین کا ٹھیک موقع نظر نہ آیا۔ تب انہوں نے اس بارہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے اجازت مانگی ارشاد ہوا کہ انشاء اللہ کل علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ کو مہتابے بیچوں گا وہ تم کو خدا کے نبی شیعہ کے اوس کنوئین کی جگہ بتاویں گے جس وہ نبی کو کو پانی پلا  
 کرتے تھے صبح ہو کر انہوں نے خط کھینچی ہوئی علامت پائی۔ اور اوس جگہ کو کودا تو عظیم الشان  
 کنواں نکلا جو اس وقت تک اُنکے احاطہ میں موجود ہے۔ شیخ جمال الدین یوسف  
 کردی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ سلطان قایت پائی کے زمانہ میں  
 قحط ہوا یہاں تک کہ پانچ سو آدمی کے قریب شیخ کے زادیہ میں آکر جمع ہو گئے  
 چنانچہ ہر روز تین اردب آٹا پکنا تھا اور لوگوں کو خالی روٹیاں بغیر سالن کے  
 دیکھائی تھیں آخر لوگوں نے ان سے سالن طلب کیا تب انہوں نے خادم سے  
 کہا کہ فلاں درخت خزا کے پاس جاؤ اور اوس میں جو پوریہ بندھا ہوا ہے اوس کو اٹھا کر  
 بقدر ضرورت لے لو۔ اوس نے جا کر پوریہ جو اٹھایا تو دیکھا کہ اوس میں سو نے  
 چاندی کا ایک چشمہ جاری ہے جو اوپر سے نیچے کی طرف بہ رہا ہے خادم نے  
 اوس سے مٹی بھر لی اور اوس سے سالن خریدا اس پر دار و غصہ خالقانہ نے کہا کہ  
 حضور جب ایسا معاملہ ہے تو آپ اجازت دیں کہ لوگوں  
 کو نہ یا وہ آرام دیا جاوے شیخ نے کہا کہ اب وہاں کچھ بھی نہیں ہے  
 چنانچہ شیخ کے پیچھے پیچھے جا کر خادم نے جو دیکھا تو وہ چشمہ نہ ملا تب  
 اوس نے زمین کو دی مگر کچھ بھی نہ ملا۔ اور انہوں نے بیت المقدس کے سفر میں  
 حضرت میر محمد بنیت عمران علیہا السلام کے روضہ مبارک کی زیارت کی اور اوس

شب میں اوس روحہ کے پاس ایک ختم پڑا پس بعض قاریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میری طرف سے ابراہیم کو سلام اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمکو میری اور میری والدہ کی طرف سے جزا و خیر عطا فرمائے۔ اور یہی میں نے شیخ جمال الدین یوسف ہی سے سنا وہ کہتے تھے کہ مجھے اپنے خاندان کے لوگوں سے ملنے کا شوق پیدا ہوا اور وہ سب حصن کیفا واقع ملک کردستان میں تھے۔ میں نے شیخ سے مشورہ کیا اور وہ بعد عصر کا وقت تھا۔ شیخ نے فرمایا کہ خدا نے جاہا تو ملاقات ہو جائیگی اسکے بعد میں عصر کا وظیفہ پڑھنے کو خلوت میں گیا تو میں نے اپنے آپکو اپنے شہر میں پایا۔ لوگ مجھے سلام کرتے اور مرے آگے آگے پہرے اُڑاتے جاتے تھے۔ چنانچہ میں اپنے گہر میں داخل ہوا اور اپنے والدین کو سلام کیا۔ اور میں اونسے یہاں ٹھہرا۔ جامع مسجد میں میں نے خطبہ پڑھا اور نو مہینے تک بچوں کو پڑھاتا رہا۔ اسکے بعد شیخ سے ملنے کا شوق بھرکا اور میں نے اپنے والدین سے اجازت مانگی۔ انہوں نے اجازت دی اور میں گہر سے نکل کر شہر کے باہر آیا تو میں نے اپنے آپ کو برکتہ الحاج والی خلوت میں پایا۔ اور میں یہاں یوں سے صاحب سلامت کرنے کو باہر آیا۔ تو کسی نے بھی مجھے سلام نہ کیا تب میں نے اون سے اپنے سفر کا حال کہا تو سب کہنے لگے کہ یوسف کو جنون ہو گیا ہے۔ آخر شیخ کو اسکی خبر ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میان اپنے واقعہ کو پوشیدہ رکھو۔ تین سال کے بعد ان کے والدین شیخ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ اگر آپکی خاطر مد نظر ہو تو ہم سال بہر تک یوسف کو آنے نہ دیتے (میں کہتا ہوں کہ یہ قصہ ذوالنون مہری رضی اللہ عنہ کے مسائل میں سے اور اوس جوہری کے

واقعہ کے مشابہ ہے جسے دریا میں غوطہ لگایا تو اپنے آپ کو بغداد میں پایا۔ یہاں اوس نے شادی کی اور اوسکی اولاد ہوئی۔ بعد ازاں سر جو اٹھایا تو اپنے کپڑوں کے پاس دریا نیل کے کنارہ پر مصر میں تھا پس جو عالم خیال میں تھا اوس کا ظہور جس میں ہوا۔ اور یہ شیخ یوسف صاحبین میں سے تھے اور ذکر کرتے تھے کہ میں حضرت علیہ السلام سے بہت ملا کرتا ہوں چنانچہ سچائی کے آثار اونکے چہرے سے ظاہر تھے اور یہ سات دن میں قرآن ختم کیا کرتے تھے اور یہ قصہ انہوں نے مجھے اپنے کمال اور عقل و فہم کی حالت میں بیان کیا تھا۔

جب بنو حرام اُن کے زاویہ میں نبی و اہل کے خوف سے آکر جمع ہوئے تو انہوں نے نبی و اہل کو ایک قاصد کے ذریعہ سے حکم بھیجا کہ صلح کر لو۔ لیکن نبی و اہل نے کہا کہ اس میں متبولی کو کیا دخل ہے اوس سے کہہ دو کہ وہ اپنے بچوں کو لیکر ہار میں بیٹھا رہے واللہ جب تک ہم اپنے گھوڑوں کو مدینہ کے حوضوں سے پانی نہ پلائیں گے نہیں ہوگا اس کو سکر شیخ نے کہا کہ میں اپنے رب کی عزت کی قسم کہا کر کہتا ہوں کہ قیامت تک نبی و اہل میں سے کوئی سردار نہ اٹھے گا۔ چنانچہ وہ ہمارے زمانہ تک بنی حرام کے تحت میں ہیں۔ آوری سیدی ابراہیم رضی اللہ عنہ نکاح نہ کرنے کے باعث لوگوں کے انکار میں مبتلا تھے اور کہتے تھے کہ میری پشت میں اولاد ہی نہیں ہے کہ میں اونکے قصد سے نکاح کروں۔ اور انہوں نے تقریباً اسی برس کی عمر بائی گمر تے دم تک غسل جنابت نہ کیا کیونکہ ان کو کبھی احتلام نہ ہوا۔ اور جب اُن کے پاس ایسے جوان جنکی خواہش زور و زور پر ہوتی آتے تھے تو اُن سے کہتے تھے کہ ایک مدت کے لئے اوسکو دہانا چاہتے ہو یا ہمیشہ کے لئے۔ اگر وہ کہتا

کہ اتنی مدت تک کے لئے کہ تاہل کے خرچ کا مقدور ہو جائے تو اوس سے کہتے  
 کہ لے اس دہانگے کو اپنی مکر میں باندھ لے جب تک یہ تیرے ساتھ رہے گا تیری  
 خواہش زور نہ کرے گی اور اگر کتا کہ میں عمر بھر کے لئے چاہتا ہوں کہ یہ خواہش زور  
 نہ کرے تو اوسکی پیٹھ پر ہاتھ پیر دیتے تھے جس سے مرتے دم تک اوسکو نہ خوش  
 ہوتی تھی اور نہ استادگی۔ اور جب کسے شخص کی نسبت ان کو خبر ہو پوچھتی کہ وہ  
 ان کا انکار کرتا ہے تو کہتے کہ اے میرے بچو میں زہر لہا ہوں لوگو کو مجھ سے  
 کیا سروکار۔ جو فقیر اُن کے یہاں رہتے تھے اُن کے احوال پوچھا کرتے اور شگفتہ  
 ہو کر اُن سے باتیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن اونٹین سے ایک شخص کو  
 دیکھا جو کثرت سے عبادت اور اعمال صالحہ کیا کرتا تھا مگر لوگوں کو اوسپر اعتقاد  
 نہ تھا۔ شیخ نے اوس سے کہا کہ میرے بچے یہ کیا بات ہے کہ تم کو میں دیکھتا ہوں  
 کہ عبادت میں بڑے ہوئے مگر درجہ میں ناقص ہو شاید تمہارا باپ تم سے خوش  
 نہیں ہے۔ اوس نے کہا کہ ہاں۔ پر شیخ نے اوس سے پوچھا کہ تم اوسکی قبر  
 پہچانتے ہو۔ اوس نے اسکا جواب بھی اثبات میں دیا۔ تب شیخ نے کہا کہ تم مجھ  
 اوسکی قبر کے پاس لے چلو کیا عجب ہے کہ وہ راضی ہو جائے شیخ یومعت کر دی  
 کہ میں کہ جب شیخ نے اوسکے باپ کو آواز دی تو اللہ نے اوسے بھیجا کہ اپنی رزق کا جہاڑنا قبر سے  
 باہر آیا اور جب وہ سید ہے طور سے کھڑا ہوا تو شیخ نے اوس سے کہا کہ فقیر او  
 سفارش کرنے کو آئے ہیں آپ اپنے اس بیٹے سے راضی ہو جائے اس پر او  
 کہا کہ میں تم لوگوں کو گواہ رکھتا ہوں کہ میں اوس سے رضا مند ہو گیا۔ تب شیخ  
 نے اوس سے کہا کہ آپ اپنی جگہ کو لوٹ جایں اور وہ لوٹ گیا۔ اور اوسکی

قبر جامع فشر الدین کے قرب میں حسینیہ کے سکر پر واقع ہے شیخ یوسف  
 کہتے ہیں کہ جب ہم میر کہ کی طرف واپس ہوئے تو راستہ میں ایک عورت نے  
 کہا کہ یاسیدی ذرا ٹھیر جائیے شیخ نے مادہ دراز گوشس کو روکا اور پوچھا کہ تیرا  
 کیا کام ہے اوس نے کہا کہ میرے بیٹے کو فرنگیوں نے پکڑ لیا ہے۔ میں  
 چاہتی ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ واپس آجائے شیخ نے  
 کہا بسم اللہ اور دعا کی اور پھر کہا کہ دیکھ وہ شیرا بیٹا ہے چنانچہ اوسکی نگاہ ہی  
 اوس پر پڑی اور جب اوسکا بیٹا اوسے مل گیا تو ہم روانہ ہوئے اور شیخ نے  
 کہا کہ دیکھ لو کہ اس زمانہ میں ہی اللہ کے ایسے مرد ہیں جنکے سوال کو وہ فوراً  
 قبول فرماتا ہے۔ اور یہ اپنی ڈاڑھی کو پکڑتے اور کہتے تھے کہ اس ڈاڑھی کے  
 بعد مصر پر کیا گزریگی میں اس کے لئے امان ہوں۔ اور کہا کرتے تھے کہ قسم ہے  
 میرے رب کی عزت کی کہ میرے بعد میرے احوال شتر مردوں پر تقسیم ہونگے  
 اور اون سے نہ اوٹھیں گے۔ اور جب یہ کسی بڑے آدمی کے پاس جاتے  
 تو فقرائے میں سے کسی کو ساتھ نہیں لیجاتے اور اون سے کہتے کہ تم لوٹ جاؤ  
 میں زہر کمانے کو جا رہا ہوں اور تم اوسکو مرداشت نہیں کر سکتے ہو۔ اور کہا  
 کرتے تھے کہ جب امیرون کے کمانے زہر میں تو بادشاہوں کے کمانے کا  
 کیا پوچھنا ہے۔ ابن البقری نے ایک شخص پر ظلم کیا اور اوسکی گائے حسین لی  
 جسکا دودھ وہ اور اوسکے بال بچے پیا کرتے تھے۔ وہ شخص سیدی امیر تیم رضی اللہ  
 عنہ کے پاس آیا شیخ اپنی ماہ دراز گوشس پر سوار ہو کر ابن البقری کے پاس پہنچے  
 تو دیکھا کہ اوسکے پاس اوسکے پیر ابن الرفاعی ہی بیٹھے ہیں شیخ نے اوسکے پیر کے



سامنے بڑی آن بان سے گفتگو کی اور اس سے کہا کہ تیرے اس پیر کا باپ  
 اپنے ملک میں بندہ بچایا کرتا تھا۔ شیخ کا یہ کہنا تھا کہ بندہ ریچھہ گدھا اور کتا اسکے  
 مکان کے وسط میں موجود تھا یہاں تک کہ حاضرین نے دیکھ لیا اور شیخ کے کلام  
 کی تصدیق ہو گئی اور پھر وہ سب جانور غائب ہو گئے آخر ابن البقری نے  
 معافی چاہی اور کام نکال دیا۔ ایک مرتبہ برکتہ الحاج میں جامع ازہر کے کئی فقیہ  
 رات کو آکر رہے ان لوگوں نے دیکھا کہ شیخ کے پاس امیرون کی اولاد میں سے  
 دو امر و خادم ہیں جو انکے ساتھ خلوت میں سوتے ہیں۔ فقیہوں نے اسکو بُرا  
 سمجھا اور اسکی باضا بطہ (شرع کی رو سے) نا لاش صابنچہ میں کی۔ چنانچہ قاضی  
 نے شیخ کو بلوایا۔ وہ صالحیہ میں حاضر ہوئے اور پوچھنے لگے کہ ماجرا کیا ہے۔ چنی  
 نے کہا کہ تمہارے خلاف میں ان کا یہ دعویٰ ہے کہ تم بوجہ انون کے ساتھ خلوت میں  
 رہتے ہو اور یہ شرع میں حرام ہے۔ شیخ نے کہا کہ ہے تو یوں نہیں اور اپنی ڈاڑھی دانتوں  
 سے دبا لی اور فقیہوں پر چلائیے۔ پس وہ سب چلا تے ہوئے وہاں سے نکلے  
 اور پھر کچھ نہ معلوم ہوا کہ وہ کہاں گئے اور کیا ہوئے۔ بعدہ خبر آئی کہ فرنگیوں کے  
 ملک میں پکڑے گئے اور لفرانی ہو گئے لوگوں نے شیخ سے اونکی سفارش کی مگر کسی  
 کی کچھ بھی نہ سنی گئی اور پھر ان لوگوں کی کوئی خبر نہ آئی۔ اور مستہول کے ایک گھر کے  
 لوگوں نے انہرا اپنے لڑکے کے ساتھ لواطت کرنے کی تمت لگائی تو انہوں نے  
 کہنا کہ اللہ اونکی ذریات کو رسوا کرے۔ چنانچہ اسدن سے آج تک اس خاندان  
 کے لڑکے خشک اور لڑکیاں حرام کار ہوئی آتی ہیں۔ اور ایک اور شخص نے  
 ان کو حرام کاری کی تمت لگائی تھی تو انہوں نے اسکو کسامت کہ اللہ

تیرے آدھے چہرہ کو سیاہ کر دے چنانچہ اوس کا ایک گال سیاہ ہو گیا اور چارے  
وقت تک یہی حال اوسکی ذریت کا ہے۔ یہ کہتے تھے کہ قسم ہے میرے  
پر دروگاہ کی عزت کی کہ میں نے ولیوں میں سیدی احمد بدوی رضی اللہ عنہ سے  
زیادہ فتوت والا نہیں دیکھا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے  
اور انکے درمیان میں باہمی اخوت قائم کی ہے۔ اور اگر یہاں ان سے  
زیادہ فتوت والا کوئی اور ہوتا تو ضرور میرا ہائی چارہ اوسی سے قائم فرماتے  
ایک مرتبہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور اوسکے ہمراہ ایک چوٹا بچہ تھا۔ شیخ نے  
اس بچہ سے کہا کہ اس بیر کے درخت کو ہلاؤ۔ چنانچہ اوس نے ہلایا تو بہتر دے  
بیر کے اوس سے گرے۔ تب شیخ نے اوس لڑکے سے کہا کہ ان سب کو کہا جاوے  
تمہاری انہی ہی جو روئیں ہوں گی۔ چنانچہ اوس لڑکے نے بہتر بیان کہیں۔ اور کہا  
کرتے تھے کہ میرے یہاں کی روٹیاں میرے بہائی احمد بدوی کے یہاں کی روٹیوں  
سے بڑی انہوں نے پائیں۔ اور یہ حاکمون کے خن میں زہر ملا ہل تھے جب کسی امیر  
یا وزیر سے یہ برہم ہوئے اور وہ اوسی وقت یا اوسی رات کو مرا۔ ایک مرتبہ ظالموں  
کے ایک گروہ نے انکے احاطہ کے لوگوں سے تعرض کیا جبکہ باعث یہ تھا کہ وزیر  
نے جس کا نام قائم تاجر تھا انکو ستانے کا ارادہ کیا اور کہا تھا کہ اگر متنبولی شیخ ہے تو مجھے  
سوجا دے۔ شیخ نے کہا کہ میان میں سو جاتا نہیں ہوں میں تو چلے جا کر تیر چلا تا  
ہوں جو کہی لوٹا نہیں۔ چنانچہ وزیر بیت الخلا گیا تھا اور لوگ اوسکے باہر آنے  
کے منتظر تھے مگر جب وہ باہر نہ آیا تو لوگوں نے جا کر دیکھا اور اوسکی ڈالٹھی اور منہ  
کو قدر چپ کے اندر اور بجا ست میں لٹھا ہوا اور اوسکو مردہ پایا۔ اسلئے حکام کسی

امر میں اُن سے تعرض نہیں کرتے تھے۔ یہ اپنے اصحاب سے کہا کرتے تھے  
 کہ تم میں سے کوئی شخص جب کسی ممنوع چیز کو دور کرنا چاہے تو اسکو لازم ہے  
 کہ اسکے دور کرنے میں اپنے قلب کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اس ممنوع  
 کے مرتکبوں کے قلب پھیر دے تاکہ وہی اسکو دور کر دیں۔ شیخ یوسف  
 رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم سب مسئلہ فرعون کی گڑھی واقعہ مطروحہ  
 میں تھے کہ سپاہیوں کا ایک گروہ شراب کے گٹرے لئے ہوئے پہونچا اور وہاں  
 بیٹھ کر شراب پینے لگا اسپر سیدی ابراہیم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بُرائی کو  
 کون دور کرتا ہے۔ ایک فقیر نے کہا کہ میں چنانچہ اس نے اپنی طوق میں سر  
 ڈالا اور فوراً ہی سپاہیوں نے ڈنڈوں اور جوتوں سے آپس ہی میں لڑنا  
 شروع کیا اور خود ہی گٹر دھونے کو توڑ ڈالا اور ہر معافی چاہتے ہوئے شیخ کے پاس آئے  
 اور شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی اور سب نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے بخشائش چاہتے  
 ہیں۔ شیخ محمد نامولی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم انکے ہمراہ طند تاکے  
 اطراف میں سفر کرتے تھے تو یہ ہم سے کہتے تھے کہ شب ہاشمی شیخ علی ابن  
 صعیدی یعنی مولف کے دادا کے پاس ہونی چاہیئے کیونکہ انکے یہاں کا  
 کمانا حلال ہے۔ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ مولف کے دادا رحمہ اللہ پر ہر نگاری میں  
 موشگافی کرتے تھے جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ انکے ترجمہ میں آئیگا۔ اور میں نے  
 شیخ عبد القادر دشتوطی رحمہ اللہ کی زبان سے سنا کہ اولیاء اللہ میں کوئی  
 ایسا نہیں ہے جبکا دسترخوان ہر سال سکتہ درزو القرنین کی دیوار کے  
 اوپر بچپتا ہو مگر سیدی ابراہیم متبولی رضی اللہ علیہ اور بیون میں سے کوئی

ایسا نہیں ہے جو اوس دعوت میں حاضر نہوتا ہو بنی صلی اللہ علیہ وسلم دسترخوان  
 کے صدر میں رونق افروز ہونے میں اور دائیں بائیں بہ تفاوت مدارج انبیاء  
 علیہم السلام بیٹھتے ہیں اور علی ہمدانی و لسیا رضی اللہ عنہم اور اس دسترخوان  
 کے ہتھمیں مقدار ابن اسود رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت  
 ہے۔ میں نے سیدی عبد القادر سے ایسا ہی سنا ہے اور وہ یہ بھی کہتے تھے  
 کہ میں چند سال اس میں شریک ہوا ہوں۔ اور بہت سے چرواہے مطرہ کے  
 قرب و جوار میں انکے احاطہ کے اندر اپنی بکریوں کو چرا یا کرتے تھے اس لیے  
 شیخ کے لوگوں نے اوپر تشدد کیا۔ اسوجہ سے ایک دن جبکہ شیخ مصر سے برکہ  
 کی طرف سواری پر واپس آ رہے تھے اور انکے ہمراہ کباب نقراء کی ایک جماعت  
 تھی چرواہوں نے دس خوشخوار کتے جنکی گردنوں میں آہنی حلقے پڑے تھے  
 اس غرض سے چھوڑے کہ شیخ اور انکے ہمراہیوں کو کاٹ کھائیں۔ مگر جب  
 وہ شیخ کے پاس پہنچے تو دم ہلانے اور شیخ کے پاس گویا برکت حاصل کرتے  
 کو پناہ لینے لگے۔ اور جب انکے مالک انکی طرف آئے تو اوپر اٹھ پڑے  
 اور انکو کاٹ کھایا۔ اور پھر شیخ رضی اللہ عنہ کی طرف چلے گئے اور انکی خدمت میں  
 رہنے لگے۔ اور جب مجاوروں کے آپس میں قصہ قضیہ ہوتا تو شیخ باور چرخانہ  
 میں جا کر رفیدہ پر اپنے ڈنڈے سے مارتے اور کہتے کہ توہی نے ہمارے  
 پاس ان گناہ لوگوں کو جمع کر رکھا ہے۔ پس دن ہی نکلنے نہ پاتا کہ وہ لوگ  
 خود بخود بغیر اسکے کہ کوئی انکو نکالے اوس مکان سے متفرق جگہوں میں چلے  
 جاتے تھے۔ اور کبھی انکو کسی نے مصر میں ظہر کی نماز پڑھتے نہ دیکھا اور ایک

مولوی ان کو برا سمجھتا تھا۔ وہ سفر کرتا ہوا ملک شام پہنچا تو اس نے سیدی ابراہیم کو سہ ماہہ لدکی جامع ابیض میں پایا اور انکو سلام کیا اور مسجد کے مہتمم سے ان کو پوچھا کہ کیا سیدی ابراہیم ظہر کی نماز ہمیشہ ہمارے ہی ہاں پڑھا کرتے ہیں اس نے اسکا جواب اثبات میں دیا تب وہ اپنے انکار سے باز آیا۔

انکا قول ہے کہ تکبر نہ کرو تو بڑے ہو جاؤ گے۔

اپنے دل کو دنیا کی محبت سے پاک و صاف کرو تو آب ایمان سے ممتا رہے دل میں نہرین جاری ہونگی اور جس نے اپنے دل کو اس سے اچی طرح صاف نہ کیا اس کے قلب میں آب ایمان جاری نہوگا۔

میں فقیر کو دوست نہیں رکھتا مگر اسی صورت میں کہ وہ کوئی پیشہ کرتا ہو جو اسکو سوال سے باز رکھے۔

جب بقاعی وغیرہ نے حضرت عمر بن الفارض کی شان میں گفتگو کی تو لوگ ان کے پاس آکر کہنے لگے کہ سلطان العشاق جیسے بزرگوں کی شان میں گفتگو کیجاتی ہے۔ تب انہوں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ سلطان العشاق کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت عمر بن الفارض۔ اسپر سیدی ابراہیم نے کہا کہ ایسا دن کے معاملہ وہ لوگ ہیں جنکی چمخ سے روئے زمین معمور ہے مگر ان میں سے کسی کو اسد عزوجل کے اسرار میں سے اتنا ہی نہ ملا جس سے نبوے کی مونچھ ڈھک کے علی ہذا القیاس یہ ایسے لوگوں کو کم رتبہ سمجھتے تھے جو کبونی وغیرہ جیسی ریاضتین کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ قسم ہے میرے

پروردگار کی عزت کی کہ بت پوجنے والوں کا حال ان کو ہون سے بہتر ہے  
 کیونکہ اللہ عزوجل نے بت پرستوں کی نسبت خبر دی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ  
 ”ہم تو ان کی پرستش صرف اسلئے کرتے ہیں کہ خدا سے ہم کو نزدیک کر دین“  
 اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بزرگ ناموں کو اعراض خسیہ یعنی دنیا کے  
 ایسے رتبوں کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے کہ اگر کسی عقل والے کو بغیر  
 سوال کے دیئے جائیں تو مقضائے ادب یہ ہے کہ اوسے انکار کر دے  
 پھر اوس کو کیا کہا جائے جو انکی طلب بین رات دن نہ رستی توجہ کرتے اور ہونے رہتے ہیں ہائیک  
 کہ اوس کا دماغ خشک ہو جاتا ہے اور بعضوں کو بالخیولیا و جنون ہو جاتا ہے۔  
 یہ صوف پہنتے اور اوسکا عامہ ہاندہتے تھے اور سرخ صدری پہنتے اور کہتے  
 تھے کہ میں احمدی ہوں۔ اور اپنے احاطہ میں مزدورون کے کام کرتے درختوں  
 میں پانی پہونچاتے اور پانی کے حوضوں کو گاس پہونس سے صاف کرتے تھے  
 یہ جب کسی آدمی کو دیکھتے توجو کچھ اوسکے دل میں ہوتا اور جن بھیجائیوں کا  
 ارتکاب کرنے والا وہ ہوتا سب انکو معلوم ہو جاتا تھا۔ ایک عورت اپنے بچہ  
 کو اسلئے لیکر آئی کہ ان کے یہاں برکہ الحاح میں بڑھا کرے۔ تو شیخ نے کہا کہ میں  
 اپنے ہاں چورون کو جنگے ہاتھ کٹے ہوں جمع نہیں کرتا۔ اوسکی مان نے کہا خدا میرے  
 بچے کے ہاتھ پاؤنوں سلامت رکھے اور لڑکے کو اوس نے بڑھنے کیلئے خانقاہ  
 میں بھلا دیا۔ یہاں اوس نے چوری کی اور اوسکا ہاتھ کاٹا گیا اور شیخ کی بات

مَا تَعْبُدُونَ إِلَّا لِيُقْبَلَ بِنَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ

سورہ اعراس کی تیسری آیت (تیسویں پارہ کا چند جہاں رکوع)

سیخ نکلی۔ اور اُن کا معمول تھا کہ جب انکے پاس کوئی قیمتی جعبہ یا عبا آتی تو اسکو ہنجر  
 اوپر سے رسی لپیٹ لیتے اور اسکو پہنے ہوئے زمین کمودتے اور کہتے کہ دنیاوی  
 پوشاکوں کی ہمارے یہاں کیا قدر! اور انکے مریدوں میں سے جب کوئی شخص  
 خلوت میں بیٹھتے اور ریاضت کرنے کو ان سے جدا ہوتا تو اسکو بالکل چھوڑ دیتے  
 اور اس سے کہتے کہ میان میں تو تکویر و بنانا چاہتا ہوں مگر تم اندھے اُلجھے  
 ہو جانا چاہتے ہو کہ کسی کو تم سے نفع نہ ہو پختے اور انکے واقعات حکام وغیرہ  
 کے ساتھ مشہور ہیں۔ اور انکا قول تھا کہ جو فقیر اپنے سکے بالوں کی تعداد  
 میں ظالموں کو قتل نہ کرے وہ فقیر نہیں ہے اور سلطان قایتباں کو بہت  
 سے معاملات میں روک دیا کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دن سلطان نے  
 ان سے کہا کہ یا مین ہی مصر میں رہو یا تم ہی رہو۔ آخر سیدی ابراہیم رضی  
 اللہ عنہ بیت المقدس کی سمت روانہ ہوئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ  
 کہاں تک کا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جہاں میری لگ ہی جا کر ٹھیر جائے  
 چنانچہ وہ مقام اسدودین سیدی سلیمان رضی اللہ عنہ کی قبر کے سامنے  
 ٹھیر گئی اور وہیں کچھ اوپر آٹھ سو اسی میں وفات پائی اور سیدی سلیمان رضی اللہ  
 عنہ نے اپنی شہرت اور نیکو بخشدی چنانچہ اسی دن سے انکا نام مشکلیا اور  
 سیدی ابراہیم رضی اللہ عنہ کے نام کو شہرت ہوئی۔ اور لوگوں میں مشہور ہے  
 کہ قایتباں سے غصہ ہو کر چلے گئے مگر یہ امر شیخ کے مقام کے مناسب نہیں  
 ہے کیونکہ کاملین اپنی ذات کے لئے غصہ نہیں ہوا کرتے وہ جو ایک مقام  
 سے دوسرے مقام کو آٹھ جاتے ہیں تو اونکی ہٹی بجاتی ہے یا کوئی اچھی

نیت یا اور کوئی امر و اللہ اعلم۔ ایک شخص ایک امر پر عاشق ہوا۔ وہ امر وہاں گ کر  
سیدی ابراہیم کے پاس چلا آیا۔ انہوں نے اسکو اپنی خلوت میں رکھا۔ یہ خبر جو  
عاشق کو معلوم ہوئی تو اس نے اپنی ہیئت بدلی اور فقیر کی صورت میں فقیر  
سیکنے کے بہانے سے سیدی ابراہیم کے پاس پہنچا انہوں نے اسکو بھی اسی  
خلوت میں رکھا جہاں امر دے رہا تھا۔ چنانچہ بعض لوگوں نے سیدی ابراہیم  
کے اس فعل کو ناپسند کیا۔ مگر صبح ہو کر فقیر باہر آیا اور کہنے لگا کہ حضرت میں  
اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ آخر کیوں؟ اس نے کہا کہ حضرت  
جو نہیں مینے اس نوجوان پر ہاتھ رکھا کہ مجھے اس قدر تپ چڑھی کہ صبح تک  
بیٹھ نہ سکا۔ بس مینے اللہ سے توبہ کر لی۔ شیخ نے کہا کہ اچھا میں تمکو اوسکی  
سزا ہی دے لوں۔ چنانچہ وہ چھ مہینے تک وہیں بیمار پڑا رہا یہاں تک کہ دنیا  
و مافیہا کی ساری خواہشیں اس سے نکل گئیں۔

## (۳۲۴) شیخ حسین ابو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بزرگ بڑے کامل عارفوں اور اصحاب دوا کے گہری بین سے تھے کثرت سے  
اپنی حالت بد لا کرتے تھے کہی ان کے پاس جاؤ تو تمکو پا ہی دکھائی دین۔  
کہی درندے۔ کہی ہاتھی اور کہی شیر غورہ بچہ علی ہذا۔ چالیس برس تک  
یہ خلوت میں رہے جبکہ ہر طرف سے دروازہ بند اور صرف ایک روزن کھلا ہوا  
تھا جس سے ہوا جاتی تھی۔ یہ زمین سے ایک مٹی خاک اٹھا لیتے اور لوگوں  
کو دیتے تھے جو انکے ہاتھ میں جا کر سونا چاندی ہو جاتی تھی۔ اور جو لوگ فقر و



کے احوال سے ناواقف تھے وہ انکو کیمیا و سیمیا جاننے والا کہتے تھے۔ اور جب  
خواجہ ابن الفقیہ برسی نے انکے زاویہ کی تعمیر شروع کی تو ان کے دشمنوں  
نے کہا کہ یہ بیماری خراج ہو نہو شیخ حسین کی کیمیا ہی سے ہوتا ہے چنانچہ بعض  
اوباشوں نے شیخ کے قتل کا ارادہ کیا۔ اور انکے پاس پہنچ کر تلواروں سے  
انکو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور انکی لاش کو لیا کر گورے پر پھینک دیا اور ہزار دینار انکے  
قتل کی اجرت لی۔ لیکن صبح کو جو دیکھتے ہیں تو شیخ حسین بیٹھے ہیں۔ اور کہہ  
رہے ہیں کہ تمکو چاند سے دھوکا ہوا۔ یہ جہان جاتے تھے چاہے سر کون پر اور  
چاہے کین اور نیوے انکے پیچھے پیچھے چلتے تھے اسی لئے ان کے اصحاب  
کو لوگ غم و سیہ دنیوے والے کہتے تھے۔ اور جو کچھ شعلہ کہ ان کے اصحاب سے  
سرزد ہوئے جس سے شریعت کے لوے اوٹکی گردین ماری گئیں سب سے  
یہ بری تھے ان کے اصحاب میں سے ایک شیخ عبید تھے جو اب انکے پاس  
مذفون ہیں۔ یہ کثرت سے ایسی باتیں کرتے تھے جنکی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی  
اس لئے انکی زبان چسید دی گئی تھی۔ بعض ثقافت نے مجھے خبر دی کہ وہ شیخ عبید  
کے ساتھ ایک کشتی میں سوار تھے۔ وہ کشتی دلدل میں بھسکی مگر کوئی شخص اسکو  
اوس مقام سے ہٹانہ سکا۔ تب شیخ عبید نے کہا کہ ایک رسی لگا کر اسے میرے  
انشین سے باندھ دو اور میں اتر کر اسے کینچتا ہوں۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی  
کیا اور انہوں نے اپنے انشین سے اسکو کینی یاہان تک کہ وہ دلدل سے نکل کر  
دریا میں آگئی۔ شیخ حسین رضی اللہ عنہ کچھ اوپر آٹھ سو نوے ہجری میں فوت ہوئے  
اور اپنے زاویہ میں جو مصر کے محلہ بولاق میں دریا کے نیل کے کنارہ پر جو دفن ہوئے

## (۳۲۵) سیدی شیخ محمد عمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدی احمد زاهد رضی اللہ عنہ کے ممتاز اصحاب میں سے ایک علما و عالمین اور فقرا و زاہدین و محققین میں سے تھے اور اس راستہ میں سیرت صالحہ پر چلتے تھے۔ انکی جماعت محلہ کبریٰ وغیرہ میں ادب و مجاہدت میں ضرب المثل تھی جب سیدی احمد زاہد نے ان کو محلہ کبریٰ میں جانے کی اجازت دی اور کہا کہ تمہارا اٹھکانا وہیں ہے تو شیخ ابو بکر طربینی نے مزاحمت کی اسلئے یہ لوٹ کر ایک عرصہ تک محلہ ابی العیشہ میں رہے بعدہ مصر کو واپس آئے۔ تب سیدی احمد نے سیدی مدین سے کہا کہ جاؤ اور اپنے بہائی کو اس محلہ میں جاؤ چنانچہ سیدی مدین ان کے ہمراہ گئے اور جب تک کہ تھکے و پریشانہ کے درمیان عہدہ تعلقات قائم نہ ہوئے وہاں سے نہ آئے اور طربینی کے پیروں نے ان کے لئے مجلس سیلاہ کی اور اوہ میں اپنا مال خرچ کیا یہ کہتے تھے کہ میں نے سیدی احمد رضی اللہ عنہ کے پاس مدتوں پاسبانی کی۔ مدتوں مشعلخانہ کی خدمت انجام دی اور مدتوں داروغگی کی۔ انہوں نے فقرا و کوتین قسموں میں تقسیم کر رکھا تھا اور بیڑ جوان۔ اور لڑکے۔ اور ہر قسم کے لئے خاص جگہ مقرر کر دی تھی جس میں دوسرا آنے نہیں پاتا تھا۔ اور یہ سب صرف ایک ہی دن یعنی جمعہ کو ایکجا ہوتے اور ہفتہ بہر میں جو کچھ واقع ہوتا اسکا قصہ چکاتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اون سے عہد کر لیا تھا کہ کوئی شخص کہی اپنی نسبت کسی کو جواب نہ دے بلکہ ظلم کرنے والے کو معاف کر دے یا شیخ سے اسکی شکایت کرے

اور شیخ جو چاہیں کریں اس لئے کہ یہ سب اپنی جانوں کو شیخ کی ملکیت جانتے تھے کہ جیسا تصرف چاہیں اور نہیں کریں اور اپنے آپ کو اپنے جسموں کا نگہبان سمجھتے اور اس حیثیت سے انکی مدد کرتے تھے کہ حق کی طرف انکی نسبت ہے۔ اور شیخ جو کچھ سزا یعنی دل سے اوتار دینے، نکال دینے، مارنے ہو کار کہنے اور امثال ذلک کا دیتے تھے اوس سے کوئی شخص کہی رنجیدہ نہ ہوتا تھا بلکہ اوسکو شیخ کا فضل جانتا تھا اور جو شخص ایسے معاملہ میں شیخ سے انکی چغلی کہا تھا اوس سے بھی ملکہ رہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ سب ادب کی طلب میں پہچے تھے یہ کہا کرتے تھے کہ سیدی احمد رضی اللہ عنہ کہی کسی فقیر کو سجادہ پر بیٹھنے کی اجازت نہ دیتے تھے مگر اوسی صورت میں کہ اوس سے کرامت کا ظہور ہوا اور میری یہ کہست ظاہر ہوئی تھی کہ میں سو گیا اور قذیلین نہ جلائی گئیں آخر میں نے اشارہ کیا اور ب کی سب روشن ہو گئیں۔ اور میرے نیکو کار بہائی شیخ شمس الدین طینی نے مجھے بیان کیا کہ ایک دن فقروں نے مجھے تازہ کجورین لانے کو بلاغ بھیجا وہاں میں نے غلبہ نفس سے تین کجورین کہا لیں۔ داروغہ خانقاہ نے اسکو پکھلیا اور کہا کہ اس شخص نے قراء کے پیچھے میں کجورین کہائی ہیں میں نے اون لوگوں سے کہا کہ میں تین کجورین کہائی ہیں۔ اس پر شیخ نے حکم دیا کہ ایک دن کے لئے ہر قسم کی کجورین سے محروم رکھا جائے۔ اور انہیں نے یہ بھی مجھ سے بیان کیا کہ اگر اون کے کسی فقیر کے پاس اوسکے وطن سے اوسکا باپ یا بہائی آتا اور اس پر اوسکی نظر ہی پڑتی تو جب تک کہ داروغہ سے اجازت نہ لے لیتا اوسکو سلام نہیں کرتا تھا۔ اور ایک دن سیدی محمد بن شعیب خیسری انکی خلوت کے اندر چلے گئے تو دیکھا

کہ یہ ہوا میں بیٹھے ہیں اور انکی سات آنکھیں ہیں اور انہوں نے کہا کہ مردان کامل ابو العیون کہلاتے ہیں۔ ایک سال قحط واقع ہوا تو جو کچھ گھوٹا انبار خانہ میں تھا شیخ نے سب کو نکال کر لوگوں کے ہاتھ بیچ ڈالا اور پھر اورون کی طرح خرید کر خراج کرنا شروع کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ناپسند کرے تاکہ وہ اپنے بہائی سے تمیز ہو کر رہے۔

جب انہوں نے امیر البحر و ش کے چوٹے بازار واقع مصر میں بنی جامع مسجد کی تعمیر کا ارادہ کیا تو ایک شخص کو جو مصر میں بکریاں جڑایا کرتے باب نصر میں رہتے اور ولایت میں مشہور تھے کہلا بھیجا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعمیر کی اجازت حاصل کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ میں تم کو کل جواب دوں گا۔ اور دوسرے دن کہلا بھیجا کہ تعمیر کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اجازت دی ہے۔ یہ سفاکوں کے لئے چلکر جانے کو پسند کرتے تھے حال آنکہ اپنی دلی توجہ سے حاجت براری کر سکتے تھے اور کہتے تھے کہ جو شخص کسی کا کام نکالنے کو چلکر جائے اس کے حق میں حدیث وارد ہے نہ اس کے حق میں جو اپنے قلب کے ذریعے سے کام نکال دے اور جب سلطان حقیق نے ابن عمر حاکم صعید پر دوڑ بھیجی تو سپاہی اس بیچارہ کو پابز بخیر کر کے لے چلے اور صعید ہی میں سیدی محمد رضی اللہ عنہ کا ایک فقیر گھر ہے پر مولیان لا دے ہوئے بیچنے کو لئے جا رہا تھا کہ اس کے گدھے نے ٹھوکر کھائی تو اس نے کہا ”دیا سیدی محمد یا غمری“ ابن عمر نے اس کو سن لیا اور پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ فقیر نے کہا کہ میرے شیخ ہیں تب ابن عمر نے کہا کہ تب میں بھی ”دیا سیدی محمد یا غمری میری خبر لیجئے“ کہتا ہوں۔ سیدی محمد رضی اللہ عنہ نے

اسکو سن لیا حال آنکہ وہ محلہ کبریٰ واقع مصر میں تھے۔ مجھ سے اس قصہ کے بیان کرنے والے شیخ شہاب الدین بن نخال کہتے ہیں کہ اوسی وقت شیخ نے تین گدھے منگوائے اور حکم دیا کہ سوار ہوتے جاؤ۔ چنانچہ ہم سوار ہو کر شیخ کے ہمراہ قاہرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں پہونچ کر شیخ لحظہ بہر سلطان حسن کے گنبد کے نیچے بیٹھے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ سپاہی ابن عمر کو پاؤں پر خیر قلعة کی جانب سے آ رہے ہیں۔ شیخ نے ابن النخال سے کہا کہ اس شخص کے پیچھے پیچھے جاؤ اور جب تم سلطان کو دیکھو کہ اس پر گرم ہوا اور اسکے مار ڈالنے کا حکم دیا تو تم اپنے کلمہ کی انگلی کو انگوٹھے پر رکھ کر اس پر حملہ کرنا۔ جتنے لوگ اس کے ہمراہ ہونگے سب کے ہاتھک کہ خود سلطان کے دم بند ہو جائینگے۔ چنانچہ جب ابن النخال اس کے پیچھے پیچھے وہاں پہونچے تو سلطان اس پر غضبناک ہوا اور انہوں نے شیخ کے کہنے کی تعمیل کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان چلا دوٹھا کہ اسکو ہار کر دو اور خلعت لا کر اسکو پہناؤ۔ بعد ازاں ساری جماعت کے منبر پر زعفران ملی گئی اور ابن النخال نے وہاں سے آکر شیخ کو خبر دی۔ شیخ نے کہا کہ سوار ہو جاؤ کام نکل گیا اور کسی شخص نے ابن عمر کو نہ اس واقعہ کی اور نہ شیخ کے آنے کی خبر کی اور شیخ اپنے محلہ کو لوٹ اور کہنے لگے کہ معاملہ تو اللہ تعالیٰ سے ہے اور تم میں سے کسی کو اجازت نہیں ہے کہ جب تک میں نہ مروں اسکو کسی شخص سے بیان کرے ابن النخال نے مجھ سے کہا کہ میں نے تم سے پہلے کسی شخص سے اس واقعہ کو بیان نہیں کیا ہے۔ اٹھ سو پچاس سے کچھ اوپر میں وفات پائی اور محلہ کبریٰ کی جامع مسجد میں دفن ہوئے۔ رضی اللہ عنہ

به تاریخ بستان پنجم رجب المرجب ۱۳۲۲ هجری نبوی صلعم  
 مطابق یکم آذر ۱۳۱۲ هجری قمری - ۴ اکتوبر ۱۹۰۲ م و پنجشنبه  
 این حصه با تمام رسید بجهت و کسر به -

# صحت نامہ حصہ سوم لغت عظمیٰ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۶	بین	بن	۴۹	۳	باتون	بالون
۴	۲	دسوتی	دسوتی	۵۷	۱۸	نفل	نقل
۵	۱۰	پالوان	پالون	۷۱	۴	اولیاء	اولیاء
۶	۱۴	چانتے	چانتے	۷۵	۲	علافہ	علاقہ
۱۳	۱۳	غور	غورو	۷۷	۱۲	جریدہ	جزیرہ
۱۴	۷	متذری	متذری	۸۳	۱۰	لحی	طوق
۱۶	۱	اوٹھو	اوٹھون	۸۶	۵	ہر	پر
۲۱	۱۸	کو	کے	۹۲	۲	ہے	ہین
۲۳	۷	متغض	متغض	۱۰۹	۳	جواہ	جواہ
۲۶	۱۴	کونہ	کوچونہ	۱۱۱	۱	جو	x
۳۳	۹	خلم	خلم	۱۱۵	۴	آٹھ دروازہ	سات دروازہ
۳۴	۱۰	اقلق	قلق	۱۱۷	۵	ساتوین آیت	ساتوین اور
۴۶	۱۸	کو	کو	۱۱۶	۵	بلدی	للدی
۴۷	۱۳	موجود	موجود	۱۲۲	۱۹	انتہا ہے	انتہا

صفحہ	سطر	نقطہ	صحیح	مسن	سطر	نقطہ	صحیح
۱۲۸	۱۳	اوسط پر	اوسط ہی	۲۳۹	۱۹	تقبا	فقہا
۱۳۵	۱	کے نشید	کی خمیر	۲۵۱	۱۰	اُسکی	کہ اُسکی
۱۴۴	۵	کسی	کسی کے	۲۵۲	۸	ساقلاہا	ساقلاہا
۱۵۱	۱۸	اور اور	اور	۲۵۶	۱۷	ضرور	ضرر
۱۵۹	۲	تیزا	تیرا	۲۷۷	۱۰	وہی ہے	وہی ہے
"	۴	تیرا ہی	تیرا ہی	۲۹۴	۲	کہ میں	تو میں
۱۶۳	۱۱	آٹا کے	آٹا کے	۲۹۵	۱۸	پیار	پیا
۱۹۶	۴	ظاہر	ظاہر	۳۰۲	۹	پڑنے	پڑے
۲۰۶	۱۸	شہوات	شہوات	۳۰۴	۶	ہوا	ہو
۲۱۱	۱۱	کیا تم	کیا تو	۳۰۸	۷	کم ستون	کم سنون
۲۱۶	۳	لیکھ	الیکھ	۳۰۹	۵	غفلت	غفلت
۲۲۵	۹	ہین	ہین	۳۱۳	۲	جبلہ	جبلہ
"	۱۲	زمانہ	زمانہ	۳۲۲	۷	حرف	حرف درواں
۲۲۶	۱	عبدال	عبدال	۳۲۸	"	ادو	اور
۲۳۱	۲	اللہ کے	کہ	"	۱۰	لمتی	لمتی
۲۳۶	۱۷	مظاہر	مظاہر	۳۳۳	۱۱	خرا	خرا
"	۱۹	والاخرۃ	والاخرۃ	۳۴۰	۱۸	علیہ	عندہ
۲۴۲	۱۲	الان	الان	۳۴۱	۳	جدا	جدا